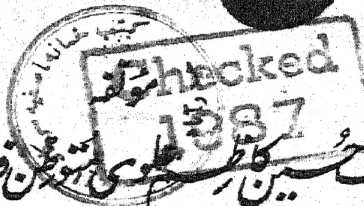


اُردو

CHECKED

# گنجِ شاعرِ گان

CHECKED - 1983



سید الطاف حسین کاظمی، ترموچن فرید آباد ضلع دہلی  
آمالیق و لیحد بہادر فرمائے لکھنؤ و دام اقبالہ وسلم اجلاہم

CHECKED 1993

سیّد عیسیٰ صاحب حنیف السعید حاجی حافظ سیّد علی صاحب بلی  
مدقون مدینہ منورہ نے

۱۸۹۳ء

اسلامیہ پریس لاہور میں کرم بخش کے ہر تمام چھپو

# شب چراغ

یہ پہلی کتاب اپنے رنگ میں بھی پہلی ہے۔ بازار کی چیل چیل۔ خربذ و خوت کی باتیں۔ رسالت کی بہار۔ صبح کا سماں۔ شام کی اُداسی۔ باغ کی گلگشت۔ سبز و نار کی کیفیت۔ دریا کا نظارہ۔ دوستوں کی ملاقات۔ روز کی صحبتیں ضیافت کے تکلفات۔ بیڑ شکار۔ ساتھ ساتھ گریز کی ترتیب۔ جامد و مہر کی تفریق۔ مصدر کے مشتقات۔ حرف کے اقسام۔ الفاظ حسن کلام جو فصاحت کی جان ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جوتے۔ برجستہ فقرے ایران کے روزمرہ میں اس طرح لکھے ہیں کہ بُتندی کو نہ زبان نکلتا اور مُتنتہی کو قواعد بھی بتائیں۔ جدتِ زبان کا خیال رکھا ہے کہ مقصود یہی تھا۔ نیچرل میں ہیں کہ حقیقت و صداقت دکھائیں۔ یوشیل خیالات ہیر کہ اخلاق سکھائیں۔ پس یا نکل انگلش پرائمر کا ڈھنگ ہے۔ اگر سپکا نے حوصلہ بڑھایا۔ تو میرا ارادہ ہے کہ اسی طرز میں چھوٹے چھوٹے حصے لکھوں۔ اور ریڈروں کی طرح اخلاق و طبعیات ریاضیات کے دل چسپ مسائل بیان کروں۔ گو فارسی عربی کا ورق الٹ گیا اور آتش پارسی بجلا گئی۔ لیکن ابھی تک ہم صفا مانی کے ڈورے شرب شیراز کی جھلکیاں ہماری آنکھوں میں پھرتی ہیں۔ کیا عجب ہے۔ سلسلہ حسبِ مراء ختم کر سکوں۔ اور کوئی نوجو قوم محبِ ملنِ مسلمان عربی کا سلسلہ اسی طرح شروع کرے + قیمت بلا محصل ۲۔

نیا زکیش سید الطاف حسین کاظم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

خدا درانتظارِ حمدِ یانیت    محمد چشمِ براہِ شنائیت  
محمد جاہِ حمدِ درابس    خلدِ شانِ صطفی بس

دنیا میں سب سے زبردست طاقتِ علم کی ہے صحیفہٴ فطرت کے صفحے  
اس کے کارناموں سے سیاہ ہیں انسانی ترقی کی سن موہن پری جس اوج  
پراثر یہی ہے اس کے پروں میں بھی علم کا ہی زور ہے۔ یہ تہمت ہے جس نے  
سٹیم کے دھوئیں اڑائے اور اس کالے دیو کو ایسا زیر کیا کہ چاہا بوجھ اٹھوایا  
چاہا چکی پسوائی۔ یہ باکمال ہے جس نے سیلوں میں بٹھا کر خاک کے پتے کو  
آسمان کا تار کر دیا۔ اس عامل نے بجلی کی لال پری کو ایسا شیشے میں اتارا  
کہ انگلیوں پر سچایا۔ اور پیامبری کرائی۔ سورج دیوتا سے کوئی آنکھ نہ ٹا سکتا

یہ جس کے گھر کا بھی بھیدی بنا۔ آسمان نیا کے سر پر چڑھ گیا تھا۔ اور ناز سے زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا۔ شاعروں نے تو باندھا ہی تھا۔ اس نے بیٹے پاؤں ہی کر دیے۔ اس کی نظر دیر میں سے مشتری کو چار چاند لگے غرض زمین آسمان میں عالم کا ظہور ہے۔ ملک کا عروج و زوال سلطنت کا ادبار و اقبال علم کے قدر و کمال پر منحصر ہے۔ جہاں علم کا علم بلند ہوا۔ اقبال کا پرچم لہرایا عروج کے قدم بنے۔ کامیابی نے تٹاؤں کے پھول برسائے۔ اور ترقی مراد کا گلہ رستہ لئے ہوئے آئے برسی۔ نہتے نصیب اس ملک کے جہاں علم کی عملداری ہو اور حکمت حکومت کرتی ہو۔

اگرچہ فلاس کا نسخہ مغفلوں اور شربت تیار بتاتے ہیں لیکن علم سا حکمی علاج نہیں علم آب حیات ہے جس کا چشمہ و شنائی کی تاریکی میں ہے۔ علم دُرِ قیم ہے جو دریائے الفاظ کی تہ میں ملتا ہے۔ اور حرفوں کی سیاہی میں نقطوں کے ذریعے جگر چمکتا ہے۔ جو زبان علموں سے مالا مال ہے وہ سحر العلوم اسکی نورانی موجیں چشمہ آفتاب پر آکھ مارتی ہیں۔ اُس کا جذر و مد دنیا کو نہال و پامال کرتا ہے۔ زبان کا خزانہ جس قدر جواہرات علمی سے معمور ہوتا ہے۔ آٹنا ہی ملک کے افلاس و ادبار دور ہوتا ہے۔ گویا زبان ایک میدان ہے۔ جس میں علم کے جوش کھلتے ہیں۔ یا ایک مقیاس ہے جس پر ترقی کے درجے بنے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زبان ڈاک ہے اس میں علم کے ہمدان ہر کارے ہیں۔ جو کچھ قسمت سے پہنچتا ہے۔ اس کے ذریعے پہنچتا ہے۔

اس موقع پر جب ہم اپنی طرف دیکھتے ہیں تو زبان کی تنیدستی سے افسوس

میتے ہیں۔ آرزو نکاحون ہو جاتا ہے۔ اور ہمدردی کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں کہ زبان ترقی کی معیار۔ اور زبان کا یہ حال !! لیکن گورنمنٹ کا انتہائی آنسو پونچھتا ہے۔ اور اس کی سیجائی مردہ اسیدوں میں جان ڈالتی ہے کیا عجیب کہ ہمارے ستارہ اقبال کی مبارک ساحت ہو۔ سب جانتے ہیں کہ اگرچہ آلات ایجاد و قواعد سے علم خود سلطنت پر بادشاہت کرتا ہے۔ لیکن ”ہرگز شیراز نہ سکے نہ ماش خوانند“ حکومت عجب شے ہے۔ دفعۃً وہ کایا پٹ کر دیتی ہے جو سالہا سال میں شوار ہے۔ اور لطف یہ کہ سب اسی پر آنکھوں سے صاوا کرتے ہیں۔ اُس کا رو رو ہے اور اُس کا قبول قبول \*

چنانچہ گو آرد و اسلامی لشکر میں پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کی گود میں پئی لیکن سلطنت میں فارسی کا سکے جما ہوا تھا۔ نہ شائانِ بغلیہ نے کبھی اس کو مہر کی نگاہ سے دیکھا۔ نہ آتش پارسی کے آگے اس کا چسراغ جل سکا۔ جو دربار میں بارپاتی۔ اس طرح اس کی ابتدائی تسلیم خراب ہو گئی۔ اور ترقی چند خیالات میں محدود رہ گئی۔ آخر زمانہ نے پہلو بدلا۔ اور آردو کی قسم نے آنکھ کھولی۔ بابرکت قوم نے اس ہونہار بچے کا ہاتھ پکڑا۔ اور بازار سے اٹھا کر دربار میں لا بٹھایا۔ جو ہر قابل تھا۔ دن بدن رنگ بدلنے لگا۔ چند روز میں خط و کتابت دفتر و دربار تمام کاروبار میں اس کا عمل دخل ہو گیا۔ اخبار نکلے۔ کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ترجمہ کئے گئے۔ گریز تیار ہوئی۔ گورنمنٹ نے بھی اس کو آنکھ کی پتلی نور کا تار اہی رکھا۔ ہزاروں روپے انعام اکرام سے بچا۔ جو اس کا قدم پڑھتا رہا دل بڑھاتی رہی۔ انتہا یہ کہ پانچ برس ہوئے امتحان

میں جان اردو کو لازمی ٹھیسہ دیا۔ پھر کیا تھا سب اس طرف مَجھک پڑے  
 کہیں گلزار اردو تیار ہوا۔ کہیں بہار اردو دکھائی گئی۔ کسی نے کچھ دیکھ کر  
 کسی نے لفت جمع کئے غرض خوب اردو کا طوطی بولا۔ اور ان کتابوں کی  
 ایسی ریز ہوئی کہ جو لکھ سکا لکھے غیب سے رہا۔ یہاں تاریخ اردو میں گویا معراج  
 ترقی تھا جتنی کتابیں نکلیں۔ سب پبلک کی ضرورت نے مقبول کیں۔  
 اور جب تک سرکاری کورس نہ چھپے۔ بلا امتیاز ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ میں نے  
 بھی اسی زمانہ میں یہ کتاب لکھی تھی۔ ”ارمغان احباب“۔ اس کا تاریخی نام تھا  
 لیکن اُنکلی کتا کر شہیدوں میں کیونکر مسکتا تھا۔ ہر چند کوشش کی  
 کتابت چھپ سکی آخر ”رضینا برضاء اللہ“ خاموش ہو گیا۔

چونکہ عدت عائی اس تالیف کی محض خلوص و اخلاص تھا طبعیت کو  
 ایک لگن لگی ہوئی تھی۔ برابر حرکت مذیوحی کئے جاتا تھا۔ جو کتاب نکلتی  
 تھی شوق سے لیتا تھا۔ اور ذوق سے دیکھتا تھا پڑھتا تھا اور خوش ہوتا تھا  
 ہر کتاب کو یا استیعاب دیکھا۔ اور موازنہ کیا۔ سب کی منزل مقصود ایک  
 تھی۔ اور طریق مختلف۔ گورنمنٹ کا منشاء تھا۔ کہ مڈل ڈیپارٹمنٹ میں ایسے  
 کوئس مقرر ہوں۔ جو زبان دانی کے ساتھ اخلاق سکھائیں۔ ریاضت کی رغبت  
 میں تاریخ کی معلومات پیدا کریں۔ یا کم از کم خط و خال فراق و وصال کے  
 فاسقانہ خیالات سے پاک ہوں۔ زبان بھی نہ ایسی روکھی پھکی بے مزہ  
 کہ پڑھنے سے جی اکتا جائے۔ نہ ایسے باریک و ناریک استعارات۔ اور  
 بیچ در بیچ خیالات ہوں کہ کتاب معنائے قیق بن جائے۔ بلکہ اصل مضامین پر

تشبیہ کے آئینے اصلاح کا رنگ صنائع بدائع کے گل پھول ایسی ندرت  
 و لطافت کے ساتھ ہوں۔ کہ خیالی تصویریں منہ سے بول اٹھیں ۔  
 سب سے اس پر زور مارا۔ نئے نئے رنگ کے کتاہیں لکھیں۔ اور حتیٰ یہ ہے  
 کہ کوشش کا حق ادا کر دیا لیکن نفوس کسی کا رنگت جما۔ بلکہ انصاف سے  
 دیکھئے تو خود سرکاری کورس ناکامی کے حرفوں سے سیاہ پوش ہیں۔  
 اور اردو کا ضعیف فطرت کہتا ہے کہ ضرور ایسا ہونا چاہئے تھا ۔  
 اس میں کچھ شک نہیں کہ سید بہادر کی سحر کار تقریریں۔ مولانا  
 نذیر احمد صاحب کی شوخ برجستہ تحریریں ماسٹر و کاء افتد صاحب کے  
 ذخائر تصنیفات جناب حالی کے قومی مرثیے۔ مولوی انور کے دنگداز  
 مضمون۔ دکنش و بچپنا و لیس حضرت آزاد کی جادو بھری صدائیں۔  
 قبول عام کی سند پانچلی ہیں۔ اور یہ بزرگان قوم آسمان شہرت کے تارے  
 ہیں۔ ان کے قلم سے موتی زبان سے پھول جھڑتے ہیں۔ لطف زبان طوطی  
 و بلبل کی طرح قدرتی لیکر آئے ہیں۔ ان کی گرمی کلام نے اردو میں نئی طبع  
 پھونک دی ہے۔ زبان کا منہ نہیں کہ ان کے احسان سے سر اٹھا سکے۔  
 بلاشبہ یہ جو کچھ لکھتے خوب لکھتے۔ لیکن ان کو اتنی فرصت کب تھی۔ کہ  
 مرضع زیوروں کو چھوڑ کر تنکوں کا کھیل کھیلتے یا اس طرف ملتفت نہ ہوئے  
 اور جن دلسوز رفیقوں نے اس کام پر ہاتھ بڑھایا۔ ان میں وہ بات کہاں؟  
 وہ ایسی قادر الکلامی کہاں سے لاتے کہ حالی و ثمر کی طرح نظم و ثمر میں جان  
 ڈالتے۔ یا جناب آزاد کی طرح انہیں شبہ ستعاروں میں لاؤیز بندشوں میں



ایسا رنگ پیدا کر دیتے جسے سنکر کبھی مُنہ سے واہ نکلتی اور کبھی دل سے

۵۲ \*

یہی چند موہنی مورتیں ملک کا سرمایہ فصاحت و بلاغت ہیں۔ کچھ اُن کے جدید کمالات کچھ قدیم خیالات شعرا کی اصطلاحات روزمرہ کے محاورے۔ شرفا کی بولچال۔ عوام کی ضرب الامثال جمع کر کے ایسے گلے بنائے جن میں رنگ برنگ بھول تھے اور بس۔ کوئی خاص سلیقہ ترتیب ترکیب کا نہ تھا۔ اس سے کتابیں گو عام پسند ہو گئیں۔ مگر اہل نظر جانتے ہیں۔ جہاں اخلاق کے جوہر جگمگائے ہیں۔ اُن زبان مہم پڑ گئی ہے اور اگر اس کا خیال رکھا ہے تو فقط باتیں ہی باتیں رہ گئی ہیں۔ یا زبان کے اصلی جوہر اُبھرائے ہیں۔ اور جدت و حقیقت کی ہوا اکھلتے کھاتے تنگ تار کو چھ یار و صحن گلزار میں جا پڑے ہیں \*

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو زبان پر علم و اخلاق کا رنگ چڑھنا گویا قلبِ باہیت کرنا ہے۔ یہ ایک دشوار گزار سنگلاخ میدان ہے۔ اس میں قدم مارنا انہیں شہسواروں کا کام ہے جن کا گردِ راہ آج ہماری آنکھوں کا سُرمہ ہے۔ اور سو برس بعد زمانہ مُر مُر کر نگاہِ حسرت سے اُن کو دیکھیگا۔ اور افسوس کہ نپائیگا \*

یہ مدعا نہیں کہ اور کتابیں تص ہیں اور میری کتاب اس عیب سے پاک ہے میں جانتا ہوں جو اُوروں پر عیب لگاتا ہے وہ اُن پر دعوائے کرتا ہے۔ اور آپ اقبال کرتا ہے۔ دراصل یہ سب کی طرف سے غدرِ معقول ہے اور ساتھ اپنا

بھی۔ نہ کہ تعریفیں۔ حاشا و کلاً مجھ پر ہنر کی کیا مجال کہ کسی پر تشبیہ و تفضیل

کروں !!

مؤرخ زمانہ معاصرین میں بڑے بڑے باکمال ہیں جو دولت و علم سے اہمال  
ہیں۔ ذہن نقاد و طبع حادث رکھتے ہیں۔ اور میں دونوں میں تہید ست !! انکی  
میتنے دو جہت کی توجہ شاعت کتب کے واسطے کافی ہوتی ہے۔ میں کتاب لکھنے  
بیٹھا تو پانچ برس تک بے مقدوری نے نہ چھپنے دی۔ اتنا ہی بے جوہری  
نے زیر ترمیم رکھا کبھی ضرورت نے کوئی مضمون بڑھایا کبھی صلاحت نے  
کوئی جز گھٹایا۔ وقت کی صلاح اور زمانہ کی صلاح سے کتاب اسی حکم فک  
میں رہی اور مدت گزر گئی لیکن قربان اس کی قدرت کے جس نے زہر مار  
میں انجیات کی تاثیر بخشی۔ اور زقوم و حظل سے بھی میٹھے پھل دیتا ہے۔  
اور برائی میں سے بھلائی نکالتا ہے۔ گو کتاب اس وقت نہ شائع ہو سکی مگر  
اس تغیر و تبدل میں پہلے سے بدرجہا بہتر ہو گئی۔ اور وہ ناکامی دواروئے  
تلخ نگلی۔ پہلے طلباء کے واسطے مخصوص تھی اب نڈل کورسوں نے وہ حصہ  
اٹھا کر تعلیم پیدا کر دی۔ تاکہ مفید عوام اور مقبول خواص ہو جائے۔ طلباء کو  
زبان سکھائے شعر اکوٹ عرض بتائے۔ اہل زبان کی رفیق تفریح ہو۔ اہل مذاق  
کی انیس و جلیس بنے۔ مورخوں کو تاریخ کا سرمایہ دے۔ شائقین انشاء کو  
نقشی کامل بنائے \*

اس پانچ برس میں اردو لٹریچر پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں کسی میں  
علم و اخلاق کو بھلے تو زبان کی مطلق پرواہ نہیں کی کسی نے زبان کے مزہ

بہت سے نکات مفید اور کلام سادہ کو قلم انداز کر دیا۔ اور ذوق۔ فراغ۔  
 یا شہید ہی کے اشعار پر پس کی جس تجربہ کار نے خواہ مصروف و فائق کو حل کیا۔ اور  
 کتاب کو حاوی اور جامع بنایا تو انتشار مضامین اختلاف مطالب سے  
 ساری کتاب میں بے بنیادی میں نے ان سب باتوں کو لیا۔ لیکن اختصار و ترتیب کے  
 ساتھ۔ بلکہ مخففات کتابت۔ مستثنیات قواعد۔ لوازم عبارت۔ مختصرات نظم  
 ان کی تاریخ کے ساتھ ان کے علاوہ لکھے۔ تاکہ کتاب مختصر و مفید ان سے زیادہ  
 ہو جائے۔ شریں بھی زیادہ وہی جمع کیں جو زبان معانی دونوں طرح مفید زبان  
 ہیں اور نظم میں متقدمین کا کلام سادہ اور بیباختہ ہوتا ہے۔ اس میں فصاحت  
 وضاحت زیادہ اور ملاحظہ بقدر نمک ہوتی ہے۔ متاخرین میں اس کے برخلاف  
 بلاغت وقت الفاظ کی شہرت تشبیہات میں ندرت ہوتی ہے۔ میں نے  
 تمام اساتذہ کا کلام لیا۔ اور دونوں کو شیر و شکر کیا۔ تاکہ طبیعتیں سلین پسند اور  
 دقیق فہم ہو جائیں مضمون آفرینی اور خیال بندی متاخرین سے لیں۔ ادائے  
 مطلب لطیف زبان حسن بیان کے ساتھ قضا سے سیکھیں۔ اس کوشش  
 پر بھی کتاب معمولی ہو تو عجب نہیں۔ میری ناقابل اس کی متقاضی ہے اور اگر  
 سب سے بہتر ہو تو فخر نہیں ہے نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول ✽  
 سید کاظم

# نیرنگ خیال

تمنا شاگاہ عالم میں جو اہل نظر ایک نگاہ سے میدان مہنی اور ایک سی حال و استقبال  
کی سیر دیکھ رہے ہیں انہیں صاف نظر آتا ہے کہ ملک ہمارا ختہ قریب ایک افریقہ  
جدید کے وجود میں قالب تبدیل کیا چاہتا ہے نئے نئے علوم ہیں۔ نئے نئے فنون  
ہیں۔ کچے حال نئے ہیں۔ دل کے خیال نئے ہیں۔ عمارتیں نئے نئے نقشے کھینچ  
رہی ہیں۔ رستے نئے خاک کے ڈال رہے ہیں۔ اس طلسمات کو دیکھ کر عقل ساحیران  
ہے مگر اسی عالم حیرت میں ایک شاہراہ پر نظر جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ (روایت)  
تہذیب کی سواری شاہانہ چلی آتی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی ویرانہ کو جھاڑ بہا رہا  
ہے۔ اور جس حال میں ہے اُس کی پیشوائی کو دوڑا جاتا ہے۔ جو نقشے کچ رہے  
ہیں اور جو بنیادیں پڑ رہی ہیں اگرچہ ابھی تک کچھ اصل نہیں رکھتے لیکن جو نظر باز  
تجربہ کی عینک دیکھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ یہ  
بنیادیں آسمان سے مائیں کرنے لگیں گی۔ اور آبادیاں روئے زمین پر چھائی جانیگی  
وہ بنیادیں کیا ہیں؟ اور نقشوں سے کیا مراد ہے؟ ہاں نقشے کتب علوم و فنون  
ہیں۔ اور بنیادیں تصانیف و قلموں کہ جو کچھ سود و بہبود ہماری قسمت میں ہے  
انہی پیمانوں اور اندازوں پر ہمیں ملیگا۔

اب تک اس ملک نے اپنی غریب حالت کے بموجب بہت سا سرمایہ تصنیف

کا بہم پہنچایا۔ اور آج سے پچاس ساٹھ برس پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ہمارے علم طالب  
 و اغراض بلکہ بات بات میں زمین آسمان کا فرق آگیا ہے جس سے ثابت ہوتا  
 ہے کہ علوم و فنون انگریزی جس طرح ہمارے لباس مکانات حالات خیالات اور  
 معلومات سابقہ میں ترمیم کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس کی انشا پر وازی بھی ہمارے  
 انشاء میں اصلاح دیتی جاتی ہے۔ لیکن علم زبان میں اس فرق کا امتیاز کرنا ہر شخص  
 کا کام نہیں۔ جنہیں اس کا مذاق ہے وہی سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے ہاں  
 جو کچھ اُردو کا رنگ نکلتا تھا۔ سبزہ خود رو کی طرح نکلتا تھا خاص و عام کے ولوں کی اُتارنگ  
 تھی۔ جدھر جھجک گئی اُدھر جھجک گئے۔ خاص شخص کی یا خاص جھول کی کوشش  
 نہیں ہوتی۔ اور اب تک یہ حال ہے کہ تاریخ۔ فروع ریاضی وغیرہ اکثر علوم کی  
 کتابیں ترجمہ اور تصنیف ہوئیں۔ مگر فن انشاء کی طرف کسی نے خیال نہیں کیا۔  
 زبان اُردو ایک لا وارث بچہ تھا کہ اُردوئے شاہجہانی میں پھرتا ہوا ملا۔ کسی کو  
 اس غریب کے حال کی پرواہ نہ ہوئی۔ اتفاقاً شعرا نے اُٹھا لیا اور محبت سے پالنا  
 شروع کیا۔ اس نے انہی کے کھانے سے خوراک پائی۔ انہی کے لباس پوشاک  
 پہنی۔ انہی سے تعلیم کا سرمایہ لیتا رہا۔ اسی واسطے انہی کی زبان سے بولنا سیکھا  
 انہی کے قدموں پر چلنا سیکھا۔ انہی کے خیالات اس کے دل و دماغ میں سمائے  
 حالت اس کی یہ رہی کہ علما تو درکنار ادنیٰ ادنیٰ آدمی اُردو میں لکھنا ہنسک سمجھتے  
 تھے جب ۱۸۵۷ء میں اُس نے دفا تر سرکاری میں دخل پایا ساتھ ہی اخباروں  
 پر قبضہ ہو گیا۔ تب لوگوں کی نظروں میں عزت و قار ہو اور رفتہ رفتہ کل ہندوستان  
 پر قابض ہو گیا۔



غرضکہ اردو زبان کے پاس جو کچھ اہل سرمایہ ہے وہ شعراے ہند کی کمائی ہے۔ جنہوں نے فارسی کی بدولت اپنی دکان سجا لی ہے۔ یہ مفلس زبان علمی الفاظ میں تو اس لئے تہی دست رہی کہ یہ ملک کی علمی زبان نہ تھی۔ افسوس یہ ہے کہ عام مطالب کے افکار نے میں بھی مفلس ہے۔ چنانچہ اگر تاریخ یا کسی قسم کی سرگزشت اس زبان میں لکھیں تو جو اصلی حالت یا اپنے دل کا ارمان ہے وہ نہیں نکل سکتا اسی واسطے اس کا اثر بھی جیسا چاہئے پڑھنے والے کے دل پر نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ اس کے سرزمین کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ جو کچھ ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فارسی کے پروں سے اڑتے لفاظی اور سبالتوں کے زور سے آسمان پر چڑھ گئے۔ وہاں سے جو گرے تو استعاروں میں غائب !! اس کی طبع آزمائی کا زور اب تک فقط چند مطالب میں محصور ہے۔ مضامین عاشقانہ نگاشت مستانہ نصیبوں کا رونا۔ امید و ہوم پر خوش ہونا۔ اُمرا کی ثنا خوانی جیہٹا ہوئی اس کی خاک اڑانی البتہ ان رنگوں میں اُس نے لطافت اور نازک خیالی کو اس درجہ تک پہنچایا کہ حد سے گزار دیا اور اس قسم کے الفاظ و مطالب کا عمدہ ذخیرہ اس درجہ کا پاس ہے۔ فارسی میں صد مائظ و نظم و نشر کی کتابیں ہیں جن کے خیالات باریکی اور تاریکی عبارت میں جگنو سے اڑتے نظر آتے ہیں۔ لیکن کیا جھل؟ اس انداز میں اصلی ماجرا ادا کرنا چاہو تو ممکن نہیں۔ ایسی ماکا دودھ پیکر اُردو نے پرورش پائی تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اے اہل وطن! آج وہ دن ہے کہ علوم کے ایوان شانہ میں دربار لگا ہوا ہے۔ ہر ایک زبان اپنے اپنے ملک کی تحذیر لیکر حاضر اور قدرت اور عظمت کے درجوں پر قائم ہے۔ تمہیں کچھ معلوم ہوتا ہے

کہ تمہاری زبان کس درجے پر کھڑی ہے؟ صاف نظر آتا ہے کہ نہایت ادنیٰ درجے پر ہے۔ وہ آگے بڑھنا چاہتی ہے مگر کوئی بڑھانے والا نہیں۔ ہاں اسکا بڑھنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔

زبان انگریزی بھی مضامین عاشقانہ قصہ و افسانہ اور مضامین خیالی سے مالا مال ہے۔ مگر کچھ اور ڈھنگ سے اُس کا اہل چول یہ ہے کہ جو سرگزشت بیان کرے اُس طرح ادا کرے کہ سامنے تصویر کھینچ دے۔ اور نثر اُس کا دل پر کھٹکے۔ اسی واسطے خیالی پھول پتے اتنے ہی لگاتے ہیں جتنے اہل ٹہنیوں پر سجے ہوں۔ نہ کہ شاخ و شجر سب غائب ہو جائیں۔ فقط پتوں کا ڈھیر ہی رہ جائے۔ بیشک فن انشا اور لطف زبان تفریح طبع کا سامان ہے لیکن جس طرح ہمارے متاخرین نے اسے ایک ہی مرض کی دو اسجھ لیا ہے۔ انگریزی میں ایسا نہیں۔ اہل فن نگ نے جس طرح ہر امر کی بنیاد ایک منفعت پر رکھی ہے اسی طرح اس میں بھی موقع موقع سے مختلف منافع مد نظر رکھے ہیں۔ زبان انگریزی میں نظم کا طور تو کچھ اور ہی ہے مگر نثر میں بھی خیالی داستانیں یا اکثر مضامین خاص خاص مقاصد پر لکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے وسعت خیال اور پرواز فکر اور تازگئے مضامین اور طرز بیان کا انداز قابل دیکھنے کے ہے۔ میں نے انگریزی انشا پروازوں کے خیالات سے اکثر چراغ شوق روشن کیا ہے بڑی بڑی کتابیں اُن مطالب پر تمل ہیں جنہیں یہاں (اُسے) جواب مضمون کہتے ہیں۔ ان میں انواع و اقسام کی غرضیں ملحوظ ہیں مگر بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن کی روشنی ابھی ہمارے دل و دماغ تک نہیں پہنچی۔ بعض مضامین

وہ ہیں جن میں انسان کے قوائے عقلی یا حواس یا اخلاق کو لیا ہے۔ انہیں انسان یا فرشتہ یا دیویا پرہمی تصور کیا ہے۔ اور ان کے معاملات اور ترقی و منزل کو سرگزشت کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان میں شگفتگی طبع کے علاوہ یہ غرض بھی ہے کہ پڑھنے والے کو کسی صفت پسندیدہ پر رغبت اور کسی خلقت بد سے نفرت ہو۔ یا کسی حصول طلب کے رستے میں جو شیب و فراز آتے ہیں ان سے واقف ہو۔ اگرچہ ان میں طرز بیان کا طور وہ نہیں جو ہم اردو فارسی میں پڑھتے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی مفصح اردو زبان پر قادر ہو تو انہیں پڑھے۔ اور ان کے رنگ سے اپنے کلام کے چہرہ حال کو ایسے انصاف و خال سے آراستہ کر لے کہ خاص و عام کی نظروں میں کھب جائے۔ البتہ ایسی قدرت حاصل ہونی مشکل ہے۔ اور شکل تزیہ ہے کہ انگریزی میں یونان اور روم کے مضامین ساتھ وناں کے مذہب اور رسوم قدیم کی باتیں اب تک انشا پردازی کا جز ہیں۔ رومی و یونانی ستارائے فلکی اور اکثر قوائے روحانی کو دیوتا مانتے تھے چنانچہ انگریزی میں بڑے انشاء پردازی کی کہلاتے ہیں جن کی چشم سخن ہر بات میں ان کے قصوں پر اشارے کرتی جائے۔ مگر اردو کے بلغ نے فارسی اور عربی کے چشموں سے پانی پایا ہے۔ وناں دیویا دیوتا کا گزرنہیں۔ سخت شہواری ہے۔ کیونکہ اگر کھنے میں کچھ تعریف کرے تو ترجمہ نہ رہا۔ اور اصل کی رعایت کی تو کتاب عجمائے دقیق ہو گئی۔ نہ کہ رفیق تفریح ۔

حق یہ ہے کہ مجھ کا قابل کو ایسے موقع پر قلم اٹھانا ان مضامین کو ضحک کرنا ہے لیکن اب وہ زمانہ بھی نہیں کہ ہم اپنے لڑکوں کو ایک کہانی طوطے یا مینا

کی زبانی سنائیں۔ ترقی کریں تو چار فقیر لنگوٹ بانڈھ کر بیٹھ جائیں۔ یا پریاں  
اڑائیں۔ دیوبنائیں اور سازی رات اُن کی باتوں میں گھومائیں۔ اب کچھ  
اور وقت ہے اسی واسطے ہمیں کچھ اور کرنا چاہئے۔ علوم فنون کے علاوہ  
ایسی تصنیفیں بھی چاہئیں جو صاف شفاف تصویریں رسوم و اخلاق کی ہمارے  
بزم کلام میں سجائیں۔ ان میں جو ہمارے دل و دھڑکے ہیں۔ سب نظر آویں۔ اور  
آب تاثیر سے دھوئے جائیں۔ تم دیکھتے ہو بیجان مورتوں میں جان پڑنے کی  
ساعت آگئی ہے۔ قریب ہے کہ شائستہ زبانوں کی طرح ہماری زبان بھی  
جان بخشی کی تصویر پیدا کرے۔ اس تقریر سے یہ عرض نہیں کہ زبان کے کپڑے  
اُتار کر ننگا مٹکا کر دو۔ استعارہ اور تشبیہ کا نام نہ رہے۔ ہاں ایسے کپڑے پناؤ  
کہ اصلی حسن کو روشن کر دیں۔ نہ کہ اندھیر چھپا جائے۔ کیونکہ اردو زبانوں میں  
کیا ہے؟ جو ہماری زبان میں نہیں۔ ہاں طرز بیان کا ایک طبع ہے وہ  
تقریر میں آجانا چاہئے۔ فقط اتنی ہی کمی ہے۔

اے جواہر زبان کے پرکھنے والو! میں زبان انگریزی میں بالکل نئے زبان  
ہوں۔ اور اس ناکامی کا مجھے بھی افسوس ہے۔ اردو کے میدان میں بھی ہمارے  
نہیں پیادہ ہوں۔ اس لئے یہاں بھی در ماندہ ہوں۔ پھر بھی (بو الوسی)  
بلہوسی دیکھو شہسواروں کے ساتھ دوڑنیو آمادہ ہوں جتنا نا ملائق ہوں اتنا  
ہی زیادہ شایق ہوں۔ دل سے لاچار ہوں کہ باوجود موانع مذکور کے جو  
لطف طبیعت کو بعض مضامین انگریزی سے حاصل ہوا نہ چاہا کہ اپنے پیار  
اہل وطن کو اس میں شامل نہ کروں۔ جس قدر ہو سکے اور جس طرح ہو سکے ایک

پر توہ اردو میں دکھانا چاہئے۔ بالفرض مجھے بیان کا حق نہ ادا ہو گا۔ ایک  
رستہ تو نکل آئیگا۔ زبان کے اہل ذوق بڑے بڑے صاحب قدرت ہیں  
اور ہوں گے کوئی نہ کوئی مقصود تک پہنچے گا۔

یہ چند مضمون جو لکھے ہیں۔ نہیں لکھ سکتا کہ ترجمہ کئے ہیں ہاں جو کچھ نون  
نے رُنا اور فکرنا ہے زبان کے حوالہ کیا ہاتھوں نے اسے لکھ دیا اب حیران ہوں  
کہ نکتہ شناس اسے دیکھ کر کیا سمجھینگے؟ اکثر نازک و باغ تو کہیں گے کہ وہاں  
ہے۔ بہت کینکے کوئی کہانی کہی ہے مگر مزہ نہیں جو بڑے مبصر ہیں وہ کینکے  
کہ ہے مگر غور طلب ہے۔ بیشک یہ کہنا اُن کا اصلیت سے خالی نہیں کیونکہ  
خیالی تصویریں حکمت و اخلاق کی ہیں فکر کے قلم نے خاکہ ڈالا ہے اور استعارہ  
و تشبیہ نے رنگ دیا ہے طبعیتیں رستے سے آشنا نہیں سبب یہ کہ ملک میں  
ابھی اس طرز کا رواج نہیں خیر آزاد نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔

تمہاری سینہ فگاری کوئی تو دیکھیگا۔ نہ دیکھے اب تو نہ دیکھے کبھی تو دیکھیگا

## اردو انگریزی انشا

اگر زبان کو فقط اظہار مطالب کا وسیلہ ہی کہیں تو گویا وہ ایک اوزار ہے  
کہ جو کام ایک گونگے پیچا رہے یا بچہ نادان کے اشارہ سے ہو جاتے ہیں  
وہی اس سے ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس کا مرتبہ ان لفظوں سے  
بہت بلند ہے۔ زبان حقیقت میں ایک معمار ہے کہ اگر چاہے تو باتوں میں  
ایک قلعہ فولادی تیار کر دے جو کسی توپ خانے سے نہ ٹوٹ سکے اور چاہے



تو ایک بات میں اسے خاک میں ملا دے جس میں ماتھے ہلانے کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ زبان ایک جادوگر ہے جو کہ طلسمات کے کارخانے الفاظ کے منتر و سحر تیار کر دیتا ہے اور جو اپنے مقاصد چاہتا ہے اُن سے حاصل کر لیتا ہے۔ وہ ایک نادار مضع کار ہے جسکی دستکاری کے نمونے کبھی شاہوں کے سروں کے تاج اور کبھی شہزادیوں کے نوکھٹے مار ہوتے ہیں کبھی علوم و فنون کے خزانوں سے نرو جو اہر اُس کی قوم کو مال مال کرتے ہیں وہ ایک چالاک عیار ہے جو ہوا پر گرہ لگاتا ہے اور دلوں کے قفل کھولتا اور بند کرتا ہے یا مصور ہے کہ نظر کے میدانیں مرقع کھینچتا ہے یا ہوا میں گلزار کھلاتا ہے اور اُسے پھول گل طوطے و بلبل سے سجا کر تیار کر دیتا ہے۔ اس نادار دستکار کے پاس مانی و ہزا کی طرح موقوفہ اور رنگوں کی پیالیاں و صہری نظر نہیں آتی ہیں۔ لیکن اس کے استعاروں اور تشبیہوں کے رنگ ایسے خوشنما ہیں کہ ایک بات میں مضمون کو شوخ کر کے لال چمچھا کر دیتا ہے پھر بے اس کے کہ بوند پانی اُس میں ڈالے ایک ہی بات میں اُسے ایسا کر دیتا ہے کہ کبھی نارنجی کبھی گلنار ہے کبھی آتش کبھی ایسا بھنیا بھنیا گلابی رنگ دکھاتا ہے کہ دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بو قلموں اور رنگارنگ اور پھر سر تاپا عالم نیزنگ جس زبان میں ہم تم باتیں کرتے ہیں اس میں بڑے بڑے نازک قلم مضبوط گذر گئے ہیں جن کے مرقع آج تک آنکھوں اور کانوں کے رستہ سے ہمارے ہمارے دلوں کو تازہ کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل گویا ان کے قلم گھس گئے ہیں اور پیالیاں رنگوں سے خالی ہو گئی ہیں جس سے تمہاری زبان کو فی ثنی تصویر یا باریک کام کا مرقع تیار کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اور تعلیم یافتہ تو میں اسے شکر

کہتے ہیں کہ یہ ناکامل زبان ہر قسم کے مطالب ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی\*  
میرے دوستو! یہ قول انکا حقیقت میں بے جا نہیں ہے ہر ایک زبان  
تعیین یافتہ لوگوں میں جو عزت پاتی ہے تو وہ سبب سے پاتی ہے۔ اول یہ کہ  
اس کے الفاظ کے خزانے میں ہر قسم کے علمی مطالب ادا کرنے کے سامان موجود  
ہوں۔ دوم اس کی انشا پر دازمی ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں مطالب کے  
ادا کرنے کی قوت رکھتے ہو۔ ہماری زبان میں یہ دونو صفتیں ہیں۔ مگر ناتمام ہیں  
اور اس کے سبب غماہ ہیں۔

علمی مطالب ادا کرنے کے سامانوں میں جو وہ غلٹ ہے اس کا سبب یہ ہے  
کہ تم جانتے ہو کل ڈیڑھ سو برس تخمیناً اس کی ولادت کو ہوئے۔ اس کا نام  
اردو خود کہتا ہے کہ میں علمی نہیں ہوں۔ بازار کی زبان ہوں۔ اٹھنے بیٹھنے  
لین دین کی باتوں کی واسطے کام میں آتی ہوں۔ سلاطین چغتائیہ کی وقت  
تک اس میں تصنیف و تالیف کا رواج نہ تھا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ ایک بچہ  
شاہجہان کے گھر میں پیدا ہوا اور انگریزی اقبال کے ساتھ اُس کا ستارہ چمکے۔  
جب صاحب لوگ یہاں آئے۔ تو انہوں نے ملکی زبان سمجھ کر اس کے سیکھنے  
کا ارادہ کیا مگر سوائے چند دیوانوں کے اس میں نشر کی کتاب تک نہ تھی۔  
ان کی فرمائش سے کئی کتابیں کہ فقط افسانے اور داستانیں تھیں تصنیف ہوئیں  
اور انہیں کے ڈھب کے صرف و نحو بھی درست ہوئے۔ ۱۸۳۷ء سے دفتر جو  
اردو ہونے شروع ہوئے۔ ۱۸۴۷ء میں ایک اردو اخبار جاری ہوا۔ ۱۸۵۲ء  
میں دہلی کی سوسائٹی میں علمی کتابیں اسی زبان میں ترجمہ ہونے لگیں۔ اور

اردو نے برائے نام زبان کا تمغہ اور سکہ پایا۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ جس زبان کی تصنیف کی عمر کل ستر ہتر برس کی ہو اس کی بساط کیا ہے اور اس کے الفاظ کے ذخیرہ کی کائنات کیا ہے پس اس وقت ہمیں اسکی کسے الفاظ سے دل شکستہ نہ ہونا چاہئے۔

میرے دوستو! کسی زبان کو لفظوں کے اعتبار سے مفلس یا صاحب ثمر کہنا بیجا ہے۔ ہر زبان اہل زبان کے با علم ہونے سے سہرا یہ دار ہوتی ہے اور کسی علم والے کا یہ کہنا کہ علمی تصنیف یا بات چیت میں اپنے ہی ملک کے الفاظ بولیں بالکل بیجا ہے۔

عربی زبان بھی ایک علمی زبان تھی مگر دیکھ لو اس میں سارے لفظ تو عربی نہیں صد مارومی صد مایونانی صد فارسی کے لفظ ہیں وغیرہ وغیرہ اور زبان فارسی کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ انگریزی زبان آج علوم کا حشر شہ بنی بیٹھی ہے مگر اس میں بھی غیر زبان کے لفظوں کا طوفان آرہا ہے زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اہل ملک میں علم آتا ہے پھر علمی اشیاء کے لئے الفاظ یا تو اس علم کے ساتھ آتے ہیں۔ یا وہیں ایجاد ہو جاتے ہیں علمی الفاظ کا ذخیرہ خدانے بنا کر نہیں بھیجا۔ نہ کوئی صاحب علم پہلے سے تیار کر کے رکھ گیا۔ جیسے جیسے کام اور چیزیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے الفاظ پیدا ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اول خاص و عام میں علم پھیلتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے الفاظ بھی عام ہوتے ہیں مثلاً ریل کا انجن اور اس کے کارخانے کے صد ہا الفاظ ہیں۔ کہ پہلے یہاں کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب وہ کارخانے ہوئے تو

ادنیٰ ادنیٰ ناخواندے سب جان گئے۔ اگر بے اس کے وہ الفاظ یہاں ڈھونڈتے  
 یا پلے یا دوڑاتے تو کسی کے سمجھ میں ہی نہ آتے اسی طرح مثلاً سبک لینٹرن  
 اس وقت یہاں کوئی نہیں جانتا خواہ اُس کا یہی نام لیں خواہ فالوئس جادو  
 کہیں۔ خواہ اچھے کا تماشا کہیں ہرگز کوئی نہیں سمجھے گا لیکن اگر وہ شاہد ہیں  
 عام ہو جائے اور گھر گھر میں جاری ہو جائے تو اُلٹے سے اُلٹے نام ہوں وہی  
 بچہ بچہ کی زبان پر مشہور ہو جائیں گے اور وہی سب سمجھیں گے۔ انگریزی میں جو  
 علمی الفاظ ہیں مثلاً ٹیلیگراف الیکٹریسی وغیرہ وغیرہ ان میں بھی بہت سے  
 الفاظ ایسے ہیں کہ وہ اپنے اصلی معنے پر پوری ولالت نہیں کرتے۔ مگر چونکہ ملک  
 میں علم عام ہے اور وہ چیزیں عام ہیں اس لئے الفاظ مذکورہ بھی ایسے عام ہیں کہ سب  
 بے تکلف سمجھتے ہیں۔ پس لفظوں کی تاہی ہماری زبان میں اگر ہے تو اس سبب سے  
 ہے کہ وہ بے علمی کے عہد میں پیدا ہوئے اور اسی عہد میں پرورش پائی اب  
 اس کی تدبیر ہو سکتی ہے۔ تو اہل ملک ہی سے ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خود  
 علوم و فنون حاصل کرو اپنے ملک میں پھیلاؤ اور بھائی بندوں کو اُس سے آگاہ  
 کرو۔ جب اس میں سب قسم کے کاروبار ہوں گے تو اُن کے الفاظ بھی ہونگے  
 ملک کے افلاس کے ساتھ زبان سے بھی افلاس کا داغ مسٹ جائیگا۔  
 تمہاری انتشار پر دوازی پر جو نقص کا الزام ہے وہ بھی کچھ درست ہے اور کچھ  
 قابلِ چشم پوشی ہے یہ تو ابھی بیان ہوا کہ زبان مذکور علمی زبان نہیں۔ سو  
 برس ہوئے کہ وہندوستان کے رنگین مزاجوں نے فقط اس حب الوطنی سے  
 کہ ہماری زبان ہے اور زبانوں کی طرح نظم سے خالی نہ ہو۔ اس میں اپنی

مرضع کاری اور نقش و نگاری و کہانی شروع کی۔ اور حق یہ ہے کہ سلسلہ تک  
 جو کچھ زور اس نے پایا اُنہی کی بدولت پایا۔ انشا پر وازی کا قاعدہ ہے کہ ابتدا  
 میں جو مطالب کسی زبان میں ادا ہوتے ہیں تو ان میں سیدھی سا دھڑکی تشبیہیں اور  
 اوزاد اور قریب قریب کے استعارے خرج ہوتے ہیں۔ اسی واسطے جو مطالب آہیں  
 ادا کئے جاتے ہیں وہ سنتے ہی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے پاس پاس کے  
 استعارے اور اُن چیزوں کی تشبیہیں جو آنکھوں کے سامنے ہمارے آس پاس  
 موجود ہیں وہ فقط اس طلب مذکور کو سمجھاتے ہی نہیں بلکہ اپنی رنگینی اور لطافت کے  
 اس کے لطف کو روشن کر کے دکھاتے ہیں اور چونکہ سادگی اور آسانی کے سبب  
 انہیں سب سمجھتے ہیں اس لئے سب کے دل اس کی تاثیر سے اثر پذیر ہوتے ہیں  
 چند روز کے بعد قریب قریب کی تشبیہیں اور استعارے تو خرج ہو جاتی ہیں اور آس  
 پاس کی تشبیہیں عام نام ہو کر تمام ہو جاتی ہیں۔ نئی نسلیں و شمال تشبیہوں اور استعاروں  
 کو برتنا چاہے ہوئے لوگ کو چہا نا سمجھتے ہیں۔ لیکن علم اور شوق جو مختلف رتبوں  
 سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کے فکر بھی دائیں بائیں پھیلتے ہیں کبھی بلند ہونا  
 شروع کرتے ہیں۔ اور دور دور و زمانہ بڑھاتے ہیں۔ فارسی اور اردو زبان میں  
 جو کیفیت اس کی گذری ہے۔ اس وقت میں اُسی کا اشارہ کرتا ہوں کہ شعر نے  
 متعل استعاروں سے بچنے کیلئے استعارہ اور استعارہ در استعارہ نکالا۔ اور اسے  
 ایک ایجاد و پذیر تصور کر کے نازک خیالی نام رکھا۔ چونکہ دنیا میں ہر ایک نئی چیز  
 بہت مزہ دیتی ہے۔ اس لئے اوروں نے بھی اُسے پسند کیا۔ اور علم کی  
 شکل پسندی نے اُسے زیادہ قوت دی۔ اور یہ معاملہ روز بروز بڑھتا گیا چنانچہ



ان بلند خیالوں سے دنیا کے کاروبار مثلاً خط و کتابت یا تاریخی مقاصد یا علمی مطالب کا ادا کرنا تو بہت دشوار تھا۔ مگر ایک فرقہ پیدا ہوا جنہوں نے خیال بند کا خطاب حاصل کیا۔ انہیں کی نشریں پنج رقعہ۔ مینا بازار۔ چار عنصر وغیرہ اور نظمیں جلال ایہ قاسم شہدی۔ بیدل۔ ناصر علی۔ اور ان کے مقلدوں کے دیوان موجود ہیں چنانچہ دولوں کی امتیاز کے لئے دو شعر بھی اس مقام پر رکھتا ہوں۔ پہلے طریقہ میں ایک استماد کتاب ہے ۵

سحر خورشید لرزاں بر سر کوئے تو مے آید	دل آئینہ را نازم کہ بروے تو مے آید
و کچھ ناصر علی سرہندی نے اسی مضمون کو اپنے نازک خیال کے زور الگ کیا،	
نیار چشم بیدل تاب جن سجالبش را	کہ باشد سافے آئینہ شب نام آفتابش را

چونکہ اردو نے فارسی کا دو وہ پیکر پرورش پائی تھی۔ اس لئے چند روز کے بعد یہی قتا سے بھی پیش آئی۔ میر سوز میر تھی۔ سودا۔ جرات وغیرہ کے زمانے تھے۔ ان میں اگرچہ مضامین شاعرانہ تھے مگر زبان میں ابتداء کی خوبی موجود تھی بعد ان کے وہی استعاروں کی ایچ پیچ اور خیالوں کی معمولی ترقی شروع ہوئی البتہ خال خال آدمی ایسے رہے جو بزرگوں کی تقلید سے صفائی اور ساوگی کی لکیر پر فقیر۔ مثلاً قدامیں خواجہ میر درد کہتے ہیں ۵

تروا منی پہ شبنخ ہماری نہ جانیو	وا من پچڑیں تو فشتہ وضو کر میں
متاخرین میں غالب نازک خیال اس سے الگ ہو کر کہتے ہیں ۵	
دریائے معاصی تنک ابی سے ہوا خشک	میرا سروا من بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

ہمیں مضمون ہونا چاہئے کہ جو کچھ لطافت یا زور ہماری زبان میں پیدا ہوا انہیں

شعر کی برکت سے ہوا۔ مگر وہ عاشقانہ مضامین کے ادا کرنے کے سامان اور  
تغزل کے خوشنما انداز اور اس کے الفاظ اور ترکیبوں کی دلاویز تراشیں تھیں  
بھلا خیالات فلسفہ کے سامان علوم کی اصطلاحیں مختلف مضامین تاریخی کے  
ادا کی طاقت۔ ولایت و براہین کے لڑانے کے زور ہمیں کہاں سے آتے؟  
اگرچہ ابتدا میں جو کچھ تھانہ رنگ بہت خوشنما تھا مگر اب دیکھتا ہوں تو زمانہ  
انداز نے اسے بھی پھینکا کر دیا ہے۔ اور تمہاری انشا پر دازی کا یہ حال ہو گیا  
کہ غیر قومیں تو جو کچھ کہیں سجا ہے۔ میں خود دیکھتا ہوں اور شرماتا ہوں۔ کیونکہ  
مستعل چیز میں شکستگی اور تازگی دکھانی بہت مشکل ہے۔ پھر بھی خدا کا شکر کرنا  
چاہیے کہ ایک خزانہ مصوری کا تمہارے ہاتھ آگیا ہے۔ مگر اتنا ہے کہ وہ انگریزی  
تقلوں میں بند ہے جس کی کنجی انگریزی زبان ہے۔

اس سے میرا یہ طلب نہیں کہ جس طرح ہم فارسی عربی کے الفاظ اردو میں  
بولتے ہیں اسی طرح انگریزی الفاظ بولنے لگیں۔ یا ان کے محاوروں اور  
اصطلاحوں کے ترجمے اردو میں آتھال رنے لگیں لیکن تم خیال کرو کہ عبارت و  
والفاظ حقیقت میں انسان کے خیالات و مقاصد کے لباس ہیں۔ اور چونکہ طبعی  
خیال فرقہ مانے انسان کے ہمیشہ قریب قریب ہوتے ہیں اس لئے وہ جس  
ناب میں چاہیں رنگ ظہور دکھائیں اصلیت میں کچھ نہ کچھ ملتے جلتے ہی ہوں گے  
بلکہ ان میں بعض ڈھنگ ایسے ہوں گے کہ ذرا رنگ پلٹ کر چاہینگے تو دوسری  
طرف آجائیں گے۔ اور نئی بہار دکھائیں گے۔ چنانچہ جب بنظر غور دیکھینگے تو  
معلوم ہوگا کہ دو قوموں کی ارتباط سے ہمیشہ ایک زبان دوسری زبان سے

پر توہ لیتی رہی ہے۔ دیکھ لو! بھاشا پر جب فارسی عزلی آکر گری تو اسپر کیا اثر  
 ہوا؟ اور اب انگریزی کیا اندرونی اثر کر رہی ہے فارسی اُردو میں تم نے وقت  
 کے باب میں دیکھا ہو گا کہ زمانہ زندگی کو عمر و ان یا آب گذران کہتے ہیں کہ زمانہ  
 عمر کی کیفیت کو بار سن عمر کو کاٹ رہا ہے۔ اور یہ بھی کہے گیا وقت پھر اٹھ آتا نہیں  
 اسی طرح غصہ کے باب میں دیکھا ہو گا کہ اسے آتش غضب کہہ کر آگ سے تعبیر کرتے  
 ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہنچو مار سیاہ برخورد چپہ اور کبھی جوش غضب کے لئے کہتے ہیں کہ  
 آتش از پیشش پرید و دواز نہادش برآمد اور ہنچو سپند از جا جہست پس انگریزی  
 میں مترالہجے ایک خاص علم ہے کہ اس میں ان سب قوتوں یا جذبوں کو ایک  
 ایک مجسم دیو سی یا دیوتا مقرر کیا ہے اور انہیں سامانوں سے سجایا ہے جو ان کے  
 لازم اور شایاں ہیں چنانچہ (وقت) ایک سپر کنن سال کی تصویر ہے اس کے  
 بازوؤں میں پریوں کی طرح پر پرواز لگے ہیں کہ گویا ہوائیں اُڑتا چلا جاتا ہے ایک  
 ہاتھ میں شیشہ ساعت ہے جس سے اہل عالم کو اپنے گذرنیکا اندازہ دکھاتا جاتا  
 ہے۔ اور ایک میں درانتی ہے کہ لوگوں کی کشت امید یا رشتہ عمر کو کاٹتا جاتا ہے۔ یا  
 ظالم خونریز ہے کہ اپنے گذرنے میں ذرا رحم نہیں کرتا۔ اس کے سر پر ایک چوٹی بھی  
 رکھی ہے جو دانا ہیں اُسے پکڑ کر قابو میں کر لیتے ہیں لیکن اوروں کی چوٹیاں پیچھے  
 ہوتی ہیں اس کی چوٹی آگے رکھی ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ جو وقت گزر گیا وہ  
 قابو میں نہیں آسکتا۔ ہاں جو پیش بین ہو وہ پہلے ہی سے روک لے سو  
 روک لے ۴

# مکچ

سب جانتے ہیں کہ خود برج بھاشا اپنے عہد میں عام زبان تھی مگر درباروں اور علموں پر مان کا قبضہ تھا یعنی سنسکرت کہ جس کی گوہ میں فصاحت اور بھارت کے دریا لوٹتے تھے۔ اور برج بھاشا وہ زبان تھی جو گھروں میں کام کاج کی باتوں اور بازاروں میں سودے سلف کے لین دین سے خاص و عام کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ چونکہ بھاشا علمی اور تصنیفی زبان نہ تھی اس واسطے اس میں استعارے اور تشبیہ سے انشا پر دازی کی باریکیاں اس اعلیٰ درجہ پر نہ پہنچیں جو سنسکرت میں ہیں۔ پھر بھی وہ ہر ایک موقع پر اس خوبی و خوش اسلوبی سے اپنا مطلب پورا پورا ادا کرتی تھی جس کی کیفیت جاننے والے ہی جانتے ہیں جب بھاشا سے اُردو پیدا ہوئی تو اُس کے مالک اُن لوگوں کی اولاد تھی جو اہل میں فارسی زبان رکھتے تھے۔ اسی واسطے انہوں نے تمام فارسی جہڑن اور فارسی کے دل چسپ اور رنگین خیالات اور اقسام انشا پر دازی کا فوٹو گراف فارسی سے اُردو میں اُتار لیا۔ تعجب یہ ہے کہ اس نے اس قدر خوش ادائی اور خوشنمائی پیدا کی کہ ہندی بھاشا کے خیالات جو خاص اس ملک کے حالات کے ہو جتے انہیں بھی مٹا دیا چنانچہ خاص و عام پچھٹے اور کوٹیل کی آواز اور چنبیا چنبیلی کی خوشبو کو بھول گئے۔ ہزار وکیل اور سرین و سنبل جو کبھی دیکھی بھی نہ تھیں اُن کی تعریفیں کرنے لگے۔ رستم و اسفندیار کی بہادری کو ہالوندا اور بے ستون کی بلبندی چچون سچون کی روانی نے یہ طوفان اُٹھایا کہ ارجن کی بہادری ہمالیہ کی ہری ہری پہاڑیاں برف سے بھری چوٹیاں اور گنگا جمن کی روانی کو بالکل روک دیا۔

ہمیں شک نہیں کہ ایک اعتبار سے ہمیں فارسی زبان کا مضمون احسان ہونا چاہیے۔  
 کہ اس کی بدولت ہمارے کلام میں بلند پروازی اور جوش و خروش کا زور پیدا ہو گیا  
 اس کی استعارہ اور تشبیہوں سے بہت سے نازک اور لطیف خیالات کے ظاہر ہو گئے  
 قوت ہو گئی لیکن یہ خیالات فارسی کی نظم و نثر سے آتے ہیں جہاں کے چمن میں باریک  
 باریک استعاروں کی نسیم خوشبو پھیلاتی ہے۔ اور لطیف لطیف تشبیہوں کی شبنم  
 شاداب کرتی ہے اس لئے انہیں پھولوں کا عطر اس زبان میں آیا۔ بیشک انکی  
 بلند پروازی اور نازک خیالی جس درجہ پر ہے اُس کی حد نہیں۔ لیکن اصل مطلب کو  
 وضو نہ دو تو باریکی اور تاریکیئے الفاظ اور استعاروں کے اندھیرے میں ایک جگنو ہے  
 کہ کبھی چمکا اور کبھی غائب!۔ اے گلشن فصاحت کے باغیانو! فصاحت اسے نہیں  
 کہتے کہ مبالغے اور بلند پروازیوں کے بازوؤں سے اڑے اور قافیہ کے پروں سے  
 فرو کرتے گئے لفاظی اور شوکت الفاظ کے زور سے آسمان پر چڑھتے گئے اور استعاروں کی  
 تہ میں ڈوب کر غائب ہو گئے۔ فصاحت کے معنی یہ ہیں کہ خوشی یا غم کسی کی غمت  
 یا نفرت کسی سے خوف یا خطر یا کسی پر قہر یا غضب غرض جو خیال ہمارے دل میں ہو  
 اُس کے بیان سے وہی اثر وہی جذبہ وہی جوش سننے والوں کے دلوں پر چھا جائے  
 جو اصل کے مشاہدہ سے ہوتا۔ بیشک مبالغہ کا زور تشبیہ و استعارہ کا نامک زبان  
 میں لطف اور ایک طرح کی تاثیر زیادہ کرتا ہے لیکن نامک اتنا ہی چاہئے جتنا نامک  
 نہ کہ تمام کھانا نامک۔ تشبیہ و استعارہ ہمارے مطلب میں ایسے ہونے چاہئیں جیسے  
 کسی محرکہ یا دربار یا باغ کی تصویر پر آئینہ کہ اس کی کیفیت کو زیادہ روشن کرے نہ اتنے  
 آئینے کہ تصویر کا اصلی حال ہی نہ دکھائی دے۔ تب اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ہیں چاہئے کہ اپنی ضرورت کے بموجب استعارے اور تشبیہ اور ضامقوں کے اختصار  
 قافیہ سے لیں اور سادگی اور اظہار صلیت بھاشا سے سیکھیں۔ لیکن پھر بھی فصاحت  
 چاہی نہیں کیونکہ اب رنگ زمانہ کا کچھ اور ہے اور آنکھیں کھولینگے تو دیکھینگے کہ قصا  
 و بلاغت یا عجائب خانہ کھلا ہے جس میں یورپ کی زبانیں اپنی اپنی تصانیف کے  
 گلدستے، تار، طرہ، ہاتھول ہیں لئے حاضر ہیں۔ اور ہماری نظم خالی ہاتھ کھڑی  
 الگ نہ دیکھ رہی ہے لیکن اب وہ بھی منتظر ہے کہ کوئی صاحب ہمت ہو جو میرا  
 ہاتھ پکڑے آگے بڑھائے۔ اے میرے اہل وطن! اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری  
 نظم کو سامان آرائش سے مفلس کہتا ہوں۔ نہیں اسٹ اپنے بزرگوں سے لمبے لمبے  
 خلعت اور بھاری بھاری زیور سیراٹ پائے۔ مگر کیا کرے خلعت پُرانے ہو گئے اور  
 زیوروں کو وقت نے بے رواج کر دیا۔ تمہارے بزرگ اور تم ہمیشہ سے نئے مضامین  
 اور نئے انداز کے موجد رہے مگر نئے انداز کے خلعت اور زیور جو آج کے مناسب  
 حال ہیں وہ انگریزی صندوقوں میں بند ہیں۔ کہ ہمارے پہلو میں دھرتے ہیں اور  
 ہمیں خبر نہیں۔ ناں صندوقوں کی گنجی ہمارے ہموطن انگریزی والوں کے پاس ہے  
 اب مجھے دوسری طرف متوجہ ہونا واجب ہے یعنی اے انگریزی کے سرمایہ دارو!  
 تم اپنے ملک کی نظم کو ایسی حالت میں دیکھتے ہو اور تمہیں افسوس نہیں آتا۔ تمہارے  
 بزرگوں کی یادگار عنقریب سٹا چاہتی ہے۔ اور تمہیں اس کا درد نہیں آتا۔ اپنے  
 خزانوں اور نئے توشہ خانوں سے ایسا بندوبست نہیں کرتے جس سے وہ اپنی  
 حیثیت درست کر کے کسی دربار میں جانے کے قابل ہو یہ وطن کا فرض ہے کہ قرض  
 سے زیادہ اس کا ادا کرنا واجب ہے ۛ



بجاشا پر جو فارسی نے اثر کیا اور اُس سے نظم اور انشائے اردو نے خاص لطافت  
 حاصل کی۔ وہ اُن لوگوں کی بدولت حاصل ہوئی کہ بجاشا اور فارسی دونوں سے  
 واقف تھے۔ تم خیال کرو کہ جو اس وقت بجاشا اور فارسی کا حال تھا۔ آج بعینہ اُس  
 اور انگریزی کا حال ہے۔ پس اس کی نظم میں اگر انگریزی کے خیالات کا پر توہ  
 حاصل ہوگا تو انہیں لوگوں کی بدولت ہوگا جو دونوں زبانوں سے واقف ہو گئے  
 اور سمجھیں گے کہ انگریزی کے کون سے لطائف اور خیالات ایسے ہیں جو اُردو کی واسطے  
 زیور زیبائش ہو سکتے ہیں۔ اے میرے اہل وطن! مجھے بڑا افسوس اس بات کا  
 ہے کہ عبارت کا زور مضمون کا جوش و خروش۔ لطائف و ضائع کے سامان۔ ہتھاکر  
 بزرگ اس قدر دے گئے ہیں کہ تمہاری زبان کسی سے کم نہیں۔ کمی فقط اتنی ہے  
 کہ وہ چند بے موقع آحاطوں میں گہر کر محصور ہو گئے ہیں وہ کیا؟ مضامین عاشقانہ  
 ہیں جب میں کچھ وصال کا لطف۔ بہت سے حسرت و ارامان۔ اس سے زیادہ ہجر  
 کار و نا۔ شراب ساتی۔ بہار خزاں۔ فلک کی شکایت اور اقبال مندوں کی خوشام  
 ہے۔ یہ مطالب ہی بالکل خیالی ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسے پیچیدہ اور دور دور  
 کے استعاروں میں ہوتے ہیں کہ عقل کام نہیں کرتی۔ وہ اسی خیال بندی اور  
 نازک خیالی کہتے ہیں۔ اور فخر کی مویچوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ان  
 محدود دائروں سے ذرا بھی نکلنا چاہیں۔ تو قدم نہیں اٹھا سکتے یعنی اگر کوئی  
 واقعی سرگزشت یا علمی مطلب یا اخلاقی مضمون نظم کرنا چاہیں۔ تو اس کے بیان  
 میں بد مزہ ہو جاتے ہیں۔ پس میں اس سے زیادہ کیا افسوس ہوگا کہ ہم اپنے  
 زوروں کو بے اہل اور معدوم باتوں میں ضائع کرتے ہیں۔ اور جو اہر کے خزانے

کام کی جگہ نہیں لگا سکتے۔ بے جگہ لٹاتے ہیں۔ کیسی حیرت آتی ہے جب میں  
 زبان انگریزی میں دیکھتا ہوں کہ ہر قسم کے مطالب و مضامین کو نشر سے زیادہ  
 خوبصورتی کے ساتھ نظم کرتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ کلام میں جان ڈالتے ہیں  
 اور مضمون کی جان پر احسان کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں کیا؟ سُن کر ترسیں۔ اپنے  
 تئیں دیکھ کر شرمائیں۔ کاش ہم جو ٹوٹی پھوٹی نثر لکھتے ہیں اتنی ہی قدرت نظم  
 پر بھی ہو جاوے۔ جس کے اعلیٰ درجہ کے نمونے انگریزی میں موجود ہیں۔ پھر  
 بھی ہم دیکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ ردیف و قافیہ کے ساتھ ایسی دل پسند بجزیں  
 اور نازک خیالیوں کے سامان ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں کہ اگر سمت کریں تو کسی  
 نیچھے نہ رہیں۔ اے میرے اہل وطن! ہمدردی کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں جب  
 مجھے نظر آتا ہے کہ چند روز میں اس رائج الوقت نظم کا کتنے والا بھی کوئی نہ رہیگا۔  
 وجہ اس کی یہ ہے کہ بسبب بے قدری کے اور کتنے والے پیدا نہ ہونگے  
 کئی پُرانی موتیں باقی ہیں وہ چراغ سحری ہیں۔ انجام یہ کہ زبان ہماری ایک  
 دن نظم سے بالکل محروم ہوگی۔ اور اردو میں نظم کا چراغ گل ہوگا۔ میرے اہل وطن!  
 آؤ! آؤ! برائے خدا اپنے ملک کی زبان پر رحم کرو۔ اٹھو اٹھو وطن اور اہل وطن  
 کی قدیمی ناموری کو بربادی سے بچاؤ۔ تمہاری شاعری جو چند محدود احاطوں  
 میں بلکہ چند رنجیروں میں مقید ہو رہی ہے۔ اس کے آزاد کرنے میں کوشش کرو  
 نہیں تو ایک زمانہ تمہاری اولاد ایسا پائیگی۔ کہ اُن کی زبان شاعری کے نام سے  
 بے نشان ہوگی۔ اور اس فخر آباؤی اور بزرگوں کی کمائی سے محروم ہونا پڑے  
 افسوس کا مقام ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سروسٹ یہ کام کچھ مشکل ہے کیونکہ

ان محدود آحاطوں میں جو کچھ موجود ہے وہ ڈیڑھ سو برس سے آجتک بڑے بڑے سحر الہی  
 فصیحوں نے شام کو صبح اور صبح کو شام کر کے پیدا کیا ہے۔ دلوں کے خون اور دماغوں  
 کے روغن پسینہ کر کے بہائے ہیں۔ جب یہ دل پسند خیالات شستہ الفاظ پاکیزہ  
 ترکیبیں خوشما ترشیں مضمون کی گرمیاں۔ انداز کی شوخیاں پیدا ہوئی ہیں کہ  
 سننے والوں کے کانوں میں رس ڈالتے ہیں۔ اگر کوئی سموزوں طبع چاہے کہ عام چیزیں  
 جو آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ان میں سے جسکو چاہے لے لے۔ اور ان پر شاعری  
 خرچ کر کے وہی لطف کلام میں پیدا کر لے تو آج نہایت مشکل بات ہے۔ تمام عالم کی  
 تقریغیں اور ہمارے شکر بیٹے ان مزاروں پر پھول برساتے ہیں۔ جن کے سونے والوں  
 نے انہیں چھوٹے چھوٹے آحاطوں میں وہ کچھ کیا کہ سالہا سال چاہتے جو ویسی لوگ پیدا  
 ہوں۔ ویسی کوشش کدس اور ویسی ہی لطیف اور خوش آئند انداز ان میں پیدا ہوں  
 تو بھی یہیں مایوس ہونا نہ چاہئے۔ اگر کوشش کرینگے تو ہم بھی کچھ نہ کچھ کر رکھینگے کیونکہ  
 دلی دن بھر میں گلزار نہیں ہوگئی تھی۔ اس سے بڑھکر یہ ہے کہ وہ مضامین جو اب تک  
 ان آحاطوں کو آباد کر رہے ہیں وہ خود اس قیامت کے مضمون میں جنہیں شیطان ملوں  
 نے اپنے سارے مزے کوٹ کوٹ کر بھرویئے ہیں۔ اگر کسی شاعر کی زبان میں قدرتی لذت  
 کم ہو۔ تو بھی مضامین مذکورہ اپنی گرمی سے رنجاک کی طرح شعر کو لے اُڑتے ہیں البتہ عام  
 مضامین میں ایسی چپک دمک پیدا کرنے کیلئے ایک قدرتی قوت زبان و بیان  
 کی اور اصلی فصاحت اعلیٰ درجہ کی چاہئے۔ تب ہر ایک مضمون کو ویسا ہی گرمائے۔  
 جس سے سننے والے کا دل پھٹک کر لوٹ جائے۔ اگرچہ مدت سے مجھے اور کثر اہل  
 وطن کو اس کا خیال ہے مگر اب تقریریں آنے کا باعث یہ ہے کہ دیکھتا ہوں آجکل

ہماری گونڈنٹ اور اُن اراکین کو اس طرف توجہ ہوئی ہے جن کے دل ہماری  
تعمیم کا ذمہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ حق پوچھو تو ہمارے انشا کے ستارہ اقبال کی سہارا  
سماعت ہے۔ اس موقع پر ہماری تھوڑی کوشش بھی بہت سا اثر کرے گی۔

میرے اہل وطن! تمہاری جماعت دو فرقوں سے مرکب ہے۔ ایک ہندو ایک  
مسلمان تم جانتے ہو کہ ہندو کون ہیں؟ ہندو وہ ہیں کہ آج ہم جس بات کی آرزو  
کرتے ہیں وہ اُن کی زبان کا اصلی جوہر ہے اگر بھاشا ہے تو وہ اصلی حالتوں کے  
ادا کرنے میں سب پر فائق ہے۔ سنسکرت کی قوت نظم خود حد بیان سے باہر ہے۔  
کیونکہ مضامین شاعرانہ و کمنار اس نے تیج سے لیکر جغرافیہ طلب منطق۔ فقہ تک  
جس علم کو لیا نظم کی جہت میں کھینچ لیا۔ دوسرا جزو مسلمان ہیں جن کی اصل عرب و عذری  
وہ زبان ہے جس میں مرد تو بالائے طاق گھروں کی عورتیں بلکہ لونڈیاں جب اپنی  
جوش تقریر پر آتی تھیں تو ان کا کلام ایک پر زور نظم ہو جاتا تھا۔ کیا یہ افسوس کی  
بات نہیں کہ ایسے بزرگوں کی اولاد اپنے بزرگوں کی میراثوں سے محروم ہو گیا یہ  
حیف کی جگہ نہیں کہ آج ہماری زبان حرف تاثیر سے خالی ہو؟ کیا یہ سچ کی جگہ  
نہیں کہ اوروں کے سامنے ہماری زبان ضعیف بیانی کے ساتھ ہزار نقصوں سے  
مطعون ہو؟ اے خاک ہندوستان! اگر تجھ میں امر القیس اور لبید نہیں تو کوئی  
کا لبید اس ہی نکال۔ اے ہندوستان کے صحرا و دشت فردوسی و سعدی نہیں  
تو کوئی و المیک ہی پیدا کر دو۔

## قصہ ہند حصہ دوم

قلعہ دہلی۔ جب جاہ و شہر کے ہجوم کے لئے آگرہ اور دہلی کے قلعوں میں گنجائش نہ رہی۔ تو دہلی میں ایک نیا قلعہ بنوانا شروع کیا کہ قلعہ آگرہ سے دو چند اور ناہور سے چند در چند زیادہ ہو چنانچہ کروڑ روپیہ کی لاگت سے دس برس میں بنکر تیار ہوا۔ میر عمارت نے عرضی لکھی خود بدولت ہوا دار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے۔ قلعہ کو ملاحظہ کیا۔ سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کے گڑنگ اُسپر سنگ مرمر کے حاشیہ کا نرالا ڈھنگا بُرجیاں فصیلیں غولیں خوشنما۔ عمارتیں اور باغوں کی نہر میں ایسی دلکشیاں اگر بے مبالغہ بھی ایک ایک کی نقل بھی جائے تو ایک دفتر آراستہ ہو جائے۔ کل قلعہ کا نقشہ دیکھو تو کاغذ پر ایک بہشت پہلو پھول نظر آتا ہے غرضکہ جشن کا سامان شروع ہوا۔ دیوان عام کے سامنے وہ شامیانہ کہ جس کا نام دل بادل تھا اور دیوان خاص کے میدان میں سہا منڈل خمیدہ استاد ہوا جس کا کلس خمیدہ فلک کے پاز نکھاجاتا تھا۔ یہ بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے تھے۔ اور ہزاروں گرہنشینے کشمیر کے اور محل زرباف گجرات کے ان پر خچ ہوئے تھے دونوں سو نیکے ستونوں اور چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے۔ ان کے آگے خوشنما شامیانہ نے اطلسی اور زربافی سنہری روپری چوبوں پر تانے گئے۔ ایوان عالی جس طرح طفلانی چھت کی مینا کاری گونا گوں تھا ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارس کی کھوابوں سے پو قلموں تھا۔ صدر سے

لیکریا انداز کے ایک ایک مکان تک درو دیوار کو مٹھل زر بآفت باد کہ مخواب پر دہے  
فرنگی دیباٹے رومی اطلس چینی سے نگار خانہ چین کرویا۔ صد میں تخت طاؤس سجایا گیا  
تخت طاؤس۔ نمونہ عجائبات دنیا کا تھا۔ کروڑ روپیہ کہنے کو تو دو لفظ اور  
ایک بات ہے۔ مگر خیال کرنا چاہئے کہ آج اس قدر سونے اور جواہرات کے لئے  
کس قدر دریا اور پہاڑ اٹھنے پڑتے ہیں پشت کا تختہ جس پر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھا تھا  
دس لاکھ روپیہ کا تھا۔ بارہ مربع ستونوں پر موقوف مٹھریں۔ اور جڑاؤ مینا کاری کی  
چھت دھری تھی۔ چھت سے پائے تک خالص کھنڈن اور آبدار جوہر سے جگمگ  
جگمگ کر رہا تھا۔ او تین بیڑھی بلند چوڑے پر یہ عالم تھا گویا ایک ستارہ کا ٹکینہ  
کہ انگوٹھی پر دھرا ہے۔ اسکے رکار کے محراب پر ایک تخت طلائی بھاری دھرتھا  
جسے سبزہ و الماس سے سربز اور لال و یاقوت سے گلزنگ کیا تھا۔ ادھر ادھر کے  
رنگارنگ کے جواہرات سے مصع دو مورچہ پنج میں موتیوں کی تسبیحیں لئے اس طرح  
کھڑے تھے۔ گویا اب ناچنے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں چتر زرنگار جنہیں  
موتیوں کی جھال جھلکاتی تھی۔ آگے ایک شامیانہ کہ جواہرات اور موتیوں کی گلابری  
سے دریا ئے نور کی طرح لہراتا تھا اور ایک لاکھ روپیہ کی لاگت میں تیار ہوا تھا۔  
سونے روپے کی چوہوں پر استادہ تھا گرد اس کے کرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے  
مرتبہ سے سجی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب کے لئے کئی کئی گز تک حاشیہ  
چھوڑ کر چاندی کا کٹھن ایسا نواں لگا تھا کہ جس کی مینا کار جابلیاں مرغ نظر کو شکار کرتی  
تھیں۔ عرض دربار آراستہ ہوا۔ مگر اقبال کا رعب و اب دیکھ کر قدرت خدا یاد آتی  
تھی چنانچہ کٹھن کے باہر اول بھین ویسا رشا نہر اوسے والا تبار بعد انکے راجہ مہاراجا



ملک ملک کے حاکم امیر و وزیر اپنے اپنے حیدر لئے کھڑے مگر کام فرمانبرداران کی  
 آنکھیں بین پر اور گوش دل اپنے فراں روا کے حکم پر لگے تھے۔ ہر ایک در میں  
 دو دو خاص بر دار محل کی غلاف وار بند و قیں کندھوں پر۔ باد نے کی جھنڈیاں  
 ہاتھوں میں لئے۔ بت بنے ہوئے قائم تھے۔ باہر کے دالان میں اور عدد و مناصب  
 حکم کے منتظر حاضر تھے۔ اس سے آگے کے دروں میں تین تین حبشی جیسے کالا پہنا  
 آنکھیں لال لال۔ زربفت کی درویاں پہنے۔ ہتھیاروں میں اُوچکی بنے۔ گرز  
 فولادی محمد رسول پر۔ باد لے کی ہر قیں ہاتھوں میں۔ تیسرے در میں اہلکار  
 اور ہر کارخانہ کے کار و آزمینشی متصدی۔ قلمدان کمر میں۔ بستے آگے رکھے سوچ  
 تھے۔ اور دروں میں سپاہی ننگی تلواریں علم کئے۔ قد آدم چاندی کے کٹہرے سے  
 لگے۔ خاموش کھڑے تھے۔ باہر تیس گز کا فاصلہ دیکر پھر چاندی کا کٹہر کھڑا  
 تھا۔ اور اس کے برابر بہادر سپاہی خاص بادشاہی جن میں وائیں ترک۔ بایں  
 پرافغان۔ سامنے راجپوت۔ اپنی اپنی درویاں پہنے۔ سنہری رُپہلی بقیق ہاتھوں  
 میں لئے جھے تھے۔ یہاں سے دروازہ تک سواروں کے پرے دور سے پابستہ  
 آراستہ تھے۔ جو درباری لوگ آتے۔ پہرے پہرے پر اپنے اپنے نام و نشان  
 بتاتے اور آگے چلے جاتے۔ مگر بدبہ و بدبخت کا یہ عالم تھا کہ ہوش و حواس  
 کے قدم تھر تھراتے تھے۔ دربار میں پہنچ کر تین سلام گاہوں پر تسلیم سجالاتے تھے۔  
 جب نقیب آواز دیتا تھا کہ آداب سجالاؤ۔ جہاں پناہ بادشاہ سلامت !  
 عالم پناہ بادشاہ سلامت ! تو دل سینوں میں دہل جاتے تھے۔ کٹہرے کے پاس  
 کورنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض اول شاہزادوں کی تدریس گذر نی

شروع ہوئیں۔ ہر ایک کو خلعت اور ترقی منصب کے احکام سنائے گئے۔ سحرالہریر  
 وزیر عظم کو ہفت ہزار سے ہفت ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔  
 عجرت۔ دربار میں یہ شان پروردگار آشکارا تھی کہ دفعتاً بادشاہ آبدیدہ ہوئے  
 اور دونو ماتھے فاتحہ کو اٹھائے۔ ساتھ ہی سب اہل دربار نے ماتھے اٹھائے۔ مگر  
 پاس آداب کوئی شخص جرأت سوال کی نہ کر سکا۔ بعد فاتحہ کے خود بادشاہ نے کہا کہ  
 اے بندگان باخلاص! جو خیال اس وقت میرے دل میں گذرا۔ اس کا اظہار  
 تم پر بھی واجب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ فرعون نے ایک ابنوس اور ہاتھی  
 دانت کے تخت پر بیٹھ کر دعویٰ خدائی کا کیا۔ میں اس سے لاکھ مرتبہ عجز و نیاز  
 کے ساتھ عبودیت الہی کا اقرار کرتا ہوں۔ یہ کمکر اٹھا اور دو گنا شکرانہ کا سجا کر  
 ویر تک پیشانی کو زمین نیاز پر ملتا رہا وقت کی تاثیر سے دربار میں سنائے کا عالم  
 ہو گیا۔ سب کے دل آب ہو گئے۔ اور سینوں کے ولولوں نے دم گرم سے اس  
 ایوان میں ایک گونج پیدا کی۔ بادشاہ سجدہ سے اٹھ کر دوبارہ مسند پر بیٹھا ملک و شہر  
 نے قصیدہ مبارکباد پڑھا کسی باکمال نے کبت سنائے۔ کوئی اشرفیوں میں تلاء۔  
 کسی کا منہ موتیوں سے بھرا گیا۔ اتنے میں غلامان خاص جو اہر کا خوان ہتھول  
 میں لئے آئے۔ جن کے جواہر نگار حوالوں میں موتیوں کی جھالریکتے تھے۔ میر و دربار  
 اشارہ کیا۔ اشارہ کے ساتھ ہی سونے روپے کے پھول اور جواہرات کا مینہ  
 چھم چھم برسنے لگا۔ جشن ماہتابی۔ رات کو جشن ماہتابی ہوا کہ تمام دیوان  
 عام ایک بقیعہ نور نظر آنے لگا۔ فرش میں سفید مخملیں سفید ہی قالین دیواروں  
 پر براق طلپیں زر لفت و کجواب کے پروے مگر وہ بھی رو پہلے۔ آرایش کے

سامان روشنی کے سب لوازمات موجود۔ مگر تمام بلور اور شیشے سفید۔ سامنے  
 چمن میں درختوں کے پھول پتے تمام سفید۔ روشوں پر گھاس سفید و دربار کا  
 لباس سفید۔ یہاں تک کہ انگوٹھی بھی چاندی کی اسپر بھی لباس سفید۔  
 غرض کہ زمین سے آسمان تک نور کا عالم تھا۔ اور دریائے مہتاب لہرانا نظر آتا تھا۔  
 چند رمان کے ٹکا کے جشن میں نو دن باقی تھے۔ اس نئے نو دن تک برابر جشن کے  
 انعام و اکرام جاری ہے۔

## بہارِ بخیرال

آج قلم کا دماغ پھولوں کی خوشبو سے معطر ہے۔ کاغذ کا صفحہ آنکھ کی سپیدی کی طرح سُور ہے۔ نظر کا تارنگہ کارشتہ نگہ بستہ کی مانند بہارین ہے۔ کیونکہ مجھے ایک باغ اور مکان کی صفت لکھنی منظور ہے جس کے سیر کے چشم مردم میں نور ہے۔ اس کے صحن و والان میں قدرت خدا کا گل کھلا ہوا ہے۔ چمن و میدان میں سخت صانع کا تماشا ہے۔ وہ کون مکان؟ اور کیسا گلستان؟ جو شاہ جہان سے بادشاہ عالیجہاد کا قیام گاہ ہے۔ کون قصر اور کیسا ایوان جو جناب عالیہ بادشاہِ گیم کا آرام گاہ ہے۔ جہاں یہ مہتاب و آفتاب سوتی ہیں۔ چاند و سورج دو نورات دن اُس زمین کے نثار ہوتے ہیں۔ تاج بی بی کا روضہ دنیا میں مشہور ہے اور ہر چمن اُس کا شمیمِ خست سے معمور ہے۔ اکبر آباد کیا سارے ہندوستان کو اس مکان سے عزت ہے۔ ہندوستان کیا تمام روئے زمین کو اس سے زینت ہے۔ اس چمن کی ہوائ نے جو کلیوں کی بُو باس خیال کے دماغ کو معطر کر دیا تو باغ کی فضا نے وہاں نگاہ کو وہاں گلچین کی طرح پھولوں سے بھر دیا۔ سبحان اللہ کیا روضہ ہے جس کے لطیف و لطافت سے ضوانِ روضی و خوشنود ہے۔ بارک اللہ کیا باغ ہے جس میں بہشت کی بہرمت موجود ہے سورج اُس باغ کا ایک زر و آلو ہے۔ چاند اُس چمن کا ایک گلِ شبنم ہے۔ دروازہ کی بلندی دیکھنے کو اگر آسمان سر اٹھائے تو اس کو آفتاب کی کپڑی سنبھالنی دشوار ہو جائے۔ بازوؤں سے

محراب کی چوٹی تک سورہ چوب قلم سے لکھا ہے عقل اس طلسمات سے  
 حیران ہے۔ کہ ہر حرف جیسا نزدیک سے نظر آتا ہے ویسا ہی دور سے۔ اس  
 فن کے مبصر نظر انصاف سے دیکھیں یہ بات کیسی شگن اور کس طرح کی تقسیم مل  
 ہے! سنگ مرمر سنگ موسیٰ کی پچھے کاری کشتے یا آکھ کی سفیدی پرتلیوں کی سیاہی  
 حرف ہیں یا قرص کا فور پر شک کے دانے لفظ ہیں یا لوح الہام پر نیلم کے نگینے  
 مینا یا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہے کہ یہ خم دیکھئے اور اس بارگاہ سے ہر سیکھ  
 دعویٰ اور دم دیکھئے۔ خم محراب ابرو سے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر جا کر ذرا ہمارا عالم  
 دیکھئے نہیں نہیں پہلے تو اس کو یہاں طاق پر رکھ دیجئے تب آگے قدم بڑھا ہے۔  
 سیر سے سیر ہونا تو نگاہ کے ہاتھ ہے لیکن حیرت ہر قدم کے ساتھ ہے۔ دور وہ سرو  
 وخت جو انان سبز رنگ کی طرح جو بن سے اکڑتے ہیں یا خوبان سبز پوش کھڑے  
 انگرٹیاں لے رہے ہیں۔ نشو و نما جو ہر شے کو بڑھاتی ہے۔ شاید سرو کے لباس  
 میں کمر بستہ یہاں آتی ہے۔ یا آب و ہوا کی لطافت سے سرو کے پردے میں  
 آپ بڑھی جاتی ہیں۔ قطاروں کے بیچ میں ایک حوض طویل ہے گویا فی سبیل  
 سبیل ہے۔ صاف پانی سے پھرا ہوا ہے۔ ہر سرو کے مقابل ایک ایک فوارہ  
 چھوٹ رہا ہے۔ ادھر زمرہ کے فوارہ کا سرو نے نقشہ اڑا لیا ادھر پانی کے  
 فوارہ نے ہیرے کو پانی کر کے بہا دیا۔ آئینہ برج حوض کو دیکھ کر حیرت میں آیا ہے نگاہ کا  
 قدم پسلا جاتا ہے۔ ہر بہشت اس کا خزانہ ہے۔ آئینہ اس کا آبدار خانہ ہے۔ بلکہ  
 آئینہ میں یہ روانی کہاں؟ اور وہ موجوں کے سلسلہ جنبانی کہاں؟ پانی اس کا  
 دو وہ سے زیادہ مصفا۔ برف سے زیادہ ٹھنڈا چونہ شیر شست ہو جاوے تو رواں

پتھر ترخ و رہشت بن جائے تو بجا جب نوارے چھوٹتے ہیں گویا آسمان سے تارے  
 ٹوٹتے ہیں۔ پانی کی زمین۔ پانی کا درخت۔ پانی کے پھل پھول خدا کی قدرت ہے  
 آئینہ کے چشمے سے موج کا چلنا۔ ہوا سے لڑنا۔ معلق اچھلنا عجیب حکمت ہے روضہ  
 سے پہلے حوض ہے۔ جائے غور و غوض ہے۔ عقل نے دریائے فکر میں غوطہ لگایا  
 تو اس نکتہ کی تہ کو نہیچھی بھید یہ ہے کہ نگاہ پہلے نکھا کر پاک ہو لے۔ تب روضہ کے  
 طواف کی آرزو کرے۔ ناطقہ پہلے اُس آبِ مطاہر سے کلیاں کر لے تب بہار کی  
 صفت میں گفتگو کرے۔ اس حوض کی یاد میں دریا کی سپلی پھڑکتی ہے۔ سینہ میں  
 آگ بجھکتی ہے۔ جوش کھا کر دیکھنے کو آتا ہے۔ مگر دیوار سے سر ٹکرا کر بچھ جاتا ہے جدھر  
 اُسکھ اٹھائیے بیلا چنبیلی۔ موتیا۔ موگرا۔ جوٹی۔ کیتگی۔ کیوڑہ۔ گلاب۔ سدا بہار  
 گینڈہ پھبک رہے ہیں۔ جہاں خیال دوڑائیے واؤ دی۔ گل عباس گل منیدی  
 ناز بوگل زنبق گل رعنا گل دنگ گل چاندنی شبو کلفہ سیوتی دوپہری سوج مکھی  
 نافران۔ سون۔ نرگس مہاک۔ رہے ہیں قسم قسم کے رنگ برگ کے پھول پھول  
 رہے ہیں۔ پیارے پیارے پرندے شاخ شاخ پر جھول رہے ہیں۔ بھانت بھانت  
 کے سہانے درخت صبح و شام کو اُن پر دھوپ چھانوکا عالم۔ پتوں پر شبنم کی طراوت  
 اور نم چڑیوں کی غل جھپوں کی آپس میں چھٹیر چھٹل۔ نوجوانوں کے غول سمجھولوں  
 کی نہی ٹھول کہیں گل کی تھتھے کہیں بلبل کی چھپے اُدھر موروں کا شور اُدھر  
 مستوں کے جٹوں کا زور۔ وٹاں کوئل کوک اٹھتی ہے تو سینوں میں ہوک اٹھتی  
 ہے۔ پیچھا چوبو لاپی کہاں۔ تو پھر یہاں بدن میں جی کہاں؟ دیر کی نہی نہی دھن ہے  
 یہاں جامہ حیات سے اُدھیڑ بن ہے۔ طوطی کی جو بات ہے۔ نبات ہے۔ مینا کو



شیریں کامی سے کام ہے۔ ناکاموں کا کام ہی تمام ہے۔ جگنو کو چکنا تختوں کا  
 لکنا۔ پھولوں کا مکنا۔ کیوں کا پھینکا۔ غنچوں کا چنگنا۔ دونوں وقت کا ماننا۔  
 شبو کا کھلنا۔ سنبل کا بال بھٹیڑنا۔ پھلیوں کا حوض میں تیرنا۔ سبج نسیم کا چلنا۔ سبز  
 کا لکنا۔ چڑیوں کا چھپنا۔ پرندوں کا جھولنا۔ شفق کا پھولنا۔ گلزار خیال کا  
 تماشا دکھانا ہے یہ سادہ کھجور کوئی پھول کی مانند پھولا نہیں سکتا۔ کوئی بوئے گل کی طرح  
 جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے۔ بیلکا بیلکا گل کو کھینچتا ہے چنبیلی کی البیلی وضع پر  
 روح شیدا ہے۔ مہیندی کے ٹیٹوں پر چاندنی بوٹ بوٹ ہے چاند کے سینہ پر داغ  
 اور دل میں چوٹ ہے۔ لالہ لعل سے بہتر سبزہ زمرہ کا ہمسرہ کیاریوں کے کنارے  
 بہری دوب۔ کاشانی محل سے خوب و مرغوب۔ درختوں کے تھالے ہیں۔ یاد و جو  
 کے بھرے پیالے۔ آبشار ہے یا آئینہ پشت بدلیوار ہے۔ چادر آب پر جو نقش و نگار  
 ہے تجلیم قدرت کا یادگار ہے مہتاب سرو سے ہم آغوش ہے۔ یا کوئی جوان سبزہ زمرہ  
 بادلبہ پوش ہے۔ گلزار سے لعل انگاروں پر لوٹتا ہے۔ سبزہ کی آسائش سے زمرہ  
 زہر کھاتا ہے۔ لالی آتش کے پرکائے۔ چاند نے سبزہ میں کھیت کیا ہے۔ یا سبز  
 محل پر تعیش کتر کے چھڑک دیا ہے۔ خیابان میں کھنے کے پھول پتے سبز بونٹیوں کا  
 قالیچہ بچھا رہے ہیں۔ ہارنگھار کی ٹککاریاں ہیں یا آگ کی چنگاریاں ہیں ہیر پٹیاں  
 رنگیتی ہیں۔ یا ایا قوت کا خون بہ رہا ہے۔ چمن میں لالہ زار ہے۔ یا شعلہ چنار ہے  
 آب و ہوا کی لطافت سے عجب نہیں۔ موتی صدف سے موتیا کی کلی کی طرح کھل کر  
 نکل آئے۔ خارا ہے سبزہ جو جدے۔ شلخ آہو ٹکر لے آئے۔ میوے کا نام زبان پر  
 آیا۔ اور ملاوت کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کولہ رنگترہ۔ چکو ترہ۔ لیموں۔ زرد آلو۔

شفاف نور۔ انار۔ سیب۔ بھی۔ انگور۔ اناس۔ ناشپاتی۔ کیلا۔ بیر۔ کرک۔ شریف۔  
 محصل۔ بڑھل۔ آم۔ انبی۔ جامن۔ امرود۔ شہتوت۔ کھرنی۔ مٹوہ۔ کوئی پھل  
 نہیں جو اس باغ میں نہ ہو۔ اور ساگ ترکاری۔ جڑی بوٹی کوئی شے ایسی نہیں  
 جو یہاں کا باغبان نہ بتاتا ہو۔ کہیں کوئے رنگترے سے چمن و صک برتا ہے کہیں  
 جاسن غالسہ سے زمین کی پوشاک اُودی۔ سیدھے آسیب کی رحمت دفع ہوتی  
 ہے۔ یہی فرہی لاتی ہے۔ ناشپاتی روح کو راحت دیتی ہے۔ انار نے خلق کے مُنہ  
 موتوں سے بھرے ہیں۔ شولہ رویوں کے دانت کٹے کرو پٹے۔ صندوانہ مرغ  
 روح کا آشیانہ جس میں ایک ہی جگہ آب و دانہ۔ شہتوت تمام عالم کا قوت۔ انجیر  
 بالکل شکر و شیر۔ امرود حلاوت بے دود۔ آم سے شیر میں لبوں کے ہونٹھوں پر مہر  
 خموشی۔ آگے روضہ نظر آیا تو وہ سماں آنکھوں میں سکایا۔ کہ نہ ویدنی خواب کی آنکھوں  
 سے دیکھا۔ نہ شنیدنے خیال کے کانوں سے سنا۔ الہی! یہ روضہ ہے یا  
 مسکن رضوان۔ صحن چمن ہے یا خلد برین؟ کاشانہ حور ہے یا بقعہ نور۔ آسمان  
 ہے یا زمین۔ سنہری کلس ہے۔ یا سورج کی کرن۔ گنبد ہے یا نور و نار کا نشیمن؟  
 مکان ہے یا جواہرات کی کائن ذرہ ریگ۔ گوہر سلطان۔ سنگ ریزہ۔ ریزہ  
 الماس سے خوش آب کلس کا عکس دیریا میں ہے یا منزل آبی میں آفتاب  
 دیوار میں مُنہ نظر آتا ہے۔ گویا آئینہ ہے چلا کیا ہوا۔ گنبد سے دماغ تازہ ہوتا ہے  
 قرابہ ہے گلاب سے بھرا ہوا۔ طباشیر صُبح کی استرکاری ہے۔ جو یہ نور کا عالم  
 ہے۔ رات کا مشک اور شفق کا زعفران گارے میں ملا یا ہے۔ جو یہ مہک او  
 چمک ہے۔ پنج آفتاب کا عرق پخوڑا ہے۔ جام مہتاب میں ڈالا ہے۔ آب گوہر

سے ملایا ہے۔ جو چوند میں یہ نور و صفا ہے کا قور بہشت شہاب شفق آفتاب  
 کے کھل میں پیسا ہے۔ دامن صبح میں چھانا ہے جو یہ آب و تاب ہے  
 جالیاں ہیں؟ یا پتھر کو موم کر کے بال کتھلم سے کام کیا ہے۔ یا چنبر خیال  
 پر نوک نظر سے کام لیا ہے۔

# زبان گویا

اے میری ٹہیل ہزار داستان! اے میری طوطے شیوا بیان! اے میرے  
 شرجھان! اے میرے کھیل! اے میری زبان! سچ بتا تو کس درخت کی  
 ٹہنی اور کس قسم کا پودا ہے؟ کہ تیرے ہر پھول کا رنگ جدا! اور تیرے ہر پھل  
 میں ایک نیا مزا ہے۔ کبھی تو ایک ساحر فسون ساز ہے۔ جس کے سحر کارو۔ نہ جادو  
 کا آثار۔ کبھی تو ایک اضی جان گداڑ ہے۔ جس کے زہر کی وارو۔ نہ کاٹے کا منتر۔  
 تو وہی زبان ہے کہ بچپن میں کبھی اپنے اوصوے بولوں سے غیروں کا جی لٹھکاتی  
 تھی۔ اور کبھی اپنی شوخیوں سے ماں باپ کا دل دکھاتی تھی۔ تو وہی زبان ہے  
 کہ جوانی میں کہیں اپنی نرمی سے دلوں کو شکار کرتی تھی۔ کہیں اپنی تیز سی سینوں کو  
 فگار کرتی تھی۔ اے میری زبان! دشمن کو دوست بنانا اور دوست کو دشمن کر دکھانا  
 تیرا ایک کھیل ہے جس کے تماشے سینکڑوں دیکھے۔ اور ہزاروں دیکھنے باقی ہیں۔  
 اے میری بنی بات کے بگاڑنے والی! اور میرے بگڑے کاموں کے سنوارنے  
 والی! روتے کو ہنسانا اور ہنستے کو رلانا۔ روٹھے کو منانا۔ اور بگڑے کو بنانا نہیں  
 معلوم تو نے کہاں سیکھا ہے۔ اور کس سے سیکھا؟ کہیں تیری باتیں بس کی ٹپٹیں  
 ہیں اور کہیں تیرے بول شربت کے گھونٹ ہیں۔ کہیں تو شہد ہے۔ اور کہیں  
 حنظل کہیں تو زہر ہے کہیں تریاق!! اے زبان! ہمارے بہت سے  
 آرام اور بہت سی تکلیفیں۔ ہمارے ہزاروں نقصان اور ہزاروں فائدے

ہماری عزت و دولت ہماری نیکنامی بدنامی بہارا جھوٹ سچ تیری ایک ہاں اور  
 ایک نہیں پر موقوف ہے تیری ہاں اور نہیں مئے کروڑوں کی جانیں بچا پئیں  
 اور لاکھوں کا سر کٹوا یا۔ اے زبان تو دیکھنے میں تو ایک پارہ گوشت ہے مگر  
 طاقت تیری قدرت الہی کا نمونہ ہے۔ دیکھ اس طاقت کو رائیگاں نہ کھو اور  
 اس قدرت کو خاک میں نہ ملا۔ راستی تیرا جو ہر ہے۔ اور آزادی تیرا زیور۔ دیکھ اس  
 جو ہر کو برباد نہ کر اور اس زیور کو زنگ نہ لگا۔ تو دل کی امین ہے اور روح کی اپنی  
 دیکھ امانت میں خیانت نہ کر۔ اور روح کی پیغام پر چاشنی نہ چڑھا۔ اے زبان تیرا  
 منصب بہت خالی ہے۔ اور تیری خدمت نہایت ممتاز کہیں تیرا خطا کا شفا ہر  
 ہے۔ اور کہیں تیرا لقب محرم راز علم ایک خزانہ غیبی ہے اور تو اس کی کنجی۔ دیکھ اس  
 قفل کو بے اجازت نہ کھول۔ اور اس خزانے کو بے موقع نہ اٹھا۔ وعظ و نصیحت تیرا  
 فرض ہے اور تلقین ارشاد تیرا کام۔ ناصح مشفق تیری صفت ہے اور مرشد برحق تیرا نام۔  
 خبردار اس نام کو عیب نہ لگانا اور اس فرض سے جی نہ چڑانا۔ ورنہ یہ منصب عالی تجھ سے  
 چھن جائیگا۔ اور تیری بساط میں وہی ایک گوشت کا چھچھڑا رہ جائیگا۔ کیا تجھ کو یہ امیبہ  
 کہ تو جھوٹ بھی بولے۔ اور طوفان بھی اٹھائے تو غیبت بھی کرے اور تممت بھی لگائے۔  
 تو فریب بھی دے اور چیلپیاں بھی کھائے۔ اور پھر وہی زبان کی زبان کھلائے نہیں  
 ہرگز نہیں۔ اگر تو سچی زبان ہے تو زبان ہے ورنہ زبان ہے بلکہ سر سبز زبان ہے مگر  
 تیرا قول صادق ہے۔ تو شہد فایق ہے ورنہ تھوک دینے کے لائق ہے۔ اگر تو راست گفتا  
 ہے تو ہمارے منہ میں اور دوسروں کے دلوں میں جگہ پائیگی ورنہ گدی سے کینچا لگالی  
 جائیگی۔ اے زبان جہنوں نے تیرا کرنا مانا اور جو تیرا حکم بجالائے۔ انہوں نے سخت الزام

اُٹھائے اور بہت پچھتائے۔ کسی نے اُنہیں فزیری اور گارکھا کسی نے گستاخ اور نہ پھٹ  
 اُن کا نام رکھا کسی نے ریا کا ٹھہرایا۔ اور کسی نے سخن ساز کسی نے بد عمد بتایا اور کسی  
 نے عمارتِ غیبت اور بہتان مکر اور افتراء طعن تشنیع گالی دشنام پھکڑ ضلع جگت اور  
 پھبتی غرض دُنیا بھر کے عجیب اُن میں نکلے۔ اور وہ سب کے سزاوار گھرے۔ اے زبان  
 یاد رکھ ہم تیرا کہنا نہ بنینگے۔ اور تیرے قابو میں ہرگز نہ آئینگے۔ ہم تیری ڈور ڈھیلی نہ  
 چھوڑینگے۔ اور تجھے مطلق العنان نہ بنائینگے۔ ہم جان پر کھیلینگے پر تجھے جھوٹ نہ  
 بُوایینگے۔ ہم سر کے بدلے ناک نہ کھوایینگے۔ اے زبان! ہم دیکھتے ہیں کہ گھوڑا جب  
 اپنے آقا کو دیکھ کر محبت کے جوش میں آتا ہے تو بے اختیار ہنسناتا ہے اور کتا جب پیالہ  
 کے مارے بیتاب ہو جاتا ہے تو اپنے مالک کے سامنے دُم ہلاتا ہے۔ سبحان اللہ  
 وہ نام کے جانور اور اُن کا ظاہر باطن یکساں۔ ہم نام کے آدمی اور ہمارے دل میں  
 نہیں اور زبان پر ہاں۔ !!!

الہی اگر ہم کو رخصت گفتار ہے تو زبان راست گفتار ہے اور اگر دل پر تجھ کو اختیار  
 تو زبان پر ہم کو اختیار دے۔ جب تک دنیا میں رہیں۔ سچے کھلائیں اور جب  
 قبر سے دربار میں آئیں تو سچے بنکر آئیں۔

حالی



# غذا

زندگی کا دار و مدار غذا پر ہے۔ آدمی آج کا کثیر المشہور ہے۔ اس گھڑی کی روزانہ کوک یہی ہے۔ سارے کل پُرزے اسی سے چل رہے ہیں۔ جب تک غذا معدے میں پہنچے جاتی ہے شیش کا پنڈولم حرکت کئے جاتا ہے۔ اور دل گردے کی چرخیاں کام دے رہی ہیں۔ سچ پوچھئے تو معدہ وہ عضو ہے کہ تمام راس و رئیس اس خوان کرم کے زکوہ بردار ہیں۔ سارے اعصاب و عضلات اُس کا جھوٹا کھاکر جیتے ہیں۔ جگر کا خزانہ اس کے دست سخاوت سے معمور ہے۔ خون کا دور اس کے دم سے قائم ہے۔ شریانیں اس کے بل پر کودتی ہیں۔ ہاتھ پاؤ اس کے سہارے چلتے ہیں۔ گل سفلی و اعلیٰ اس کے محتاج ہیں۔ اور یہ سب کا سردار ہمارا شکم حلال خدمت گزارِ شہانہ ہے۔ اپنے کام میں سرگرم ہے۔ اور کبھی فرض منصبی میں غفلت نہیں کرتا فقط غذا کا بھوکا ہے۔ وقت و مقدار کے موافق لٹاک و موسم کے مناسب خوراک ملے جائے تو ہماری صحت و حیات کا پورا ذمہ دار ہے۔ وفاق دار اور وفاق سوزا ایسا کہ وقت کا خیال رکھتا ہے۔ گرمی میں جاڑوں کی تزکاریاں نہیں مانگتا۔ جاڑوں میں برسات کے پھل نہیں چاہتا۔ ہندوستان میں سیب سمرقند اور انگور بخارا کی پر نہیں مچلتا۔ شیر خوار بچے کے پاس ہے تو دودھ و دھاری بنا رہتا ہے۔ جب تک دانت نہ نکل آئیں۔ اور چیز پر رغبت نہیں کرتا۔ جوان پلٹن کی خدمت میں ہے تو دن میں پانچ پانچ دفعہ ہضم کرتا ہے۔ جوں چوگ آقا ضعیف ہوتا جاتا ہے اور معاش میں کمی پڑتی جاتی

ہے۔ یہ بھی اپنی خوراک کم کرنا جاتا ہے۔ جوان کابل تنگ دست ہے تو اوّل اوّل  
آنکھیں دکھاتا ہے۔ آخر حق تک !! دم کو لے رہتا ہے۔ دو دو دن کچھ نہیں  
ماگتا۔ بیماری سے اُٹھے ہو۔ طبیعت افسردہ ہے۔ صفا بڑھ گیا ہے جسم میں خون  
کم ہے فرحت کی ضرورت ہے غسل صحت پر ڈالی آئی ہے۔ گونا گون بو قلموں پھل  
سیوے سامنے چنے ہیں۔ یہ آپکانیچرل ڈاکٹر کبھی انار ترش پیش کرتا ہے کبھی نگلتو  
دکھاتا ہے کبھی خوشہ انگور کی طرف اشارہ ہے کبھی آم کو روک دیتا ہے کہ شیریں ہے۔  
مولد صفا ہوگا کبھی جابن کو منع کرتا ہے۔ نہار منہ نہ کھائیے۔ اللہ! اللہ! ایسا ہکارہ  
دہمہ وان ایسا مستعد کار گزار۔ اچھے دنوں میں شیر۔ بُرے دنوں کا رفیق !! ہمیں  
چاہئے اس کی قدر کریں۔ اس کا درواپنا در کجھیں۔ بساط سے زیادہ کام نہ دیں۔  
مقدور محدہ مقدار غذا کا خیال رکھیں۔ مدت ہضم انتہا پہنچ گھنٹہ ہے۔ ایک گھنٹہ  
آرام دیں کہ جفاکش کمیرا پھر تازہ دم ہو جائے یہضم کیواسطے رجحان طبیعت دوران  
خون بھی درکار ہے۔ یہ دو نو متعدد کے مددگار ہیں۔ بعد طعام نہانی نینو مطاع  
ورزش سے طبیعت تائید ہضم نہیں کرتی۔ خون اُڑھ نہیں جاتا۔ اسٹشوں کو  
افسر کی رائے پر چھوڑیں حسن انضباط میں ضرور ہے کہ ہر کام کے لئے ایک وقت اور  
ہر وقت کے واسطے ایک کام ہو۔

غذا میں نہ ایسا تکلف ہو کہ قابض و ملین طبیعت و سرخ ساختہ ہوں۔ نہ ایسی سادگی ہو  
کہ ہمیشہ ایک غذا رہے محدہ نہ پولیکل اسٹینٹ ہے کہ جنگی معاملات کا فیصلہ کیا کر  
نہ زائد تار اللذات ہے کہ ایک غذا کا عادی بن جائے اور اُسی پر بس کر دے۔ سب  
یہ ہے کہ نہ کئی کھا ایک وقت کھائیں نہ ایک کھانا کئی وقت کھائیں۔ خدا کی قدر

دیکھو گرمی میں اکثر ترکاریاں سرد صلیح حرارت میسکن صفا پیدا ہوتی ہیں اور جڑوں  
 میں اکثر گرم اسی طرح سرد ملک میں حیوانی غذائیں اور گرم میں نباتی زیادہ پیدا  
 ہوتی ہیں۔ وہاں کے باشندے انہیں کی رغبت و عادت رکھتے ہیں مغرض پیداوار  
 میں قدر تا مناسبت ہوتی ہے۔ صحت کے واسطے ضرور ہے کہ موسم کامیو فصل  
 کی ترکاری صحت کو پونپچاتے رہیں۔ اور جس جگہ ملازم ہوں جہاں کا پانی پینے و انکی  
 پیداوار غذا میں زیادہ دسل کریں۔ رفتہ رفتہ اسی کے عادی بن جائیں۔ پانی  
 اور غلہ میں بھی مناسبت ہوتی ہے بہت سا ایک بار کھانے سے تھوڑا تھوڑا کئی بار  
 کھانا بہتر ہے۔ چار دن فاقہ کر کے چار دن کی غذا ایک دفعہ کھانا ممکن نہیں مقدار  
 غذا۔ حرارت معدہ۔ مدت ہضم تینوں میں موافقت ہونی چاہیے۔ ویر ہضم مقدار کھانا  
 سے جلد ہی ہضم ہو سکتی ہے۔ کھانے کا وقت معدے سے پوچھیں۔ گھڑی غلط بتا سکتی  
 جو لوگ اس سے مشورہ نہیں لیتے خدا کے گنہگار ہیں۔ اور اپنے دشمن صحت انکو  
 ناگوار ہے۔ اُن کی خود رانی ہر وقت مرض کو پکارتی رہتی ہے کتنی بڑی غلطی ہے  
 اور کس قدر عام ہے کہ لوگ دوا غذا میں تمیز نہیں کرتے۔ وہ نہیں جانتے کہ جو شے  
 جزو بدن ہوتی ہے وہی غذا ہے۔ اسی کی روزمرہ ضرورت ہے۔ میوہ۔ نان  
 گوشت انڈا پھل۔ ترکاری دودھ۔ روغن۔ شکریہی چینی ہیں۔ جو جسم کا بدل  
 مایہ تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے سوا سب چیزیں حالت مرض میں کام آتی ہیں۔ ادویہ  
 کھلاتی ہیں۔ انسان کے فزیالوجی پر غور کرو۔ اور صحیح واقعات عالم کو دیکھو۔ سیاح  
 جزیروں میں جانکے ہیں۔ اور راستہ بھول گئے ہیں تو دریائی جانوروں کے شکار  
 سے پیٹ بھرا ہے۔ اکثر ہندو مہاتماؤں نے پھل پھول پر گزارہ کیا ہے۔ بعضے سب

چیزیں تیاگ کر دودھ پر سہ کرتے ہیں بہت سے مجاہد و متراض صوفیہ کرام نے جو  
 و خرماکو سد رقی بنایا ہے۔ اب جہل و حمق سے دن رات و دائیں بلامرض و بلا وجہ  
 استعمال ہوتی ہیں۔ مرد ہر وقت حقے گڑا گڑاتے ہیں۔ عورتیں زردی کے پھٹکے رتی  
 ہیں۔ کھانوں میں برابر کا مصالحہ نہ تو زبان کو چٹکارا نہیں آتا۔ نئی روشنی کا اندھیر  
 دیکھو کہ چرٹ شراب کا رواج روز افزوں ہے۔ نیوفیشن اور نیچری محقق آزاد مزاج  
 کہلاتے ہیں۔ قانون قدرت کے قائل ہیں معقولات کے عالم ہیں لیکن تعلید  
 میں گرفتار ہیں۔ حقہ چنڈ و افیون سے ہی ٹلک تباہ تھا۔ اب سمند جھل کو ایک اور  
 آزاریا نہ ہوا۔ اول تو انگریزوں میں ہی شرابیوں کی اوسط مرگ سہ چند ہے۔ یہ نہ بھی  
 ہوتی۔ تو بھی ہندو انگٹنڈ کی حرارت و پروت اور دو لو قوموں کے مزاج معاشرت  
 میں بین فرق ہے۔ چرٹ میں جتنی دقت کم ہے۔ اس قدر حضرت زیادہ۔ خصوصاً  
 طلبا کو اس پر ہینہ کرنا خوشی کا مرکب ہونا ہے جوں جوں علم سے بصیرت بڑھتی جاتی ہے ہمارے  
 گھٹتی جاتی ہے جب جان بوجھ کر اندھے بنتے ہیں تو آخر قدرت انکو اندھا کر دیتی ہے۔ پیارے  
 طالب علمو! انگریزی تعلید کرتے ہو تو وہی طرز معاشرت بھی اختیار کرو۔ اور کچھ نہو آیام تعلیم  
 میں تو انگریزی قواعد حفظ صحت کے پابند ہو جاؤ کلج کی ڈگریاں تمہاری اجماع حیات  
 نسل کے عوض میں نہایت گراں ہیں ایسا سو دا کر جسمیں فائدہ ہو سکرات کے پاس نہ جاؤ۔  
 چائے پان کو نہ نہ لگاؤ۔ حقے چرٹ کو آگ لگا دو۔ وہ چہنہ کھاؤ جو جزو بدن ہو بدن کی پوش  
 کرے۔ دماغی قوت بڑھائے میچن صحت ہو۔ ان ظالم جانستان چیزوں کا اثر اگر فوراً ہو جایا  
 کرتا۔ تو گورنمنٹ سمیات کی طرح انکا انتظام کرتی اور رکھانیو الیکو خود کشی کا مجرم ٹھہراتی ہے  
 لیکن یہ فتنہ رفتہ اثر کرتی ہیں اور دانا دشمن کی طرح جڑ کاٹتی ہیں \*

## ہمارا سٹیج

اُردو زبان کی تاریخ پر عمدہ طور پر غور ہو چکا اور اُس کی اگرچہ اُسی زمانہ میں بنا پر گئی تھی جبکہ مسلمانوں کا قدم پہلے پہل ہندوستان میں آیا۔ مگر اس بات کو اکثر لوگ تسلیم کر لیا ہے کہ زبان اُردو کے ایک متمایز صورت اختیار کرنے کی تاریخ نسل تیسویں کے پانچویں تاجدار ہند شاہ جہان کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ حسب قاعدہ فطرت اردو چونکہ ابتداً صرف مقامی صحبتوں اور ملکی دلچسپیوں میں مزے دکھا رہی تھی لہذا عموماً ابتدائے شہرے اُردو یا اردو کے بچپن کے قدروانوں نے علم یا ہم ضرورتوں میں اس گھڑیلو زبان سے کچھ کام نہیں لیا۔

یہ ظاہر ہے کہ اودھ و دہلیں صدی پہلے تک کا زمانہ اسلام کا آخری دور تھا۔ ایسے لوگ نہیں رہے تھے جو کسی بچے کے تیسور دیکھتے ہی اُس کے ہونہار ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ کر لیتے۔ اور اسی غلطی نے عرصہ تک اُردو کو کسی قسم کی معتد بہ وقعت نہ حاصل کرنے دی۔ اور کیونکر ہوتا ہے تقدیر نے تو یہ نیک نامی فاشخان مغرب کی قسمت میں نکھدی تھی بس ہی ہوا۔ برٹش حکومت نے اُردو کو عدالت کی کرسی تک نہیں پہنچایا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہنچا دیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ قبل اسکے کہ انگریز اس زبان میں اپنا بابرکت ہاتھ لگائیں اُردو کی کیا حالت تھی؟ کیونکہ انگریزوں نے اُردو کی قدر و منزلت بڑھانے میں چاہے جس قدر سبالتفہ کیا ہو مگر اُس میں شک نہیں کہ مسلمان اپنی تنہا کوششوں سے اس زبان کو بہت مضبوط اور شایستہ بنا

چکے تھے۔ انگریزوں کو مسلمانوں کے ماتھے سے یہ زبان نہیں ایک زبان ہو چکی حشیت  
 سے پوری اور کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ لہذا ظلم ہو گا اگر اردو کی اصلیت اور  
 ترقی پر بحث کرتے وقت مسلمانوں کی کوششیں قدر دانی کی نظر سے نہ دیکھی جائیں۔  
 ظاہر ہے کہ اردو کا پہلا وطن دہلی ہے اور ترقی کی دنیا میں دہلی کی جو رفتار  
 تھی وہی رفتار زبان اردو کی رہی۔ شاہ جہان اور عالمگیر کے زمانے البتہ ترقی  
 کے زمانے تھے۔ مگر ان دنوں گویا اردو کا عالم ہیولانیت تھا۔ شایستہ اور لایق  
 صحبتوں میں کوئی اردو کی بات بھی نہ پوچھتا تھا۔ ماں بعد کے دور اپنی بہت اوطاقت  
 کے موافق اردو کی قدر کرتے رہے۔ اگرچہ طوائف الملوکی اور بے انتظامیوں نے  
 دہلی کو اس قابل بھی نہیں رکھا تھا کہ وہ اردو کی ایسی ایک آزاد طبع اور فراخ البالی  
 چاہنے والے بچے کی پرورش کر سکے۔ مگر باوجود اس ناقابل ہونے کے دہلی سے  
 اردو کی ترقی میں جو کوششیں ظاہر ہوئیں قابل تحسین ہیں۔ مگر افسوس ان کی  
 کوششوں کی بھی دہلی کبھی قدر نہ کر سکی۔ دہلی میں جتنے نامور اور مجرب بیان شعرا ہوئے  
 زمانہ نے ان کا قدم بھی وہاں نہ جمنے دیا۔ تیسرے سودا انشائیہ ایسے لوگ نہ تھے کہ اگر دہلی  
 میں فوراً بھی صلاحیت ہوتی تو انہیں شہر نپاہ سے بھی نکلنے دیتی۔ سودا جنہیں  
 وطن سے بڑی محبت تھی اور ان کے ابتدائے تیور کہہ رہے تھے کہ دلی چھوڑ کے  
 کہیں نہ جائیں گے مگر وہاں کی ناقدر دانیوں سے آخر ان کے استقلال میں بھی فرق  
 آ گیا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کو صرف وطن ہونے کے سب سے  
 وکی کے ساتھ ایک قسم کا انس تھا ورنہ دلی والوں میں اسکی ترقی کے متعلق کوئی اشت  
 نہ تھی۔ اگر بعض پچھلے شاہان دہلی شعرائے اردو کی قدر دانی کی طرف متوجہ بھی

ہوئے تو اُس وقت زمانہ ان کے خلاف تھا اپنی حیثیت سے انہوں نے بہت  
 کیا مگر اصل میں پوچھئے تو کچھ نہ تھا خلاصہ یہ کہ اردو کو جہاں تک تعلق دلی سے رہا  
 وہ فلسفیانہ طور پر باعث تشنل ہو سکتا ہے نہ باعث ترقی کیونکہ خود دہلی کی نسبت منزل تھی  
 یہی سبب تھی اور دلی کی یہ بے انتہا عتی دیکھ کے اردو کو بھی آخر دلی چھوڑنا ہی  
 پڑی۔ کھنڈ کا و بارولی کے مقابلہ میں چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو مگر اُس زمانہ شانان  
 دہلی کے و باروں سے بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ زمانہ تصدیق کر رہا تھا کہ جو دلی سے  
 جاتا ہے وہ کھنڈ میں ماتھوں ماتھ لیا جاتا ہے۔ کمالوں کی قدر ہوتی ہے اور طبع  
 آزمایوں کی داد دیا جاتی ہے۔ اردو کے وہ تمام لائق اور سخن سنج شعرا جن کی گود میں  
 اردو پرورش پا رہی تھی اپنے ہونہار بچے کو بغل میں دبائے ہوئے کھنڈ میں آئے۔  
 جہاں ان کے استقبال کے شوق میں ہر امیر و غریب کی آنکھیں کچھ کچھیں کھنڈ پہنچ  
 کے اس بچے نے آنکھ کھولی۔ دیکھا تو دلی کے خلاف جہاں تجارت پیشہ لوگوں کو اپنے  
 لین دین سے اس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہ تھی۔ یہاں کی تمام صحبتیں طہینا  
 و فراغت سے طبع آزمائی میں مصروف ہیں۔ فی الحقیقت ایک ایسی زبان کے لئے  
 جو ترقی کرنا چاہتی ہو یہ صحبتیں نہایت مرنی ہو سکتی تھیں۔ اردو کو سبھوں نے قدر و منزلت  
 سے قبول کیا۔ اور اس بچے نے کچھ اس فصاحت و بلاغت سے اپنے ساتھ تمام  
 شہر کی زبان کھول دی کہ گویا یہی کچھ کھنڈ کے ہر ہر گھر میں ملے ہزار داستان کی  
 طرح چھک اٹھا۔

یہ تو زبان اردو کی بحیثیت زبان تاریخ تھی۔ باقی رہے خیالات جو اس زبان  
 کے ذریعہ سے ظاہر کئے ہیں ان میں شک نہیں کہ دہلی والے عموماً قدیم کے ملی جذبہ



کے اُبھارے اور نیچر کا سامان دکھانے کی طرف متوجہ رہے۔ اور تھوڑے بہت اب بھی ہیں بچکھٹ والوں کے جو ہمیشہ سے بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی طرف جاتے ہیں۔ اس محل پریم دہلی کے رنگ کو کھٹو کے خیالی معرکہ آرائیوں پر ترجیح دیتے ہیں اور ہم پر کیا منحصر ہے؟ انگریزی جوں جوں ترقی کرتی جا رہی ہے دہلی والوں کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جائیگا۔ انگریزی تعلیم سے شکسیر اور گولڈ سمتھ کے پروردہ رنگ سے دلوں کو ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے۔ اور انسان اسی قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے۔ اردو کی دنیا میں ایسے شخص کو صرف دلی والوں کے شاعروں میں اپنے مذاق کی پھکی پھکی باتیں نظر بھی آ جاتی ہیں مگر کھٹو والوں کے نازک خیالوں میں اس کو ایسی ایک بات بھی نظر نہیں آتی تاہم اسی سبب دلی کی شاعری کھٹو کی شاعری اب کسی قدر زک دینے لگی ہے لیکن اول تو اُس سے دلی والوں کی زبان کو ترجیح کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ دوسرے خیال میں ظاہر کرتا ہوں اُس سے ہر صاحب انصاف تسلیم کریگا کہ یہ امر بھی کھٹو والوں کیلئے ایک ایسی حجت ہوگی جس کی بنا پر وہ اپنی زبان کی خوبیوں کا سبب اعتراف نہ کرالیں گے۔ شاعری کا قاعدہ ہے کہ قدرتی طور پر ہر زبان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ شاعری جس زبان میں پیدا ہوتی ہے اُس زبان کے علمی اور مضبوط زبان ہونیکا انتظار نہیں کرتی۔ مگر ہر زبان کی ابتدائی حالت اور اُس زبان کے بولنے والوں کا مذاق سیدھا سا وہ ہوتا ہے اسوجہ سے اس کے پہلے شعر انہیں چیزوں اور اُنہیں خیالات سے کام لیتے ہیں جو بالکل سامنے کے اور پیش پا افتادہ ہوں۔ اور قدرتی طور پر انکے کلام سے نیچر کی جھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں مگر وہ زبان جوں جوں علوم

وفنون اور قواعد و ضوابط کی دنیا میں قدم رکھتی جاتی ہے شعر اور زبان والوں کا مذاق بھی بدلتا جاتا ہے جن لوگوں نے عربی کے پہلے اور پچھلے کارنامے دیکھے ہوں گے انہیں اس خیال کے تسلیم کر لینے میں ذرا عذر نہ ہوگا جاہلیت کی کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیوں کے سامنے دیوان مبتنی یا دیگر مولین کی کلام کو لا کر رکھئے تو معلوم ہوگا کہ پچھلے شعر صرف علوم کی چاشنی پا کر کہاں سے کہاں جا پڑے ہیں۔ یہ بات کچھ عربی ہی پر منحصر نہیں دنیا کی تمام زبانوں کی ابتدائی و انتہائی حالت کا جب اندازہ کیجئے گا صاف معلوم ہو جائیگا کہ علوم نے بے تکلف نیچرل مذاق کو تدریجاً گیتقدر بدل دیا ہے۔ ہاں انگریزی زبان کی شاعری اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ انگریزی جوں جوں ترقی کرتی جاتی ہے دوں دوں اسکا نیچرل مذاق اور نکھر تا گیا۔ اور انگریزی شعرا روز بروز زیادہ چلا دیتے گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ انگریزوں نے شاعری کی ماہیت پر غور کر کے فیصلہ کر لیا تھا کہ شاعری صرف انسان کے دل پر اثر ڈالنے اور واقع کی تصویر دکھانے کا نام ہے۔ اسی خیال نے انہیں علم کے عالیشان چومنزلوں پر چڑھنے و یا اور نہ فنون کی پیچیدہ بھول بھلیاں میں قدم رکھنے دیا مگر اردو شعرا نے شاعری کا کوئی مسلم الثبوت اصول نہیں قرار دیا تھا لہذا اردو انگریزی کی طرح ترقی کرنے کے عام قاعدہ سے نکل نہیں سکتی تھی۔ یہ قاعدہ کلیہ بیان کر کے ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ اردو جب تک وہی میں رہی بچہ تھی اس کے شعرا اپنی ٹوٹی بھوٹی بچوں کی زبان میں بچوں ہی کے ایسے سیدھے سادے خیالات ظاہر کرتے تھے۔ مگر کھنڈ میں آنے کے بعد اردو نے ترقی کی علمی و اخلاقی دنیا میں قدم رکھا۔ یہاں اس کی تدریجی ترقی و اصلاح کے ساتھ

شعر کے خیالات میں بھی حسب قاعدہ بلند پروازی و نازک خیالی پیدا ہو گئی۔ قطع  
نظراس کے جن لوگوں نے انگریزی علم عروض اور قواعد شعر سخن کو غور سے دیکھا ہے  
وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اردو نظم میں جس قدر سختی کی گئی ہے اس قدر انگریزی میں ہلکتا  
سے کام لیا گیا ہے۔ اردو شاعری میں صد ہا قیدیں اور ہزار با قسم کی پابندیاں  
ہیں۔ اور ترقی کرتے جاتے ہیں بخلاف اس کے انگریزی میں بہت کم اس سے  
زیادہ کیا ہو گا کہ باوجود اس ترقی کے اب تک قافیہ کی ضرورت نہیں اور اردو  
جب تک قافیہ کی پابندی نہ ہو شعر ہی نہیں ہو سکتا۔ اردو میں غزل اس قدر سخت  
چیز ہے جس کی نظیر انگریزی کیا معنی عربی میں بھی نہیں مل سکتی۔ اب غزل کی  
قیود کا لحاظ کر کے اردو کے مقابل میں انگریزی نظم کو دیکھئے تو کس قدر آسانی معلوم  
ہوتی ہے ہمارے مشہور نچرل مذاق کے مجدد۔ جناب حالی انگریزی رنگ کی طرف  
جھکے تو مجبوراً انہوں نے اپنے آپ کو عموماً نظم اردو کی قیود سے آزاد کر لیا یہ  
کون کہہ سکتا ہے کہ حالی مہول شعر سے ناواقف ہے مگر اصل یہ ہے ان مجبوروں  
نے انہیں قدیم شاعری کی تقلید سے الگ کر دیا۔ نفس زبان کے متعلق ہم نے  
جو لکھنؤ والوں کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے اس دھوکے میں وہ یہ نہ سمجھ لیں  
کہ ان کا کام قابلِ نکتہ چینی ہی نہیں۔ اپنے خیالات کی نسبت انکو دہلی کے  
شعرا سے سبق لینا چاہئے۔ لکھنؤ والے کچھ ایسی زلف و کاگل اور بے فرو بلند  
پردازیوں میں پڑ گئے ہیں کہ انکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے  
اگرچہ اس زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ جن کو میر اور مومن کی پرورد  
مذاق کی طرف توجہ ہے۔ مگر عام شعرا نے لکھنؤ بھی اپنے اسی رنگ پر ہیں۔ اگرچہ

زبان کے اعتبار سے شعرائے لکھنؤ کو بیشک اپنے حریف دہلی والوں پر ترجیح ہے مگر  
 انکی بھیکئی مذاق نے ایسی خرابیاں پیدا کر دیں کہ آج لکھنؤ والوں کے دیوان عام لکھنؤ  
 بے مزہ ہوتے ہیں اور دہلی والوں کا کلام ایک بیتیابی اثر کیساتھ ہر شخص کو مزہ دیتا  
 ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا ظلم ہو گیا کہ دہلی والوں نے نفس زبان کے لحاظ  
 کچھ کیا ہی نہیں۔ اگرچہ زبان اردو کو آخر زمانہ میں لکھنؤ سے خاص تعلق ہو گیا تھا  
 لیکن دہلی میں بھی اسکا خراج باقی تھا۔ مومن غالب اور ذوق ایسے شعرا ہیں جنہوں نے  
 ترقی زبان اردو میں بہت کوششیں کیں۔ انکا کلام آج لکھنؤ اور دہلی دونوں شعروں  
 استادان زبان کے نزدیک قبولیت کی سند یا پیکار ہے۔ ان کو کو نکا کلام دیکھنے سے بخوبی  
 سمجھ سکتے ہیں کہ مومن خاں تو دہلی کے قدیم رنگ پر جا رہے تھے انکی طبع آزمائیوں نے زبان  
 کو اسی حالت پر رکھا مگر درداور سوز و گداز کے پیدا کر نیکی حیثیت سے سچ پوچھتے تو اپنے  
 وقت کے گواہ مستحق تھے جو بیتا بیاں و عشق کی پرجوش انگلیں انکے کلام میں نظر آتی ہیں  
 اور سی کے کلام میں ممکن نہیں غالب کی طبیعت میں رکباد اور جدت پسندی کا مادہ بہت  
 تھا علاوہ بریں فارسی کے قدیم مذاق کی طرف وہ بڑے ذوق شوق سے متوجہ تھے  
 وری بلکہ زند کے زبان کی طرف وہ موجودہ فارسی کو بھنچے بٹے جاتے تھے۔ اور چونکہ اس  
 زبان میں میچ اور قدرت کی محسوس منظر و منکی طرف زیادہ توجہ کی گئی ہے اسلئے انکی  
 طبیعت میں دو باتیں کمال کی پیدا ہو گئیں۔ طبیعت کی اصلی جدت پسندی نے مضمون  
 آفرینی پیدا کی۔ اور قدیم زبان زند کے ذوق نے نیچل خیالات پیدا کر دیئے۔ اگرچہ فارسی  
 کی طرف زیادہ متوجہ رہنے سے انکی اردو شاعری میں تھوڑا سا نقص پیدا ہو گیا لیکن  
 فارسی بہ شوق و خیال سے بڑھ گئے لیکن جو مذاق اور جو خیالات انہوں نے اردو میں  
 پیدا کئے اسیں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ اور لکھنؤ والوں کے عام رنگ سے علیحدہ ہو کر  
 جس طرح بھوتی سے مضمون آفرینی کیساتھ نیچل مذاق کو نبھا دیا ہے۔ وہ انہیں کا حصہ  
 تھا اور اس پر دہلی والے جس قدر ناگزیر ہیں زیبا ہے۔ باقی رہے ذوق ایک شخص میں جو  
 لکھنؤ والوں کی طرح ترقی کی عام رفتار میں پڑے وہ کوا کھا گئے۔ چونکہ شعرا سے

لکھنؤ نے اختیار کیا تھا وہی رنگ ذوق نے ولی کے آخر عہد میں اختیار کیا۔ انہیں اور  
 شعرا کے لکھنؤ میں کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اسی قدر جس قدر ہر شاعر میں اپنے خاص طبعی  
 جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر میں ہوتا ہے۔ خود لکھنؤ کے شعرا میں بابہم ایسا ہی سبق  
 نکل آتا جیسا کہ مذاق کے بدلنے کا جو پہلے دیکھا گیا ہے۔ اس کے زیادہ کیا ثبوت ہوگا  
 کہ ذوق نے جو نیچے کے رنگ کو چھوڑ کر مضمون آفرینی اور بلند پروازی کی طرف جھکے تو  
 دہلی والوں نے بھی انکی قدر کل شعرا نے دہلی سے کی آج دہلی کی زیادہ آبادی ذوق  
 کو استاد مانا ہی ہے اور بیچارہ غالب اور بیہوش نام لینے والے کم ہیں بس یہی شعرا  
 ہیں جنہیں دہلی کا سرمایہ تارکھنا چاہئے اور گزشتہ شعرا اگرچہ اُردو دہلی کا احسان ہے  
 زیادہ ہے مگر انکو لکھنؤ اور دہلی دونوں مقاموں کے برابر کا تعلق تھا اور اگر وہ دہلی کیلئے  
 ذریعہ فخر ہیں تو ہوں لکھنؤ کو ان دنوں اہل زبان ہونیکا دعویٰ نہ تھا۔ دہلی کی طرح  
 لکھنؤ بھی انکے عہد میں انہیں پرنا کر رہا تھا۔ اُردو شاعری اور اُردو زبان کی یہ  
 سچی تالیف تھی اور اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ دہلی کو اُردو سے وطن ہونیکا اور لکھنؤ  
 کو مقام نشو و نما تربیت اور ذریعہ ترقی ہونیکا تعلق ہے دہلی والوں کو لکھنؤ کا احسان ماننا  
 چاہئے تھا۔ کہ جو ہونہا رنج انکے شہر میں پیدا ہوا تھا اسکی وہ ذرا ترتیب نہ کر سکتے تھے  
 لکھنؤ کے رئیس اور بادشاہوں نے اسے اپنی گود میں اٹھا لیا اور پوری ترقی و ترقی  
 میرے نزدیک سببِ کامیابی ثابت ہو گیا کہ باعتبار زبان لکھنؤ کو دہلی پر اور باعتبار  
 مذاق و خیال دہلی کو لکھنؤ پر ترجیح دینا نہ اب دور دور کے مقامات کو ملارہا ہے لکھنؤ  
 والوں کی باتیں روز دہلی لے آئے اور دہلی والوں کی پروردہ غرض انہیں لکھنؤ والے سن لیا کرتے  
 ہیں ایسے وقت میں مناسب کہ دہلی اور لکھنؤ والوں کی باہمی بحثیں اٹھا رکھی جاویں اور  
 دونوں مقاموں کے لوگوں اپنی ماورسی زبان کی اعانت پر کمر باندھیں کہ جس کو جس  
 امر میں ترجیح ہو اس سے دوسرے سبق لے اگر لکھنؤ والوں کی زبان ابھی ہے تو دہلی  
 والے ان سے سیکھیں اور اگر دہلی والوں کا رنگ و لہجہ اور موثر ہے تو لکھنؤ والے  
 انکی شاگردی اپنا فخر سمجھ کر اختیار کریں اور اپنے مذاق سخن کی اصلاح کریں ۔

# شاعر و شاعر

شاعر کا رخا نہ قدرت اور حسنِ فطرت کی خاص باتوں میں تقابل و تشابہ دیکھتا ہے۔ اگر ایک رنگ کو ہم ہمیشہ دیکھا کریں تو خبر نہیں ہوتی۔ کہ وہ کوئی رنگ ہے۔ اگر ایک ہی آواز ہکان میں آیا کرے تو پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کوئی آواز ہے۔ مگر جب نل ایک محسوس شے سے دوسری محسوس شے کی طرف جاتا ہے۔ تو خیال پیدا ہوتا ہے۔ خیال کے لئے تقابل و تشابہ ضرور ہے۔ خیالات کی تیزی قوت تقابل کی تیزی پر منحصر ہے۔ تمیز و شاہد کے یہ معنی ہیں۔ کہ دو چیزوں میں تقابل و تشابہ سے فرق دریافت کریں جب ہم کہتے ہیں کہ یہ میز لمبی ہے تو ہم اس کا مقابلہ کسی چھوٹی میز سے کرتے ہیں۔ جو ہمارے تصور میں ہے۔ یہ تقابل کی قابلیت و قدرت ہے۔ یہی عاقل و احمق میں تمیز کراتی ہے۔ جیسے تاریکی میں سب رنگ یکساں نظر آتے ہیں۔ ایسی ہی احمق کی آنکھ کو سب چیزیں یکساں معلوم ہوتی ہیں عاقل ایک چیز کو دوسری چیز کے پہلو میں کھسک کر فرق دیکھتا ہے۔ اور اٹکاٹھیک تنجیہ کر کے قیمت لگاتا ہے۔ پس شاعر جو فطرت کی خوبیوں کو پوری طرح سمجھتا ہے۔ وہ اپنے تقابل و تشابہ کی قابلیت کو اس شیا کے مقابلہ میں کام میں لاتا ہے۔ وہی قوت اس کی عقل کے لئے دُور بین ہوتی ہے۔ جو



فطرت کی ہر صفت اس کے ذہن کو سمجھاتی ہے۔ درخت کی خوبصورتی کو پہاڑ کی بے ڈھنگی شکل سے۔ سبزہ زار کو بنجر زمین سے سیندر کی آبنیگیوں کو ساحل کی زمین سے مقابلہ کرو تو اُن میں وہ خوبیاں نظر آنے لگیں گی جو پہلے آتی تھیں۔ اس تقابل و تشابہ سے ہی قدرت الہی کی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ کہ اگر خدا زمین کو مسطح بنا دے تو بے رنگ۔ آسمان کو کالے بخارات کا بنانا تو کیا ہوتا۔ اور اب جو اُس نے زمین کو پہاڑ پہاڑیوں سے ناہمو بنا دیا تو اس میں کیا خوبیاں ہوئیں۔ جس شاعر میں اس تقابل کی قدرت زیادہ ہوگی وہ ہر چیز کی ضد کو مقابل رکھ سکے اس کے حُسن کو بڑھا دے گا گل کی بغل میں خار کو پنہاں کرے گا۔ دھوپ کے ہمسایہ میں سایہ کو لائے گا گانوں کی لطیف ہوا کو شہر کی بغلیظہ ہوا سے مقابلہ کرے گا۔ قابل اور کامل شاعر یہی کیا کرتے ہیں۔ حُسن فطرت کا دیکھنا آسان کام نہیں۔ شاعروں پر ہی ختم ہے۔ اشیاء میں ہزاروں قدرتی خوبیاں شاعروں کو ہی بھوتی ہیں۔ باغ ہو یا راغ۔ ان میں جو کیفیتیں ان کو نظر آتی ہیں۔ وہ آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ فطرت کے پیارے لاڈلے بچے شاعر ہی ہوتے ہیں۔ جب ان کو اپنے چہرے آرام جراثِ ہمت خیالات جدید کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو وہ اُس سے گلے چمٹ کر مانگتے ہیں۔ اُس ناں کو بہت سخت کام کرنے پڑتے ہیں۔ اس کو اپنی اولاد پر مسکرا کر ہمیشہ نگاہ کرنے کی فرصت نہیں مگر جو اولاد کہ دلوجان سے محبت کرتی ہے۔ اور بچوں کی طرح اپنے تئیں



اُس کی گود میں لے رکھتی ہے۔ اُن کو وہ ایسی عجیب غریب کہانیاں سُنا دیتی ہے۔ جن سے اُن کا دل شاد رہتا ہے۔

اکثر ملکوں میں سب علموں سے زیادہ فنِ شعب کو پسند کرتے ہیں شاعری ایسی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ گویا اس کو خدا کا فرشتہ جانتے ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ ساری نیا شعراء قدیم کو متاخرین سے زیادہ کامل سمجھتی ہے۔ اور اُن کی شناخوانی میں گرم نفس ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہر قوم میں شاعری کو اول اول ایک نئی بات جان کر لوگ متعجب ہوتے تھے۔ اور یہ تعجب اس سے اور زیادہ ہوتا تھا۔ کہ شاعری کا حال اور علموں کا نہیں ہے کہ وہ بت دیکھ ہزاروں محنت و مشقت سے حاصل ہو۔ اس کی تحصیل خود بخود ہو جاتی ہے۔ اس لئے شعراء کا شہر بہت ہو گیا۔ اور انکی اعزاز کا سکہ ایسا جم گیا۔ کہ دوام کے لئے ان مٹ ہو گیا۔ سواء اس کے شاعری میں انسان کی طبیعت اور جذبات خوشیوں خواہشوں اور فطرت کا بیان ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ سے یکساں چلے آتے ہیں۔ پس ان مضامین کو پہلے شاعروں نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے۔ اور فصاحت و بلاغت کی داد دہی ہے۔ پچھلے شاعروں کے واسطے کوئی مضامین نہیں چھوڑا۔ اب اس کے سواء چارہ نہیں۔ کہ انہیں مضامین کو اپنی عبارت میں ادا کریں معافی اُن سے مانگیں۔ الفاظ اپنے لیں۔ بچ اُن کے بوئیں شاخ و پتے اپنے لگا کے شجر سخن پیدا کریں۔ مضامین پسندیدہ کا حق منتقدین ادا کر چکے۔ متاخرین ان کی جزئیات میں خوبیاں بڑھائیں نہ ایجاد و اختراع

نہ صراحت و ابداع۔ فقط زبان کی فصاحت و بلاغت رنگی ہے۔ اُن کا حال اُس  
 باورچی کا سا ہے کہ باسی کھانوں کو گرم کر کے اور نمک مرچ لگا کر مزہ دار بناتا  
 ہے۔ اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جو اس کو مزہ سے کھا لیتے ہیں۔  
 یہ عقیدہ جو ایمان کی طرح لوگوں کو ہو گیا ہے کہ شعراے متقدمین بہتر تھے  
 اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس قدر تہذیب شائستگی اور سائنس کی ترقی ہوتی  
 جاتی ہے۔ اتنا ہی شاعری کا تنزل ہوتا جاتا ہے۔ شاعری میں خیالی باتیں  
 ہوتی ہیں اور سائنس میں اصلی پس حیا اصلی باتوں کا علم بڑھیکا۔ تو خیالی باتیں  
 گھٹینگی۔ جہالت میں خیالی باتوں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ بچپن میں  
 قوتِ تخیلِ بردست ہوتی ہے ایک بچہ کو کوئی ڈراؤں کہ اس کو ٹھہری میں بھیڑ یا  
 بیٹھا ہے۔ تو اندر جائیگا۔ تو تجھے کھا جائیگا۔ تو فوراً اس کے خیال میں یہ جم  
 جائیگی۔ کہ میں اس کو ٹھہری میں گیا اور بھیسڑنے نے پھاڑا۔ قوموں کی  
 وحشیانہ حالت بھی بچوں کی سی ہوتی ہے۔ اسی لئے نیم وحشی قوموں میں  
 شاعری نے جو اعجاز و سحر کے کام کئے ہیں۔ ان کو تہذیب کے زمانہ میں  
 سُکر حیرت ہوتی ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے خیالی مضامین کی کتابیں جہالت کے  
 تاریک زمانہ کی تصنیف ہیں اُن کی برابر آج کوئی شاعر لکھے تو اُس کی ذہانت  
 و ذکاوت معجزہ سے کم نہ معلوم ہو۔ غرض زمانہ جاہلیت میں خیالی مضامین کا لکھنا  
 ایسا دشوار نہ تھا جیسا تہذیب شائستگی کے زمانہ میں اگر کوئی مہذب  
 و شائستہ آدمی بڑا شاعر بننا چاہے۔ تو اول وہ بچہ بنے۔ اور اپنی معلومت  
 کو جو حافظہ کے خزانہ میں محفوظ نہیں اور جن سے اُس کو بزرگی و عظمت حاصل

ہوئی ہے۔ اُن سب کو بھلائے۔ اور اپنے دماغ کے جال کے پھندوں کو کھولے  
 اُس کی ذہانت اور لیاقت ہی بڑی مانع شاعر ہونے کی ہوگی۔ چونکہ زمانہ  
 سے شاعری کا رواج اُٹھتا جاتا ہے اس لئے اُس کو بڑی دقتیں اور ذلتیں  
 زمانہ کے خلاف اپنے کام کی ٹہری ہیں اُٹھانی پڑیں گی۔ خواہ وہ کیسا ہی فہم اور  
 عالی دماغ ہو۔

فن شعر اکتسابی نہیں آتا۔ وہ ایک عطیہ غیبی ہے۔ جو انسان پر دفعۃً  
 نازل ہوتا ہے۔ مشہور ہے شاعر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ بنائے  
 سے نہیں بنتا۔ شاعر کے نزدیک کوئی شے بیکار اور بیفائدہ نہیں ہوتی۔  
 جنگلوں کی کیفیت۔ رنگ برنگ کے پھول۔ طرح طرح کے درخت۔ پہاڑوں  
 کے کڑاڑے۔ نہروں کی لہریں۔ جھرنوں کی آب و اواں۔ موسم بہار کے باد  
 بادلوں کی کڑک۔ اور بجلی کی چمک۔ قوس قزح کے رنگ۔ زمین کا فرش  
 آسمان کا چتر۔ ساری چیزیں اُس کے ذہن میں حاضر رہتی ہیں۔ ہر چیز  
 خوبصورت ہو یا ہیبت ناک۔ نازک ہو یا سخت۔ موت ہو یا حیات۔ بُرائی  
 ہو یا بھلائی۔ ذلیل ہو یا مُعزّز۔ سب حالتیں اس کے دل پر نقش ہوتی ہیں۔ اُس کے  
 میدان خیالات میں باغوں کے درخت لگے ہوئے جنگلوں کے چرندے  
 چرتے۔ اور پرندے اُرتے اور درندے چیر بھاڑ کرتے ہوئے۔ معدنیات کے  
 جواہر چمکتے دکتے ہوئے۔ شمس و قمر۔ سیارے اور ستارے طلوع و غروب ہوتے  
 ہوئے۔ تمام جو آسمانی جلوے۔ بزم کے جلسے۔ رزم کے ہنگامے۔ یہ سب  
 کیفیتیں موجود ہوتی ہیں۔ وہ ان کے جلوے طرح طرح سے دیکھتا ہے اور ان

کے ظاہری باطنی فواء اور اخلاق میں سے ہر ایک کو بیان کرنے میں انہیں کام میں لاتا ہے۔ انہیں مخلوقات پر شاعر کی قوت بیانیہ کی خوبی موقوف ہے وہ ہر شے کی تصویر بدلتی ہوئی بنا کے آنکھوں کے سامنے کھڑی کر دیتا ہے جسے دیکھ کر دل پر اثر ہوتا ہے۔ مصور نیل سے تصویر کھینچتا ہے۔ شاعر قلم سے وہ رنگ سے کام کرتا ہے۔ یہ الفاظ سے مصور کی تصویر خاموش ہوتی ہے شاعر کی تصویر بولتی چلتی۔ شاعر کا قلم مصور کی نیل سے زبردست ہوتا ہے وہ آدمی کے دل سے باتیں کرتا ہے۔ اور یہ حواس سے۔ گو شاعر کی نظر سے اکثر جزئیات پوشیدہ رہتی ہیں۔ مگر وہ کلیات و خواص عالم اشیا کو جانتا ہے وہ ایسی جزئیات کو چھوڑ دیتا ہے جس کو کسی نے دیکھا ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو۔ وہ یہ بیان نہیں کر سکتا۔ کتنے پھول ہیں؛ کتنی قسم کی گھانسیں؛ مگر وہ اُن کے کلیات کی تصویر اپنے اشعار میں ایسی اُتارتا ہے۔ کہ ہر شخص کے خیال میں اصل حقیقت آ جاتی ہے۔ خواہ وہ عاقل ہو یا فاجر عقل تمام عقل کی فہم و فراست عقل و دانش کا نصف حصہ شعر کے کلام میں موجود ہے۔ ہر رنج و خوشی کا بیان و اضلاع و اطوار کا حال رسم و راج کا ذکر انسان کی ساری انبساط و انقباض خاطر کی باتیں اس کی تشویشیں اس کی مستی شاعر ہر چیز کا سرخ رنگاتا ہے۔ جو طبائع انسانی میں اختلاف کے سبب مختلف کیفیتیں پیدا کرتی ہیں۔ جیسے طفلی کی شوخیاں بیباکیاں پیرانہ سالی کی اُداسیاں اور مایوسیاں۔ جوانی کی مستیاں اور چالاکیاں۔ عادات کی شندی اور کندی۔ موالید و ممات کی قوتیں۔ سچ یہ ہے کہ شاعر ہی نہ ہوتی تو زمانہ سابق کا

حال بالکل تاریکی میں ایسا ڈوبا رہتا کہ کوئی جھلک روشنی کی ان کو نہ دکھاتی  
 زمانہ کی نصف تاریخ اور مذہب کا بڑا حصہ نظم میں موجود ہے۔ مہا بھارت اور  
 رامائن کو پڑھو۔ اس سے جو حال ہندوستان کا معلوم ہوتا ہے۔ وہ اور  
 کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ شاعری بڑے قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے۔ اس سے  
 بہت سے علموں کا آغاز ہوا۔ شائستہ قوموں نے کبھی اس کی حقارت  
 نہیں کی۔ اور ناشائستہ بغیر اس کے نہیں رہیں۔ ہر قوم کے دماغوں کی قوت  
 ان کے دلوں کے زور طبیعتوں کے میدان اور ولولے ان کے رسم و رواج اخلاق  
 خیالات کا اندازہ صرف اس کے نظم سے کیا جاتا ہے \*

شاعر میں جوش و حرارت کا دفور ایسا ہوتا ہے۔ کہ اشعار کے شعلے  
 اُبلتے رہتے ہیں۔ جو اُس کی حرارت غریزی کو سرد نہیں ہونے دیتے۔ اس لئے  
 محققین نے تحقیق کر لیا ہے۔ کہ اکثر شاعروں کی عمریں دراز ہوتی ہیں \*  
 شاعر کا قلم عصاے موسوی ہوتا ہے۔ وہ دل کے اندر سے نیکی و  
 جُسن کے چشمے بہاتا ہے۔ اور اس کے اندر غوطہ لگا کے تہ پر جو چیزیں چھپی ہوئی  
 ہیں ان کو اُپر لاتا ہے۔ کبھی وہ زمین کے اندر دھس جاتا ہے۔ اور پانی کی تہ  
 کی خبر لاتا ہے۔ دلوں کے تغیرات کو ایسا بتاتا ہے۔ جیسے سمندوں کو مقناطیس  
 کی سوئی ساری دنیا کی شاعری کی جان عشق و محبت ہے۔ شاعر کو اوپر آسمان  
 پر نیچے زمین پر پانی کے اندر رہنا کے اوپر غرض اپنی گرد کی ساری چیزوں میں  
 محبت الہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ وہ ان مضامین عاشقانہ میں ایسا ڈوبا رہتا  
 ہے کہ تو وہ عشق بن جاتا ہے۔ اُس کا کلام بُرائیوں اور بھلائیوں کا آئینہ ہوتا ہے اور

زبان کی ساری خوبیوں کا خزانہ ✽

شعر الفاظ میں موسیقی ہے اور موسیقی آواز میں شعر ہے۔ یہ دونوں بہت اچھی چٹیاں ہیں۔ مگر جوان کو روٹی کی طرح غذا بناتے ہیں وہ بیچارے جھوٹے مرتے ہیں ✽

جوانگو سے شیرہ چکنا ہے وہ اس شیرہ سے جوافشر دگی سے نکالا جاتا ہے زیادہ مزہ دار ہوتا ہے اسی طرح جو شعر شاع کے مُنہ سے بیباختہ نکلتا ہے وہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ جو آورد اور دلکطف سے کہا جاتا ہے اکثر شاعر مفلس ہوتے ہیں جب قرضدار ہو جاتے ہیں تو دماغ کی کُٹمال کے سکتے رائج الوقت سکوں کا کام نہیں دے سکتے۔ قرضخواہ اُن کے شعار کوڑی کے تین تین بھی لیکر حساب میں مچا نہیں دیتے۔ نہ ان کی رباعی سود کے چار روپے ادا کر سکے۔ نہ اُن کے مختصر مسدس پانچ چھ روپے صل میں اُتار سکے نہ اُن کا کلام موزون تنک کو منسوخ کر سکے۔ جب پکڑے جاتے ہیں تو اُن کا گنجینہ اشعار ضمانت دیکر چھوڑا نہیں سکتا۔ جیل خانے میں ہوں تو اندھیری کوٹھڑی میں اُنکے مطلع الانوار کام میں آئے نہ مخزن الاسرار۔ گو وہ مفلس ہوتے ہیں اور اسبابِ نیا سے محروم مگر جس چیز کو سب بیش قیمت سمجھتے ہیں وہ روز پیدائش سے اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اُن کی خواہشیں بہت کم ہوتی ہیں۔ چھٹوسا گھر۔ بڑا سا باغ تھوڑی دولت بہت سی کتابیں۔ دیوانے۔ عاشق۔ شاعر۔ یتیموں خیالات کے بندے ہوتے ہیں۔ دیوانے کو خیالات وہ بڑے بڑے یو اور جن دکھاتے ہیں۔ جو جہنم کی وسعت میں بھی نہما سکیں۔ عاشق کو سرتاپا مشوق کے سراپا



کے کُسن میں غرق رکھتے ہیں۔ شاعر کی آنکھوں کو دیوانہ وار کبھی آسمان کی طرف  
 بجاتے ہیں کبھی مین پر لاتے ہیں کبھی اس سے نامعلوم چیزوں کی صورت  
 بنواتی ہے۔ اور اُس کے قلم سے اُن کی تصویر کھچواتے ہیں کبھی معدوم اشیاء  
 کا نام اور مقام ٹھہراتے ہیں۔ جب تک آدمی کے دماغ میں خاص جنون کا کچھ  
 مادہ نہ ہو تو وہ نہ شاعر بن سکتا ہے نہ شعر کا کچھ مذاق رکھ سکتا ہے۔ گو حیوان  
 لطف کے خالی نہیں ہوتا مگر ہے جنون ❖

شاعر کو تنہائی پسند ہوتی ہے۔ جب وہ اکیلا بیٹھتا ہے تو یہ عالم اس کو  
 نظر نہیں آتا۔ وہ اپنے خیالات کا عالم روبرو لاتا ہے۔ اور اُس کی سیر کرتا ہے۔  
 یہ سیر کرنی اُس کو ایسی آسان ہے جیسے آفتاب کو چمکنا۔ وہ خلاق معانی ہوتا ہے  
 اپنی قوت سے جو اہمیت سے کم نہیں ہوتی۔ خیالی بیجان چیزوں میں جان ڈالتا  
 ہے۔ اپنی جان کی زبان سے جانوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ کچھ تنہائی  
 میں اپنے اشعار سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے خوش آواز پرندہ پھرے میں اپنے  
 نعموں سے ❖

اشعار نے بد خلاق اور برائی بھی پیدا کی ہے۔ مگر جتنی بُرائیاں ہیں اس  
 کہیں زیادہ بھلائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ شاعری کا کام ہے کہ وہ بچوں کے  
 دلوں میں خدا پرستی رحمہ کی لکڑی کا بیج بولتی ہے۔ وہ ان کے ہاتھ میں ایک  
 آئینہ دیتی ہے۔ اس کے اندر حق کو دیکھتے ہیں۔ عارفانہ شعر ان کی آن  
 میں وہ شوق ذوق نیکی کا دل میں پیدا کر دیتا ہے کہ نہ صوفیوں کی صحبت سے  
 نہ بزرگوں کے ملفوظات سے دس برس میں پیدا ہو سکے۔ توحید کے مضامین



جو علم الہی کے بڑے بڑے کامل معلم برسوں میں سمجھاتے ہیں وہ ایک شعر سے دم میں ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ بعضے شاعر فقط اور آدمیوں کا دل بہلانے کی واسطے شعر کہتے ہیں۔ اُن کا حال تیرہویں کا سا ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک موسم میں حضورؐ کے دنوں کے لئے درختوں پر بیٹھ کر اُن کی بہار بڑھا دیتی ہیں۔ مگر وہ ایسی نازک ہوتی ہیں کہ نرم ہاتھوں کے لگانے سے بھی اُن کے پر گر جاتے ہیں۔ دُنیا کے حُسن پر جو نقاب پڑا ہے شاعر اُس کو اٹھاتا ہے اور حُسن کو بس پر وہ کر کے دکھاتا ہے۔ نیک اخلاقی کا بڑا آدمی کا خیال ہے۔ ان خیالات کا انتظام نظم کرتی ہے اخلاق کا رازِ اعظم محبت ہے۔ شاعر اُسی کو افشا کرتا ہے جن چیزوں کو اپنے نزدیک ہم جانتے ہیں اُن کو وہ بتاتے ہیں۔ کہ تم نہیں جانتے۔ اس سبب سے شاعروں کی عزت کچھ دلیوں سے کم نہیں ہوگی۔ وہ بھی عرش کے نیچے گاتے ہیں اور وہیں پہنچ جاتے ہیں \*

شاعری کے لئے کچھ علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے۔ اہل عربانہ عہدیت میں جب اُن کو لکھنا پڑھنا کچھ نہ آتا تھا۔ بڑے فصیح بلیغ شعر کہتے تھے۔ کارزار میں جو اُن کا ایک رجز کا شعر کام کر جاتا تھا۔ آج سو تو ملیں شارب کی مہذبہ مول کی لڑائی میں نہیں کرتیں۔ یہ شعرا علوم صرف و نحو بیان معانی و بدیع کی معیار پر پورے نہ اُترتے ہیں۔ اہل عرب نے بغیر محنت و کتب علم و فضل زمانہ جاہلیت میں اس استعداد و داد کو ایسا دکھایا کہ زمانہ قائل ہے۔ اُن کی جاہلیت کے اشعار فضیلت کے زمانہ کے اشعار پر شرف رکھتے ہیں۔ ان کے رجز میدان جنگ میں وہ کام کرتے تھے جو آج کسی فصیح کی تقریر کام نہیں کرتی \*

شعر کی حالتوں و کیفیتوں کی قدرتی زبان ہے۔ وہ خیالات کی صورتوں کا مصوّر ہے۔ عالم باطنی میں ہزاروں تحسینیں پڑی پھرتی ہیں جو خارج میں شہرتوں کی طرح مجسم نہ ہونگی۔ ہزاروں خوبصورت پھول ان میں کھلتے ہیں۔ جن کے بیج نہیں ہیں۔ پس ہی مبارک اشعار ہیں جو ان پھولوں کی خوشبو میں بستے ہیں۔ اور ان روحانی تحریکوں سے اپنے تئیں آباد کرتے ہیں۔ شاعر پر لازم ہے کہ زمانہ اور اپنے ملک کے تعصبات سے۔ جھوٹے رسوم سے اپنے تئیں دور رکھے اور وہ اصل مطلب پیش نظر رکھے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا وہ انسان کے خیالات کا ترجمان مخلوق کا مستحکم۔ انسان کا ناصح و اعظم و مرشد و مادی بنے۔ اور جانے کہ میں آئندہ نسلوں کے خیالات کا درست کرنے والا ہوں۔ شاعری کی قلم و نہایت وسیع ہے۔ اس کی پیمائش تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس کو زمان و مکان میں مقید نہ کرے۔ خوب سمجھ لے کہ شاعری کا خاتمہ کبھی ہوگا۔ علوم و فنون میں بہت سی باتیں جدید نکلی ہیں۔ ان سے اپنے مضامین میں جدت پیدا کرے۔ متواتر مشق و مزاوت سے اپنے کلام پر جہت و مضمون میں نزاکت۔ فصاحت۔ بلاغت۔ متانت۔ حسانت۔ حلاوت شہد سے زیادہ۔ ملاحت نمک سے بڑھ کر پیدا کر سکتا ہے۔ خدا نے شاعر کو جو زبان دی ہے وہ ناشر کو نہیں دی۔ شاعری لڑکوں کھیل نہیں جیسا آج کل ہمارے زمانہ میں ہو رہا ہے۔ شاعر ہی کا کام ہے کہ ایک مصرعہ سے یکایک پتھر سے دل کو سر کاٹے۔ ایک شعر سے خدا کی قدرت کا ملکہ کو آنکھوں سے دکھائے۔ اپنے زمانہ کا مقتضایہ ہے کہ شاعری کو بالکل نیچے کے مطابق بنائیں۔ اپنے اشعار

میں وہ خوبیاں پیدا کریں جس سے وہ سچ مچ شاعر ہو جائیں۔ جھوٹی تشبیہات  
 جھوٹے استعارات اور مبالغہ کو اختیار کر کے زخمی سانپ کی طرح اپنے تئیں زمین  
 پر سچ سچ دھکیلیں۔ موجودات عالم و انسانیت کی تفتیش کے درپے ہوں۔  
 اب ہماری تہذیب شائستگی بدلتی جاتی ہے۔ نئی طرز کے مضامین طبعیت  
 میں تروتازگی پیدا ہوتی ہے۔ پرانی باتوں کو سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے  
 اب ہم کو چاہئے کہ شاعری کو بھی بدلیں۔ اپنے قدیمی خیالات کو جو اچھے ہیں نئی طرز  
 میں نظم کریں۔ اور جدید خیالات جو پیدا ہوئے ہیں ان کو اپنی نظم میں بیان  
 کریں۔ اگر اپنی زبان کے باغ میں پرانے درختوں کے ٹھنڈا کھیر کرنے و درختوں  
 کے پود لگا کر سرسبز و شاداب نہ کئے جائینگے۔ تو وہ حقوڑے ٹھوں میں ایک  
 ڈراؤنا جنگل ہو جائیگا۔ اور پھر اس کی طرف کوئی آنکھ بھر کر نہ دیکھیگا۔ نظم پر  
 اس آفت کے آنے سے کلام کا انتظام بگڑ جائیگا۔ جب تک شاعر تکیر پر فقیر  
 رہینگے نظم زبان ترقی نہیں پائیگی \*

۱۹۶۰ء

شمس العلماء اسٹوڈنٹ کاء ائسڈ



تحقیق کیجئے تو نظم کا سحر حلال انسان کا ہزار ہے۔ جب آدم پیدا ہوئے تو یہ آدم کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ایک معتبر کتاب میں دیکھا ہے۔ کہ حضرت آدم نے اپنی سیرانی زبان میں ہابیل کے مرثیہ میں شعر کہے۔ جنکا ترجمہ تاریخ کی عربی کتابوں میں موجود ہے۔ اور عربی زبان میں نعر بن قحطان نے اول شعر کہا۔ اور فارسی میں ہرام گور نے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ابو حفص حکیم نے اس زبان میں پہلے شعر کہا۔ اسی طرح اردو انگریزی میں ہی لوگوں نے شعر کہے۔ مگر اردو میں قلی اور انگریزی میں چاسر مخلوق روحانی کے آدم ہانے گئے ہیں۔

نظم کے معنی آراستہ ہیں یہ اول اول بلا قید و ریف قافیہ صرف ایک موزون کلام تھا وقتاً فوقتاً زمانہ کے ساتھ رنگ بدلتی رہی میاں تک کہ غزل۔ قصیدہ۔ قطعہ۔ رباعی۔ فردوسی۔ مستحکم۔ مستزاد۔ نظم کی آٹھ قسمیں ٹھہریں۔

(۱) لغت میں غزل کے معنی عورتوں سے باتیں کرنا۔ مگر اصطلاح شعرا میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے رنج و ملال معشوق کے حسن و جمال شکایت فراق حکایت وصال کے مضامین باندھے۔ شراب کباب کی تعریف کرے۔ بتوں کا کلمہ پڑھے۔ ناصح سے گہڑے

واعظ کو بتائے۔ زائد پر پھتیاں اڑائے۔

اس میں کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ پچیس شعر ہوتے ہیں۔ پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اس میں دونوں مصرعوں میں ردیف قافیہ ہوتا ہے دوسرا شعر حسن مطلع یا نرب مطلع کہلاتا ہے۔ سب میں آخر کا شعر قطع اسمیں شاعر کا تخلص ہوتا ہے ساری غزل میں عمدہ کو شاہ بیت کہتے ہیں۔

یہ جاننا ضرور ہے۔ کہ جو لفظ ہر شعر کی آخر میں بار بار آئے وہ ردیف اور اس کے پہلا لفظ قافیہ کہلاتا ہے۔ جیسا اس مثال سے ظاہر ہے پریشان۔ خندان۔ گریبان قافیہ اور ہوں

مولف

ردیف

<p>زلف پر بیچ کی مانند پریشاں ہوں میں وہن زخم کا گویا لبِ خنداں ہوں میں پانوں میں کانٹے ہیں اوچاگ گریباں ہوں میں جسے بیمار تیرا دیدہ جاناں ہوں میں مانوں نادان کا کہنا کوئی ناداں ہوں میں رشتہ گلزار ہو تم بلبسِ نالائے ہیں خبر یار تیرا بندہ احساں ہوں میں ایک واراد رہی قاتل تری قرباں ہوں میں</p>	<p>جب سے پاسبند غم گیسو جاناں ہوں میں راحت آتی ہے جراحت سے منہی سے رہا کیر کو عارض کا ہوں وحشی! کہ بزرگ گل تر چارہ گرا نکمیں چراتے ہیں میر درماں سے منع کرتا ہے محبت کو جو ناصح تو کرے خار گدروں نہ رقیبوں کی نظر میں کیونکر کر کے سرتن سے جدا مجھ کو سبکدوش کیا کشتہ نیم نگہ ہوں مجھے پس مل ت چوٹ</p>
--	--

آپ اور مجددہ بت؟ حضرت نشہ یہ کیا؟

تر تو کہتے تھے بڑا صاحب ایماں ہوں میں

(۳) قصیدہ یہ مشتق ہے قصد سے جسکے معنی لغت میں کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا۔

شاعر کا مقصود یہی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام قصیدہ ہو گیا۔ اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جبیں کسی کی مدح یا ہجو کی جائے اس میں قوت طبع زور قلم، شوکتِ الفاظ و کلمات زبان، علوم مضامین، جرتگی استعارات، بیاضگی محاورات، ندرت تشبیہات، بہت فصاحت و بلاغت ضروری ہیں۔ قصیدہ اپنے مضمون کے نام پاتا ہے مثلاً ہمارا مضمون تو بہاریہ اور فراق کا ذکر ہے تو فراقیہ۔ اپنی تعریف ہے تو فخریہ۔ اپنی سرگزشت یا اوکسی کا حال ہے تو حالیہ۔ کسی ہنگامہ و جنگ کا ذکر کا بیان ہے تو زریہ۔ شکر کی پریشانی اور تباہی میں ہے تو شر آشوب۔ دنیا کی بے وفائی و عسرت و فلاکت زمانہ کا مضمون ہے تو جہان آشوب کہلاتا ہے۔ اس میں ہی غزل کی طرح پہلے مطلع ہوتا ہے۔ بلکہ کئی کئی مطلع ہوتے ہیں تسلسل مضامین ہی لازمی ہے۔ بعض شاعر تاخرین میں سے قصیدہ میں ایک دو غزلیں بھی آتے ہیں۔ چنانچہ اس رنگ کا مرزا نوشہ کے سرسراہے اس کی دو قصیدیں ہیں ایک تمثیریہ دوسرا خطابیہ۔

(۱) تمثیریہ وہ قصیدہ جس کے شروع میں چند شعر (جنکو تشبیہ کہتے ہیں) شکایتِ فلاکت! جفاے معشوق یا موسمِ بہار کے لاکر اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی کا نام حسنِ تخلص یا تخلص ناگزیر ہے۔ قصیدہ کی بڑی خوبی یہی ہے کہ گریز و بصوتی کے ساتھ ہو۔

### مثال قصیدہ تمثیریہ ذوق

مرجا سطر بہار دت فن و نہ ہر خصال  
خیر مقدم کہ خزاں ہے تو لے یا شمال  
شکر شد زنگل سے ہے چمن مالا مال  
گل زمین چمن حسن میں تا واد خال

جدا اساقی فرخ و غر شید جمال  
بارک اللہ کہ در افشان ہے تو آبر بہار  
لہ الحمد لباب ہے سے نیش سے جام  
جوش رویدگی سبز ہے ہو جائیگا سبز

شررتیشہ فرما دے پیدا ہوئے گل۔  
 جوش فوارہ ہے واں کثرتِ تارِ بارش  
 کیا عجب رحمت باری سے کہ وقت بار  
 معجز باد سے مانند عصاے موسیٰ۔  
 ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چیں میں قاص  
 شور بیل بھی رکھتا ہے ناکِ آج کہ گل  
 دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیت  
 ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی شرب  
 بیدوں کو ہو جوئے چارہ گر عیسیٰ دم  
 پتلیاں ناچتی ہیں چشم کے گھر میں بے سنا  
 اللہ اللہ سے سر سبزئی گلزار جہاں  
 ہوں قلم ماتھا اگر کوئی لکھے خطِ غبار  
 روزِ جشن آج ہے اسکا کہ جسے کستی ہو خلق  
 وہ بہارِ شہِ غازی کہ اگر تیغ اُس کی  
 وہ نگو خود و نگو راے خجستہ منظر۔  
 وہ میعادِ دیو سفرخ و داؤد الحاح  
 چمنِ خلقِ نسیمِ کرم و ابرِ سما۔  
 آسمانِ جاہ و عطارِ قلم و مہرِ علم  
 خسروِ چشمِ دواور کسریٰ انصاف

بل بل جوش گل خود و سرِ دامنِ جبال  
 سرِ مجنوں کے تھے آلود جہاں گرو سے بال  
 ابر مردہ سے ہی ہو قطرہِ قشاں آبِ لال  
 شجرِ خشک بھی ہو جاے تروتازہ نہال  
 شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمرِ قمرِ آل  
 بنگیا کثرتِ شبنم سے نمکداں کی شال  
 اس ہوا میں ہے بطمی کہ اڑوں کے بڑیاں  
 رقصِ ستاں میں ہے وجد کنش شاملِ غال  
 شمعِ مردہ کے رگِ تار سے کھولیں قضاں  
 جنبشِ دستِ مرقع سے ہے اس انداز سے مال  
 آج بیک رنگ ہے رنگ و روشِ خضر و مال  
 صفحہ دہر پہ کیا دخل کہ ہو گرد و مال  
 نایب ختمِ رسلِ نخلِ خداے متعال۔  
 اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ چکا ہلال  
 وہ بلند اختر و مسخِ رخِ روشن و فخرِ خال  
 وہ سلیمان و ش و موسیٰ کف و صالحِ اعمال  
 چشمہِ فضل و ہنر کانِ عطا بحرِ نوال  
 شتری دانش و مہرِ بینشِ دمیخِ جلال  
 شاہِ دارا و دل و سلطانِ سکندرِ اقبال



موج حاضر میں پڑھوں اُس کے وہ مطلع جبر | ہمیری کی نہ رکھے مطلع خوشید مجال

مطلع ثانی (دالی آخرہ)

(۲) خطابیہ جس میں شیب نمو اور شروع ہی سے مدوح کا نام لیکر اپنا مافی الضمیر بیان کرنے لگیں اسکو مجرد یا مقتضب کہتے ہیں مثال مولف

خسروا دست کرم تیرا وہ گوہر افشاں | پانی پانی ہر جسے دیکھے ابر نیاساں

(۳) قطعہ کے کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں اور زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں۔ یہ بھی قصیدہ کی طرح سب ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں۔ فرق ہے تو اتنا ہے کہ مطلع نہیں ہوتا۔ تمام شعروں کا مضمون ہی آپس میں علاقہ رکھتا ہے۔ ایسے شعر کہیں کہیں قصیدہ یا غزل میں آتے ہیں تو قطعہ بند کہلاتے ہیں۔ مثال

ذوق

مثال

آج ہے بلبیل تصویر تلک زمرہ سنج  
زر گل پیک صبا پائے نہ کیونکر یا سنج  
تن پیران کہن سال پہ ہر چین شکنج  
آگے ہمت کے تیرے گوہر شاہوار کہ گنج  
دستِ حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ بونج  
فتنہ کو اٹھنے میں جو نہ تو کیا کاش و پنج  
ایک سے ایک موافق کہ مرخان و مرنج  
صفحہ تصویر کا گویا ہے بساطِ شطرنج  
ذوق جو عرج و شایس ہے تیرے گوشِ شنج

خسروا شن کے تیرا فرودہ جشن نور و ز  
خبر عیش تیری دے ہے چین میں جا کر  
بادہ جوش جوانی کی ہے گویا اک موج  
چند قطرہ سی ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر  
حسنِ نیت ہے تو یوسفِ مصر بخشش  
شجاعت پر ہے جو غالب تیرا سرِ نچہ بن  
نہ بجے آب سے آتش نہ بخل آتش سے جلے  
تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب احکامِ نجوم  
لایا ہے معنی رنگیں سے یہ لعل خوش رنگ

(۴) رباعی کے چار مصرعوں ہوتے ہیں جس میں سے پہلے اور دوسرا اور چوتھے کا قافیہ موافق

ہوتا ہے مگر تیسرے مصرعے میں قافیہ ہونا ضروری نہیں۔ اگر ہو تو اولیٰ ہے اس کے سوا  
رباعی کے لیے چوبیس وزن خاص مقرر ہیں۔ اُن وزنوں میں سے یا تو چاروں مصرعے  
ہموزن ہوتے ہیں یا ہر ایک الگ الگ وزن پر ہوتا ہے۔ مگر اردو میں <sup>مصرعہ</sup> ~~مصرعہ~~ رباعی  
کو چوبیسری دویتی اور ترانہ ہی کہتے ہیں۔

### مثال مومن

مومن ہے امید وصال بیجا تمکو	کم ضمنی شوق نے ڈبویا متکو
پانی پھینکا تو گرم جوشی نہ سمجھ	ناداں یہ دیا ہے اُس نے چھٹا تمکو

(۵) اس میں دو مصرعے ہموزن بلا قید ردیف و قافیہ ہوتے ہیں۔ بعضوں کے نزدیک  
شعر و بیت ایک بات ہے۔ بعضے کہتے ہیں فردوسی ہے جو اکیلا ایک شعر ہو کسی قصیدہ  
یا غزل وغیرہ کا ٹکڑا نہ ہو۔

### مولف

### مثال

ہو گیا جامہ سے باہر میری اک بات پہ وہ جو کسی غیر کے کہنے سے نہ باہر آیا

(۶) مثنوی۔ اس کے کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں۔ اسکا  
ہر شعر علی و علیہ مطلع ہوتا ہے۔ اور سب ہموزن ہوتے ہیں۔ بوستان۔ شاہنامہ  
سکندرنامہ۔ بلی مجنوں۔ یوسف زلیخا۔ تحفۃ الاحرار۔ فارسی میں۔ اور بدیعہ گلزار  
دریائے عشق۔ زہر عشق۔ فریادِ مرغ۔ اردو میں یہ سب کتابیں مثنویاں ہیں مولف

ساقیا دے شراب ناب مجھے	آتش ترے کرکباب مجھے
آتشیں آب ہے غذا دل کی	بادہ ناب ہے غذا دل کی
دل کی خوراک آتش تر ہے	دل نہیں ہے میرا سمندر ہے
دل کی حسرت نکلنے والی	بال کھوئے ہوئے گھٹا کالی
بھڑکتی جھاستی وہ آئی دیکھ	اب کوئی دم میں آگے چھائی دیکھ

تیرہ وتار ہے جہاں سارا  
 ابر ہے مے سے ماہ طلعت ہے  
 جام و مینا پہ نور کا عالم  
 جب نسیم بہار آتی ہے  
 ہوش میں آتے ہو کیا ہے  
 شب ہجراں کا مجھ سے پوچھ نہال  
 مومبو آسمان کی تار یکی  
 اسپہ بخت سیہ کا یہ اندھیر  
 کیا کہوں مجھ پہ کیسی آفت تھی  
 کاٹ کھانے کو دوڑتا گھر تھا  
 چار پائی پلنگ سے بدتر  
 تھا بدلتا گھڑی گھڑی پہلو  
 آنکھ لگنی محال تھی گویا  
 اشکباری سے اشکباری تھی  
 تن بدن تھا تمام آتش زار  
 دل تپاں مرغ نیم جاں کی طرح  
 داغ دیتا تھا ماہتاب مجھے  
 کیسی گھبرا کے شعر مومن کا  
 جیل پر سے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ

اک دھواں دھار ہے جہاں سارا  
 یکشوں پر خدا کی رحمت ہے  
 ہے تجلی طور کا عالم  
 تیر سی دل کے پار جاتی ہے  
 گذری باتوں کا پوچھنا کیا ہو  
 زلف جاناں سے تھی زیادہ وبال  
 کا کل مشکبار کی سی تھی  
 سر پھینچی تھی کہکشاں شمشیر  
 شب ہجراں نہ تھی قیامت تھی  
 روزن در دمان اژدر تھا  
 تار بستر کا خار سے بڑھکر  
 چین آتا نہ تھا کسی پہلو  
 نیند خواب و خیال تھی گویا  
 بیقراری سے بے قراری تھی  
 وقتا رہنا عذاب النار  
 ٹکڑے ٹکڑے جگر کتاں کی طرح  
 بوئے مے کرتی تھی کباب مجھے  
 نالے کرتا تھا اور پڑھتا تھا  
 اے شب ہجرتی کالا سنہ

<p>             کیوں ہے تو میرے درپے آزاد              میری تعمیر کیا؟ خطا کیا ہے؟              کیا ہمیں ہیں تیرے جفا کے یٹے              باز آیا میں جینے سے یا رب              طالع خفتہ میرا جاگ اٹھتا              ماہ انور کو خواب میں دیکھا              پابگل جبکو دیکھ کر شمشاد              کہ قیامت سے چال چلتی تھی              فتنہ اٹھ کر سلام کرتا تھا۔              مانی چیں نے جس سے چیں مانی              اور نظروہ کہ بس خدا کی پناہ              ایسی بچیں کہ کھل گئیں آنکھیں           </p>	<p>             کبھی کتا کہ چرخ نا ہنجا              میں نے ظالم تیرا لیا کیا ہے              رحم کر اے فلک خدا کے یٹے              کبھی کتا تھا موت دے یا رب              اتنے میں لگ گئی جو آنکھ ذرا              اپنے دلبر کو خواب میں دیکھا              قدوہ بوٹا سنا مثل سرو آزاد              اس پر رفتار اس قیامت کی              جب وہ مشق حرام کرتا تھا              اس غضب کے تھے چیں بشتانی              نہ بھتی اس چشم فتنہ زاکلی پناہ              خواب میں اُس کی سرنگیں آنکھیں           </p>
---	---

(۷) سمط۔ اُس نظم کا نام ہے کہ کم سے کم تین مصرعے اور زیادہ سے زیادہ دس مصرعے  
 ہموزن اور ہم قافیہ کہے جائیں۔ (ان سب کا نام بند سوگا) پھر اور بند ہی اسی طرح  
 اسکے ہونے ہوتے ہیں۔ اور ان میں اتنے مصرعے ہوتے ہیں جتنے پہلے میں۔ مگر اخیر مصرعے  
 کے سوا اول بند کے آخر میں ہونا ہے۔ باقی سب مصرعے اور بندوں کے الگ الگ  
 قافیہ پر ہوتے ہیں۔ بندوں کی تعداد بیس نہیں۔ اگر بیس میں تین مصرعے ہوں تو وہ سمط  
 مشکت اور چار ہوں تو مریج پانچ ہوں تو مخمس چھ ہوں تو سدس سات ہوں تو سبع  
 اٹھ ہوں تو ثمن اور نو ہوں تو متع دس ہوں تو عشر کہلاتا ہے۔

اس میں ترکیب بند اور ترجیح بند بھی شامل ہیں۔ اور یہ دونوں ایک ہی ہیں۔  
 فرق صرف اتنا ہی ہے کہ ترکیب بند میں ہر بند کے بعد مختلف اشارے آتے ہیں اور  
 ترجیح بند میں وہی ایک شعر جو پہلے بند کے بعد آچکا ہے۔ مثل ترکیب بند وزیر

چمن میں دیدہ زر گس تلک نہیں تار  
 بلایا جام گل تر نے شربت دیدہ  
 کلی جو چکی تو آئی صدائے نغمہ تار  
 نہال شمع تلک بنر سو کے لائے با  
 بنے دہن زر گل شگے جو نکلے شراب  
 تجھکے ہیں شکر کے سجدہ کو باغ میں شجرا  
 جگہ نہیں جو کرے عندلیب و انتقار  
 نماند جابائے کہ بلبل کشد زمینہ صغیر

ہوا ہے اب کے بفیض طیب ابر بہار  
 رہا چمن میں نہ آزار دید بلبل کو  
 و فور عیش سے بنیم نشاط ہے گلشن  
 عجب نہیں پر پروانہ ہو پر طوطی  
 یہ فیض باد بہاری ریاض دہر میں ہے  
 گماں غلط ہے کہ بارِ شمرے ہو گئے خم  
 چمن میں نام خدا ہے ہجوم گل ایسا  
 ہجوم لالہ و گل اس قدر شدت وزیر

### مولف

### مثل ترجیح بند

شکوہ نہیں آہ نارسا کا  
 کیا بند ہے آپ کی قبا کا  
 تم مارو تو نام ہو قضا کا  
 دل لینا ہے کام دلربا کا  
 کیا کہنے ہیں واہ خوب تا کا  
 پر پاس ہے تیری نقش پڑ کا  
 دل بھی بے بنا ہوا بلا کا

واں ہوتا ہے دم ہوا صبا کا  
 کھلتا ہی نہیں جو عقدہ بخت کا  
 ہم تمہی مریں تو گویا دم دیں  
 دل لائیے ماتھ میں ہمارا  
 دل دشمن جان تھا ہمتا کا  
 کچھ دور نہیں ہے خاک اڑانی  
 اس زلف کو کر دیا ہے برہم

کچھ خوف بھی چاہیے خدا کا  
 بر بیکسیم نظر نہ کردی  
 قاتل یہی میرا خون بہا ہے  
 اچھا ہونا بھی کیا بُرا ہے  
 کہتے ہیں کہ دوست بیوفا ہے  
 وہ زلفِ سیہ بھی کیا بلا ہے  
 ہم سمجھتے تھے یار دلربا ہے  
 آنکھیں ہیں جہاں وہ نقشِ لپے  
 غم کھانے کا سہکو گر مزا ہے  
 یہ بھی کوئی شیوہ وفا ہے  
 بر بیکسیم نظر نہ کردی  
 جانو کہ پھرے خدا کے ہاں سے  
 دھو بیٹھے ماتھے اپنی جاں سے  
 دُرتا ہوں فریبِ آسمان سے  
 مل دو غری چشمِ غنِ ثاں سے  
 کچھ کوئی نہ لیگیا جہاں سے  
 میں نے نہ اٹھ گیا جہاں سے  
 بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہ ظلم یہ جور بندہ پرور  
 رشتی و مرا خبر نہ کردی  
 کوچہ میں جو تیرے خون بہا ہے  
 اللہ سے عذرِ حسن تیرا  
 ناکامی دشمنانِ مبارک  
 آہوں کے دھوئیں اڑا دیں  
 غیروں کی یہ دلہی کہ توبہ  
 ناصح نظر آو چلتے پھرتے  
 تم بھی تو ہو خون کے پیاسے  
 انصاف تو کیجے اپنے دل میں  
 رشتی و مرا خبر نہ کردی  
 پھر آئے جو کوچہ بتاں سے  
 مر جاؤ گا پھر نہ کیو نہ صبح!  
 کیا وعدہ وصل کی خوشی ہو  
 ملنی ہے جو پاؤں میں مندی  
 ارمان میں لے چلا ہوں لاکھوں  
 جوقت تیرا قدم اٹھا تھا  
 رشتی و مرا خبر نہ کردی

ان کے علاوہ بلحاظ معنی ایک اور قسم بھی ہے۔ جو اکثر مدح میں آتی ہے۔

اسکا نام ہے واسوخت - چونکہ اس میں شاعر اپنی وفاداری اور معشوق سے بیزار  
 ترک عشق وغیرہ کا بیان کرتا ہے - اور واسوختن کے معنی ہیں - منہ پھیرنا یا اعراض  
 کرنا - اس لیے اسکا نام واسوخت مقرر کیا - اس کے سوجداروں میں ملک الشعراء  
 جناب میر تقی صاحب مرحوم ہیں اور فارسی میں وحشی یزدی ہیں - مولف

گل کی ہے بات کہ تم مایل آنا تھو غمزدہ ناز کی باتوں سے خبردار نہ تھے  
 ساتھ اغیار کے پھرتے سر بازار نہ تھے جو رکیش و ستم اندیش جبار نہ تھے  
 داغ دیتے تھے ہمیں روز نہ تم بار نہ  
 گل کھلاتے تھے نہ یوں غیرت گلزار نہ

کوئی اس کا کل مشکیں کا گرفتار نہ تھا کوئی اس خنجر ابرو کا دل افکار نہ تھا  
 کوئی ہی آپ کا وارفتہ رفتار نہ تھا دیکھنے کو بھی کہیں چشم کا بیمار نہ تھا  
 اس قدر شہر آفاق کہاں تھے پہلے  
 اب جو ہیں آپ کے شائق کہاں تھے پہلے

قنہ اٹھتے تھے کہاں گرمی رفتا سے یوں سینہ جلتے تھے کہاں آتش خسار یوں  
 لوگ زخمی تھے کہاں ابرو خند آریوں خوں بہا کرتے تھے کب بکری ہوا آریوں  
 آتشیں حُسن کی تھی گرمی بازار کہاں  
 پیدا ہوتے تھے نئے روز خریدار کہاں

عشق ادا میں کیا کرتا تھا شیو کبدن تھا مے پھرتے تھے جگر آگے دشمن کبدن  
 پانوں مغرباں تھے اے غیرت کش کبدن چھاتے خاک پھرتے تھے بن بن کبدن  
 گل خنداں کی طرح چاک گریاں کہ تھے



اپنی زلفوں کی طرح آپ پریشاں کی تھے  
 اس قدر شوخ تھے کب اتنی شرارت بکاتی اس قدر تم کو میری شکل سے نفرت کب تھی  
 غیر سے رسم تھی کب خط و کتابت کب تھی یوں تھا ہونے کی ہر بات پہ عادت کب تھی  
 جھڑکیاں کھاتے تھے ایسے گنہگار سے ہم  
 منہ کو کب دیکھ کے ہوجاتے تھے ناچار سے ہم  
 (۱) اوپر کی سات مٹوں میں سے کسی طرح کے نظم جس کے اوپر ہر ایک مصرعہ کی آخر میں  
 کوئی ایسا فقرہ بڑھایا گیا ہو جو لفظوں میں اس کے وزن سے پون مصرعہ کے اول و  
 آخر زکین کے برابر ہو۔ اور معنی میں بھی میل کھاتا ہو۔ مگر مصرعہ کا مضمون اس پر منحصر  
 نہ ہو۔ ایسے فقرہ کبھی بھی بڑھادیتے ہیں۔  
**مومن**

مومن دل سادھاں جو برباد دیا ماند حباب  
 ان سنگ دلوں کو دیکے کیا خاک لیا جزیخ و عذاب  
 یعنی وہ مکاں کہ تھا خدا کا مسکن کر نذر بیتاں  
 برباد کیا اسے یہ کیا کام کیا اے خانہ خراب  
 (۱) - صنایع بدیع - ان قیدوں کا نام ہے۔ جو صرف حسن کلام کے واسطے مقرر  
 کی گئی ہیں ایسی تین فیضین مضمون خیال کرتے ہیں۔ یہ انگریزی۔ فارسی۔ اردو و عربی سب  
 سب زبانوں میں آتی ہیں۔ اور جیسا نظم میں انکا استعمال ہے۔ ویسا ہی نثر میں۔ مگر  
 زبان اردو میں اسکی مشابہت نہایت اہم کام ہے۔ ایسے چند صنعتیں جو کثیر الاستعمال  
 ہیں۔ اور مکمل اردو کیلئے لازمی ہیں۔ لکھتا ہوں۔ اول صنایع معنوی چکی بہ  
 قسمیں ہیں۔

(۱۱) صنعت مقابلہ جس میں دو مخالف معنی بیان کریں مولف تیرے حساد اور خون جگر - تیرے اجاب اور مئی گلنار -

(۱۲) مراعات النظر - یا تناسب - وہ یہ کہ کئی چیزیں مناسب ایک جگہ ذکر کریں مولف ہاتھ میں گرچہ شل طائر رنگِ حنا مرغِ دل صیاد اڑ جانے کو پر تیار ہے (۱۳) ایام - ایک لفظ میں دو معنی ہوں - حکاک کا پسر بھی میاں سے کم نہیں فیروزہ ہووے مروہ تو قیامت وہ جلا -

(۱۴) استخدا م وہ صنعت ہے جس میں کچھ لفظ دو معنی جمع کریں اور اس کے معنی ایک جگہ کام لیں اور دوسرے سے دوسری جگہ -

بغیر میں تمپہ نہ میں ہجر میں ترپوں جی جانابی اے کاش دل آنے کی سزا ہو (۱۵) لف و نشر - وہ ہے کہ پہلے مصرعہ کے الفاظ کا دوسرے میں متقابل بیان ہو مولف

سیری وحشت سے تیرے ناز و پیال ٹوٹے پھول گلشن میں نہیں غار بیاباں میں نہیں (۱۶) حسن التعلیل کسی شے کی علت و وجہ خلاف اصل بیان کرنی - فوق

پتھر ادا جلوہ نے تیرے چشم صنم کو چکرا دیا غم نے تیرے طوفِ حرم کو (۱۷) تجاہل العارف - جان کر اسجان بننا - مولف

میرا مقدر ہے تجلی گاہ کس کے نور کا آفتابِ حشر بر وزہ ہو خاک گور کا (۱۸) تعجب - کلام میں الفاظ تعجب لاتے مولف

آنکھیں چراتے ہیں میرے دریاں سے چاؤ گر یار ب میں کس کی چشم کا بیمار ہو گیا (۱۹) - براعت الاستدلال - شروع کلام میں ایسے مناسب لفظ لاتے جو مضامین آئندہ

کی خبر دین جیسے شروع گلزار نسیم میں - (جیسے گل بکاولی کا قصہ ہے) نسیم لول

اول شعر لکھا ہے۔ ہر شاخ میں ہش کوفہ کاری بدتر ہے قلم کا حمد باری \*  
 دہلیج اس صنعت کا نام ہے کہ کلام کا تعلق کسی قصہ سے پایا جائے **ذوق**  
 خبر کجگ نوقل کی تو مجنوں اہل سونگ کیا وہ تا صبا کچھ لائے شاخ بید مجنوں کو  
 دوسری قسم صنایع بدایع کی صنایع لفظی ہے جن میں

(۱) تجنیس۔ کہ لفظ یا چند حروف تلفظ میں یکساں قریب المخرج ہوں اور میں مخالف  
 لفظ دیکھو کیونکہ نہ پھر تم میرے سر کی صورت سامنے سے میری آنکھوں کے جو سر کی صورت  
 (۲) اشتقاق۔ چند لفظ ایک مصدر یا مادہ سے ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں غالب  
 کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کیے \* تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے  
 ان کے علاوہ قطع الحروف۔ منقوطہ۔ مہملہ۔ رقطا۔ خیفا۔ فوق النقطا۔ تحت النقطا  
 مقطع موصول۔ واسع الشفتین۔ واسل الشفتین۔ ذوقا قین۔ متلون منقوض  
 مخزوف۔ سیاق الاعداد۔ تنسیق الصفات۔ توشیح۔ اطراو۔ توجیہ۔ انواع۔ سبایع  
 مذہب کلامی۔ تاکید مدح مشابہ بالذم مبالغہ۔ تجرید۔ وغیرہ اور بہت سی صنعتیں لفظی  
 و معنوی ہیں جو محض تفسیر و تکلف کے طور پر تقدیم لاتے تھے۔ دوسری صنایع لفظی  
 اس واسطے بھی کم لکھی گئی ہیں کہ انشا پر داز کو اسکا پابند ہو جانا اور اسے مطالب میں صنف  
 پیدا کرتا ہے۔

(۳) تشبیہ۔ ایک چیز کو دوسری سے مانند کرنا۔ جیسے  
**قامت**۔ سرو۔ صنوبر۔ شمشاد۔ سروناز۔ سرو سہی۔ طوبی۔ شاخ گل قیامت  
 نخل۔ نہال۔ تیر۔  
**خرام**۔ ہبار۔ برق۔ نسیم صبح۔ نسیم۔ باد صبا۔ شمیم گل۔ موج۔

موسه سر - شب - نیش - شب - دیور - شب - یلدا - ظلمات - مشک  
عنبه - دام - شام - ابرسیاه -

فرق - راه ظلمات - خط استوا - کمکشان - برق درخشان - تیغ  
زلف - سنبل - دشته سنبل - ریجان - کمند - زنجیر - مار - مشک - شام - شب  
عمود از حبش - تازیانه عقرب - عنبر سارا - رشته - رسن - دود - لام - میسم  
چوگان - چلیپا - ابرسیاه - قلاب - دام - هند - هندو - کافر - خطا - ختن - تنار چین  
توخ - ماه - آفتاب - شمع - چرخ - کعبه - مصحف - گل - شعله - مشعل - تجلی طور  
لاله - ارغوان - صبح - روز - گلستان - گلشن - گلزار - چمن - بهشت - باغ - ارم  
خال - هندو - زنگی - حبشی زاده - مشکدان - پیندر - نقطه سودا - مردمک - حجر الاسود  
جبین - آئینه - لوح - سین - لوح محفوظ - ماه - هلال - بدر - ماه نو - خورشید  
زهر - شتری - سیل -

ابرو - بوج - محراب - هلال - کمان - قوس قزح - ذوالفقار - شمشیر - خنجر  
حلقه کند - طاق - کلید - توان خط نوح -

چشم - بادام - زگس - حرک - هندو - زهره - بابل - ماروت - سامری - ساحر  
جادوگر - جام - ساغر - آهو - روزگار - حرف صاد - حرف عین -

مژگان - خنجر - تیغ - سنان - نیزه - تیر - خار - سوزن - چنگل - باز - چنگل - پیکان - نیش - نیشتر -

گردن - صراحی - دسته علاج - بیاض صبح - گردن آهو -

بینی - الف - عنجه نرگس - عنجه شبنو - عنجه دگل - عنجه یاسمین -

لب - غنچہ - برگ گل - رگ گل - آب حیات - خرا - پستہ - موج آبجیات  
 موج کوثر - موج شراب - رشتہ مریم - رشتہ جان - سیحا - شہد - شکر - نبات - قد  
 لعل - یاقوت - عقیقہ مرجان - سہیل - ہلال - آتش خاموش - شفق - افکار -  
 خط - ہفتہ - ہندو - ریحان - زمرہ - خط غبار - نامہ خضر - سبزہ - مورچہ  
 الہ - رنگ - حبش - عنبر - مشک - جدول - رنگار -

وہمن - غنچہ - پسنہ - انگشتری - جوہر فرد - نقطہ مہوم - صفر - عدم - صدف  
 قطرہ - شکر - حقہ مروارید - حقہ مرجان - حقہ یاقوت - حقہ لعل - میم - دل مو  
 چشم مور - نمکدان - کوزہ نبات -

وندان - گوہر - دُر - زالہ - الماس - انجم - دانہ انار - عقد پرویں -  
 عقد گوہر - رسلک دُر - غنچہ یاسمین - غنچہ نستر -  
 خندہ - برق لمحہ - برق شکرین - نکین - غنچہ نیم شگفتہ - صبح -  
 زرخندان - سب - شقالو - گوی سیمیں - شامہ - دستنبو - ہی سحبت  
 سب برقند -

دوش - آشنہ - صبح - صفائی صبح - بیم - یاسمن - یمن - نسرین - نستر  
 ساعد - گلدستہ - شاخ گل - ماہی سیمیں -  
 پنچہ - آفتاب سحر پنچہ مرجان - شفق - پنچہ گل - لفظ اللہ  
 کف - برگ گل - مرہم - دریا -  
 ناخن - ہلال - آئینہ - بدر  
 سر انگشت - غنچہ گل - فندق - عتاب - گل اورنگ -

**لطف** - ابر - دریا - چشمہ کوثر - آب حیات - باران رحمت - باغ جنت شک  
 کا فوز - نسیم صبح - باد بہاری - تنہیم گل - باغ گلستان بہشت - عطر -  
**قہر و غضب** - برق - آتش - باد سموم - صرصر - سیلاب تند - صورِ محشر -  
 بادِ خزان - طوفانِ باد -

### مخصوصات

ج اہل فارس کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ وہ جسمِ نبی کے ساتھ کوئی مقررہ لفظ بولتے  
 ہیں۔ اور یہ اردو میں بھی کثیر الاستعمال ہے جیسے مبلغِ نذرہ روپیہ - موازی آٹھ آنہ - علی نقار  
 رنجیر - ہاتھی کے لیے خاص ہے پنج بزرگِ فیمل -

**سِلک** - مار کے واسطے -

**ضرب** - لاٹھی بندوق توپ تینچہ کے واسطے -

**وستہ** - تیر کے واسطے -

**فرو** - قالین وغیرہ اشیاء غرض و کاغذ کے واسطے -

**ہمار** - اونٹ کے واسطے خاص ہے -

**طاقہ** - زربفت - محفل - طاس - بانات وغیرہ

**ساز** - باصہ کی چیزوں پر

**جلد** - کتاب - چمڑا -

**ثوب** - آستین دار کپڑا -

**نقر** - خدمتگار - مزدور - ملازم - حجام - گاذر وغیرہ -

**راس** - لادنے اور وردہ کے جانوروں پر گھوٹے - ہرن - گیند کو بھی کہتے ہیں

دست - شکاری پرندوں مثل بازو وغیرہ اور ڈھال خلعت کے واسطے بھی -  
 قلاوہ - درندوں کے لیے جیسے شیر - چیتا - گتا - بندر - ریچھ - لنگور -  
 اور خرگوش کو بھی -

سنزل - خیمہ - قنات - کشتی - مکان - پلنگ - چوکی - ہودہ - عاری  
 زین - پالکی - بھل - چھکڑہ -

باب - خاص خیمہ پر  
 عراوہ - خاص توپ کے لیے -

قطعہ جواہرات - الماس - لعل - فیروزہ - اور خط - کمت - تالاب - باغ وغیرہ  
 قبضہ - کاٹ کے ہتھیار - مثل تلوار - خنجر - پیش قبضہ - چاقو - خیمہ - چھڑا  
 اور کمان کو بھی -

جفت - موزہ - جوتا - کھڑانو - زیور کا جوڑہ - مثل بازو بند - کنگن وغیرہ  
 مبلغ - روپیہ - اور اشرفی پر -

مواری - گٹھ - بیگہ - ٹگہ - خلوس - سن - سیر -

وانہ - موتی - مونگا - اور سیوہ کے اقسام - مثل آنار - سیب - بھی وغیرہ  
 عدد - برتنوں کے اقسام پر - اور یہ لفظ ایسا عام ہے کہ بہت جگہ بولا جاتا ہے  
 مثلاً - تین عدد بندوق - چار عدد قالین - پانچ عدد الماس - چھ عدد آنار -

وغیرہ - وغیرہ

تسمیہ - سوائے لفظ مبلغ اور مواری کے اور ب لفظ شمار کے بعد بولے جاتے  
 ہیں - مثلاً بیج نفر ضرور - چار راس اسب وغیرہ



## مخففات

علامات جو جایاً نظم و نثر میں استعمال کرتے ہیں

(د)

لفظ اصلی	لفظ مخفف	لفظ اصلی	لفظ مخفف
إلى آخره	الخ - اه	طاسره	نم
مقالی	نعم	علیہ السلام	عم - عم
رحمۃ اللہ	رم - رہ	مقصود	مقصر
رضی اللہ عنہ	رض	مطلوب	مطم
صلی اللہ علیہ وسلم	صلعم یا م	مصنف	مصم
صحیح	ص	نسخہ	ر - ر
حد	۱۲	متکلم	م
قولہ	ق	..	.

ان کے علاوہ عام قاعدہ یہ ہے۔ اختصاراً لفظ کے اول کا ایک حرف یکسر دیتے ہیں۔ مثلاً۔ ترجمہ کی کتاب سوال کا س۔ جواب کا ج۔ شرح کا ش۔ فائدہ کی ف۔

## تبدیلیات

(س) بعض لفظ اردو میں ایسے کثیر الاستعمال ہیں کہ اگر ان کی اصلیت ڈھونڈیں تو پتہ نہیں لگتا۔ گوفارسی عربی۔ انگریزی۔ جرمن۔ مارٹوا کے ہیں۔ گویا دیویش یا بھیس اردو میں کچھ اور ہی ردی پن لی ہے جیسے

لفظ	اصل	گرن بن گاہے	لفظ	اصل	گرن بن گاہے
بادل	بارد۔ باد	سنگرت	چاندنی	چاندری	سنگرت

لفظ	اصل	کس زبان کا ہے	لفظ	اصل	کس زبان کا ہے
دود	دگرہ	سنسکرت	رومال	روپاک	فارسی
خیر سلا	خیر صلاح	عربی	اردادہ	آرد آیشہ	"
شروا	شورایہ	فارسی	کھیا	کبہ	"
ہام دستہ	ہا دن تہ	"	قبور	قربوس	ترکی
دسپنا	درست پناہ	ہندوستانی گھوٹ	مردار سنگ	مردہ سنگ	فارسی
بجاوہ	پڑاوہ	فارسی	ٹاٹ بانی	تار بانی	"
رسی کونا	زر کمنہ	"	تارتلا	تار طلا	"
کبہ بک جک	تق تق قرق	ترکی	توبہ تنوہ	توبہ النصوحا	عربی
تاشہ	تاسہ	فارسی	سر بندی	سپہ بندی	فارسی
افراق قری	افراط تغریط	عربی	قلا پنج	قلاش	ترکی
قرق	قیورق	ترکی	حک	حج	"
بجے منڈل	بیج منڈل	عربی	لیلام	شیلام	پرتگالی
لائٹین	لین ٹرن	انگریزی	اشٹام	سٹپ	انگریزی
بکٹ	بکٹ	"	بوتام	بوتان	فرینچ
پستول	سپٹل	"	فلالین	فینیل	انگریزی
بابر نیٹ	بابی نٹ	"	بوتل	بائل	"
درجن	ڈزن	"	بٹن	بٹن	"
میم	میڈم	"	اردلی	آردلی	"

اسی طرح اسٹیشن ٹکٹ ریل پولس وغیرہ صدر نقطہ ہیں کجج کیے جائیں تو ایک ٹکٹ نثری تیار ہو جائے۔

## مشیات

(۱) اردو میں اکثر قواعد کے خلاف بکے جاتے ہیں۔ جیسے

(۱) جہاں زیادہ تعظیم ہو۔ جمع حاضر کے صیغہ میں واؤ مجھول یا و مجھول سے بدل طاقی ہے۔ کھا دیئے کھا ئیے۔

(۲) - صدر امر کا حکم کھتا ہے۔ یہ مجھے دینا۔ اس کے پاس نہ جانا

(۳) - صدر اسم ہوتا ہے۔ کھانا کھا لیجئے۔

(۴) کہیں فعل حال ماضی قریب کا فائدہ دیتا ہے جس کی صریح صاحب کا خط آیا ہے۔ آپ کو سلام کہتے ہیں۔

(۵) کہیں اثبات حال کی واسطے ماضی مطلق کا صیغہ بولا جاتا ہے۔ تم چلو میں ابھی آیا۔

(۶) کہیں کے برخلاف حال ماضی مطلق ہوتا ہے۔ آگے اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں۔ وہی لٹا دھار مٹی قیصر موجود۔

(۷) بعض صدر اپنے اصلی معنوں کے خلاف تاکید و تنبیہ کے واسطے آتے ہیں۔ دیکھنا مقدمہ ماتھے سے نہ جاتا رہے۔

(۸) کہیں فعل حال استقبال کا فائدہ دیتا ہے بے جگہ آگے لڑی دیکھے کیا ہوتا ہے۔

(۹) دیکھے حرف شک کے قیاس پر بولتے ہیں۔ سنہ چھپانا آپ کا کیا کیا دیکھے۔

(۱۰) جب تکلم تاکید نفی بولتا ہے تو مخاطب ہی حرف ہی ہے جواب میں کہتا ہے وہ سوقت اثبات

کا فائدہ دیتا ہے۔ دیکھو اس حاملہ میں اقرار نہ کرنا (جواب) نہیں!!! یعنی بہت اچھا

(۱۱) جہاں مصدر امر کی جگہ بولا جائے۔ اور اظہار تعظیم منظور ہو تو نا اڑا کر کیے لگا دیتے ہیں۔ لیکن سے لیجے دینا سے دیجے۔ زیادہ تعظیم منظور ہو تو اسپرگا اور زیادہ کر دیتے ہیں جیسے مجھے اطلاع کر دیجیے گا۔

(۱۲) ماضی تہنکی حال کے معنوں میں بھی آجاتا ہے۔ دیکھیے آپ اچھا نہیں کرتے (۱۳) ماضی مطلق مستقبل کی جگہ سراج چاند بچا تو کل عید بھیگی۔

(۱۴) فعل حال مستقبل کی جگہ۔ میں اپنا گھوڑا بیچتا ہوں کیا دیتے ہو؟

(۱۵) کبھی ماضی مطلق کو ساتھ کرنا کے مشقات تواتر کا فائدہ دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ شام کے وقت آیا کرتے ہیں۔

(۱۶) کبھی ہر گاہ ماضی شکیہ کے علاوہ تنہا آتا ہے تو ہونا کا مستقبل سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہوگا تو اچھا نہوگا۔

(۱۷) بعض فعل محاف معنی پیدا کرتے ہیں۔ بیٹھے کہ فعل مضارع بھی ہے۔ اور ماضی مطلق ہے اور متعدی اور لازمی کے بچانے کا قاعدہ یہ ہوگا۔ کہ جس ماضی مطلق کے ترجمہ میں آئے وہ متعدی۔ اور جس میں آئے وہ لازمی۔ اس کے علاوہ لوں بھی بچان سکتے ہیں کہ جس فعل کا تمام جہم سے تعلق ہو وہ لازمی ورنہ متعدی جیسے دوڑنا تمام جہم سے دوڑا جاتا ہے اس کا تمام جہم سے تعلق ہے یہ لازمی ہے۔ کھانا یہ صرف ہاتھ سے یا منہ سے کھایا جاتا ہے یہ متعدی ہے

وقتی علیٰ ہذا البوائی۔

(۱۸) جس طرح فارسی میں جملہ شرطیہ میں حرف شرط آتا ہے اور حرف جزا نہیں آتا اس کے برعکس اردو میں بھی حرف شرط لازماً غیر فصیح معلوم ہوتا ہے۔ آج کوئی جگہ خالی ہوئی تو میں ضرور آپ کا خیال رکھوں گا۔

(۲۰) کیا حرف استفہام ہو۔ مگر اُس کی تکرار سادات کا فائدہ دیتی ہے۔ کیا امیر کیلئے  
سب اُس کے واسطہ دولت میں پرورش پاتے ہیں۔

(۲۱) ماضی بعید ماضی قریب کی جگہ آجاتا ہے۔ جس وقت محدود کا دم نکلا ہے دنیا بھر  
میں اندھیر تھی۔

(۲۲) ماضی بعید اپنے صلی معنوں کے خلاف بلتے ہیں۔ سینکڑوں گناہیں تو کھینچو بیانی پھر گیا تھا

(۲۳) کسی صرف ماضی مطلق اسم حال یہ ہوتی ہے۔ علی الصباح ایک آدمی دوڑا آیا اور کہا کہ چلو چلو چلو چلو  
(۲۴) کہی چاہیے کا لفظ حذف کر دیتے ہیں۔ آپ کو ان کی باتوں پر نہ جانا تھا۔

(۲۵) کہی ماضی مطلق نہی قریب کے معنوں میں آجاتی ہے۔ ایسا فاضل ہو ا نہ ہو۔

(۲۶) کہی صرف ہو ہو گا کا کام دیدیتا ہے۔ تمنا ہو ا نہ ہو۔

(۲۷) جو حرف موصول ہے مگر مخاطبات کے معنی میں ہی آجاتا ہے۔ کمرھوں نے تعاجو چویدار

(۲۸) کہی اشارہ کلام میں یا حذف ہو جاتا ہے۔ ابھی انپیکر صاحب آئے نہیں؟

(۲۹) کیا تاکید توصیف و انبساط کے واسطے ہی آتا ہے۔ کیا پیار بچہ ہی کیا اچھا بولے

(۳۰) اکثر ماضی متناہی ماضی استمراری کا فائدہ دیتی ہے۔ عورت مرد بچہ جو آتا نہیں کی طرف جھکتا۔

(۳۱) کہی مصدر کے آخر میں صرف یا مچھول مصدر کے معنی پیدا کر دیتی ہے۔ وہ عورت کھانے جاتے ہیں

(۳۲) کو آماوگی ظاہر کرتا ہے۔ وہ یہاں آئے کو ہیں۔ اور یہی سے اور زیادتی۔ آنی ہی کو ہیں

(۳۳) بعض مصدر کے مشتقات صرف تائب کلام کے واسطے اور معنوں کے ساتھ آتی ہیں

جیسے رہنا۔ ہونا۔ کرنا۔ لینا۔ دینا۔ وٹاں البی باتیں زور دے رہتی ہیں۔

ایسے لوگ ہمیشہ جچے بچھتا یا کرتے ہیں۔ اس نے حقوڑے دن میں رعایا کو پرچا لیا۔

جو منہ سے کہتے ہیں کر کے دکھا دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح نواب کے انداز میں لگے

کیونکہ کان تقدیر میں سے تیر نکل چکا تھا۔

(۳۴) کہی آج کے دن کہنا ہوتا ہے۔ تو آج کو کہہ دیتے ہیں۔ آج کو نواب زندہ ہوتے تو دیکھتے !!

(۳۵) کہی بچے کا لفظ فی کس اور فی نفر کے معنی پیدا کرتا ہے۔ پچھلے انعام میں تو آدمی بچے پانچ پانچ روپیہ آئے تھے۔

(۳۶) جسطرح فارسی میں ایک لفظ کی تکرار کثرت کا فائدہ دیتی ہے۔ دامن و اسن گل مراد چیدم گل گل نشاط جو شیدج۔ اسی طرح اردو میں بولتے ہیں عجب نہیں کہ یہ عجیب فارسی سے ہی لیا ہو۔ مگر انا تکلف اور کرتے ہیں کہ دونوں لفظوں کے بیچ میں کا بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے شہر کا شہر سو گوار ہے ہے سیدہ پوش زمانے کا زمانہ دل کا۔

(۳۷) اترتے اور چڑھتے ابتدا اور انتہا کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ اترتے ساتون آئے تھے چڑھتے پھاگن چلے گئے۔ مگر کثیر الاستعمال ہے چڑھنے کی جگہ آتے لگتے۔ اور اترتے کی جگہ نکلتے اور جاتے چڑھنے کا لفظ اہل اسلام میں اکثر چاند کے ساتھ آیا ہے آتے جاڑے گوار لگتی ہے جڑ اول تیار ہو جائے۔ چڑھنے چاند لڑکی کی شادی ٹھہرانا۔ اترتے ساتون چاہتے ہیں۔ نکلتے برات ٹپکے پڑنے لگتے ہیں۔ آسمان و دھرتی ہیں (۳۸) آئے کا لفظ دن کے ساتھ ملکر ہمیشگی کے معنی دیتا ہے۔ محسن مرزا آئے دن بیاہری رہتے ہیں۔

(۳۹) پانچ کا لفظ جس کے ساتھ آتا ہے تو چے حذف ہو کر تو سے بن جاتا ہی پانے روپیہ کی خرید ہے۔

روہی تو حرف جر کے علاوہ تخصیص کا بھی فائدہ دیتا، یابیوں سمجھ کر متناظر ظاہر کرتا ہے۔

دیڑی حنمت رسول نہایت معقول آدمی ہیں۔ - منا تو ہے ہی۔  
 (۳۹) آدمی کا لفظ نہایت عام ہے۔ مگر اکثر اس سے خاص قاصد یا غلام خدمتگار کے معنی  
 معنوم ہوتے ہیں۔ مرد خدا میں نے کئی بار آدمی بھیجا تم نے کتاب نہ بھیجی یہ بھی  
 کوئی آدمیت ہے۔ - ہ۔

(۴۰) کون اور کیکہ حرف استفہام ہیں۔ مگر مجاورہ میں کون کثرت اور کیکہ نفی بتاتا  
 کر دیتا ہے۔ - کون وقت لے لے گئے اچی کو گھبراتے ہوئی۔ - موت آتی ہے  
 اجل کو یہاں تلک آتے ہوئے۔ کیکہ کھانا کیکہ پینا کیکہ سونا کہاں کا سریر تماشا  
 وہ ان اپنی جان پرین گئی۔ -

(۴۱) مصدر کے بعد تہا لانا زیادگی اور مفاجات ظاہر کرتا ہے۔ - میرا چلنا تھا کہ  
 حمار الگ تہہ ساتھ ہو گیا۔ -

(۴۲) رسی طرح اور کا لفظ۔ رخصت منظور ہوئی اور میں آیا۔

(۴۳) ہی علاوہ حرف تخصیص کے ترقی تفصیل بھی ظاہر کرتا ہے۔ بت بچا بہت ہی اچھا

## ضرب الامثال

(۱) خا کساری عبادت ہے۔

(۲) اپنا کام خوب ہوتا ہے

فراغت سے عبادت ہے

مغفور پشیمان ہوتا ہے

دنیا سے واقف نہیں۔

(۱) پہنچتے تو ہر کو بھیجے۔

(۲) آپ کلج مہا کلج

(۳) آتما میں پڑی تو پر ماتا کی سوچی۔

(۴) بڑا بول قاضی کا پیادہ

(۵) رسم اللہ کے گنبد میں بیٹھے ہیں



(۶) آج کے بے آج نہیں چلتے -

(۷) بندگی بیچارگی -

(۸) آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر

(۹) آدمی کا شیطان آدمی

(۱۰) بندہ بشر ہے

(۱۱) آگ کھاٹیکا سواٹکاری گے گا

(۱۲) بھٹ پڑوہ سونا جس سے ٹوٹے کان

(۱۳) پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل

(۱۴) پنج مل کیچڑ کاج مار جیتے آئے شلاج

(۱۵) دیکھیے اونٹ کس گل بیٹھتا ہے

(۱۶) سانچ کو آئینہ نہیں -

(۱۷) ایک پتھر دو کاج -

(۱۸) ہونہار روکے چکنے چکنے پات

(۱۹) ایک کے کرلیا دوسرا نیم چڑھا -

(۲۰) کیا پدی کیا پدی کا شور با -

(۲۱) اینچن چھوڑ گھسیٹن میں پڑے

(۲۲) پھٹے مین پا نو دفتر میں نا نو -

(۲۳) بھول نہیں شکر شری سہی -

(۲۴) تھکا اونٹ سرے کو دیکھتا ہے

جلدی سے کام نہیں نکلتا -

نوکری میں اختیار نہیں -

سب یکساں نہیں ہوتے -

بد کی صحبت بد کردیتی ہے -

انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے

جو کرے گا سو پائے گا -

تکلیف کی زیبا پیش کچھ نہیں -

بے علم کی تعلی کے وقت بولتے ہیں -

صلاح کی کام میں ندرست نہیں ہوتی

خدا جانے کیا طاہر ہو -

سچے کو کیا خوف -

کام میں کام نکل جائے -

اچھے آثار ابتدا سے معلوم ہو جاتی ہیں

آپ بڑے پھر صحبت بُری -

بے حقیقت چیز کی نسبت -

پہلے سے زیادہ لعنت میں پھنس گئے

دخل در معقولات -

جو مل جائے غنیمت ہے -

لاچار ورا سا سہارا دھونڈتا ہے

نیک فال سے مراد ہے۔

دعائے شہرت۔

خدا کا خوف ہر وقت چاہیے۔

زبردست کا قبضہ سب پر۔

مکڑورگی حرأت کی نسبت۔

مفسس کی شیخی کی نسبت۔

خلاف محل اور عجیب بات۔

بغیر سرپرست انتظام خراب۔

شریفی آدمی۔

خدا میرا بن تو سب مہربان۔

شہرت بے اصل نہیں ہوتی۔

دنیا اسید پر قائم ہے۔

انکمہ بھی مال دوستوں کا۔

موتے تازہ انسان کی بابت۔

فضول خرچ کے پاس روپیہ کسا

ستقی بنکر عیش اڑانا۔

بیچ کو عالی رتبہ ہونا اچھا نہیں۔

زبردست سے کچھ نہیں جیتی۔

حق کسی کا مزے کوئی اڑائے۔

(۲۵) تیتتر کے منہ لچھی۔

(۲۶) تیری آواز کے اور مدینے۔

(۲۷) تین دن تیر میں بھی بہاری ہیں

(۲۸) جسکی لاشھی اُس کی بھینس۔

(۲۹) بھیر کی لات ٹخوں تک۔

(۳۰) بھیک کے ٹکڑے بازار میں ڈکار

(۳۱) بیل نکودا کو دمی کون۔

(۳۲) بے میر بازی ابتر۔

(۳۳) جتنا اوپر اتنا ہی نیچے۔

(۳۴) جدہر سولی اُدھر آصف الدولہ

(۳۵) زبانِ خلق نقارہ خدا۔

(۳۶) جیسے اسامری پراسا۔

(۳۷) چراغ گل گپڑی غایب۔

(۳۸) چیر و چار گہمار و پانچ۔

(۳۹) چیل کے گھر ماس کماں۔

(۴۰) حجازی مہجر ابھی۔

(۴۱) خدا گنجے کو ناخن ندے۔

(۴۲) کالے کے آگے چراغ نہیں جلتا۔

(۴۳) کدھ بھیریں بی فاختہ کوئی میو کھائیں

۱۷۱) میں ٹھیکر خاں فاختہ پڑا چکے۔

۱۷۲) وہ جسکی نہ بھی بوائی کیا جا چکے پیر پرائی

۱۷۳) ہم بارہ کائے نامہ تموار

۱۷۴) مان مان میں تیرا مہمان -

۱۷۵) تازی مارت کی کانپا -

۱۷۶) تانت باجی راگ پایا -

۱۷۷) دھوبی کا کتا گھر کا نہ کھاٹ کا -

۱۷۸) سچی تباہد کہیں سب کے سب اترے ہیں

۱۷۹) گاری بچھ پانوں بھول گئے -

۱۸۰) ہنستے ہی گھر بستے ہیں -

۱۸۱) جو گر جتے ہیں برستے نہیں -

۱۸۲) جیکاکھانا اُسکا گانا

۱۸۳) جس لڑائی میں کھا قاسمی میں چھید کر

۱۸۴) پشاور کا جاول چریا کی جیب ہے

۱۸۵) آٹھوں کا منہ کیٹ

۱۸۶) ہلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا -

۱۸۷) ماتھی کے ساتھ کا ندی کھاتے ہیں

۱۸۸) اب وہ دن گئے -

۱۸۹) بے درد درد کیا جانے -

۱۹۰) کام کسی کا اور نام کسی کا -

۱۹۱) خواہ مخواہ سر ہوتا -

۱۹۲) ایک نے سزا پائی دو سکرے عبت پرچی

۱۹۳) بات منہ سے نکلی اور نتیجہ معلوم -

۱۹۴) ہر جاتی کی کہیں قدر نہیں -

۱۹۵) بیچ کر دوا ہوتا ہے -

۱۹۶) آرام دیکھ کر تکلیف سے بچے -

۱۹۷) شگون اچھا تو کام اچھا -

۱۹۸) شیخی کرنے والے سے کچھ نہیں ہوتا -

۱۹۹) جس سے فائدہ ہوتا ہے اُسکی تعریف کرتے ہیں

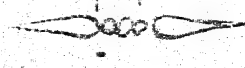
۲۰۰) جس سے فیض پہونچے اُسی کو تکلیف دو -

۲۰۱) لنبا اور پتلا -

۲۰۲) چالاک شیر -

۲۰۳) اتفاقاً حب منشا رکام -

۲۰۴) بساط سے زیادہ جرات کرتے ہیں



## اصطلاحات

(۱) سر اٹھانا	اترانا - غور کرنا	(۱۳) آنکھ لڑانا	عشق کرنا -
(۲) سر مارنا	نهایت کوشش کرنا	(۱۴) آنکھ لگنا -	سونا - عشق ہونا
(۳) سر پر اٹھانا	نهایت شو و غل کرنا	(۱۵) آنکھ مارنا -	ہمیشی اڑانا - حقیر سمجھنا
(۴) سر پر چڑھانا	گستاخ کر دینا -	(۱۶) آنکھ نہیں پھیرنا	یاد آنا تصور نہ دینا -
(۵) سر پر ہاتھ دھر کر دینا	نهایت دجبر و سبک کرنا	(۱۷) آنکھیں کھٹکنا -	ناگوار گزرنے -
(۶) سر پر چڑھ کر بولنا	خود بخود ظاہر ہو جانا	(۱۸) آنکھوں پھینکنا	اندھا بننا
(۷) سر موڑنا	کھٹکنا -	(۱۹) رکھ لینا -	گن مٹانا -
(۸) سر سہا ہونا -	کسی پر دربار ہونا	(۲۰) آنکھوں سے کرنا	نمایاں و عجب کام کرنا
(۹) سر کھانا	باب یک کرنا -	(۲۱) آنکھوں سے گرانا	حقیر و ذلیل کرنا - تہہ
(۱۰) سرکاری بانپوں کھینا	نهایت سخت کوشش کرنا		کھٹانا -
(۱۱) آنکھیں آنا	آنکھیں دکھنے آنا	(۲۲) آنکھ کا پانی دھلنا	بجیا بی شرم ہو جانا
(۱۲) آنکھیں جانا	اندھا ہونا	(۲۳) آنکھ کی پتلی یا	نهایت پیارا
(۱۳) آنکھیں دکھانا	دھمکانا	آنکھ کا تارا	
(۱۴) آنکھیں چرانا	پہلو تہی کرنا	(۲۴) آنکھوں کا تیل نکالنا	دیدہ ریزی کا کام کرنا
(۱۵) آنکھوں پر برہمی کرنا	چین چیں ہونا	(۲۵) آنکھیں نکالنا	ڈرانا - دھمکانا
(۱۶) آنکھ بھڑلانا -	آنسو بھر لانا	(۲۶) آنکھیں بچھانا	نمایاں شام و نظم کرنا
(۱۷) آنکھیں بل جانا	بیمروت ہو جانا -	(۲۷) آنکھوں میں دھو جانا	قریبیہ گلاب لب ہونا
(۱۸) آنکھ سامنے نہ کرنا	جھپینا یا شرمانا -	(۲۸) آنکھوں میں رات کا گھٹنا	تمام بات جاگنا -

(۳۳) آنکھیں نہ رکھنا	نمائت خطا رکھنا	(۴۹) ناک پر کھار رکھنا	نوراً اجرت دینا -
(۳۴) آنکھیں نہ رکھنا	نشہ یا خمار زیادہ ہونا	(۵۰) کان بچنا -	خود بخود آواز آنی
(۳۵) آنکھیں نہ رکھنا	تنبیہ ہو جانے اصلیت	(۵۱) کان بچنا	کسی کی غیبت کرنا -
(۳۶) آنکھیں نہ رکھنا	کھل جانی -	(۵۲) کان پر چون چلنا	کسانہ ماننا بات کا اثر نہ ہونا -
(۳۷) آنکھیں نہ رکھنا	مرجانا -	(۵۳) کان پر پی آواز نہ	نمائت شور و غل ہے -
(۳۸) آنکھیں نہ رکھنا	ترتیب پانا صحیح نہ ہونا	(۵۴) کان پر پی آواز نہ	نہیں سنائی دیتی
(۳۹) آنکھیں نہ رکھنا	دیدار بازی کرنا -	(۵۵) کان پر پڑنا	عہد کرنا کیس کو جاننا
(۴۰) آنکھیں نہ رکھنا	سپرد آنا	(۵۶) کان پر پڑنا	انہارنا واقفیت کرنا
(۴۱) آنکھیں نہ رکھنا	نہ جاگنا نہ تھنا -	(۵۷) کان پر پڑنا	سبقت لیجانا
(۴۲) آنکھیں نہ رکھنا	گھبراہٹ کرنا -	(۵۸) کان پر پڑنا	ہوشیار ہونا چونکہ ہونا
(۴۳) آنکھیں نہ رکھنا	کسی کا احسان نہ ہونا	(۵۹) کان پر پڑنا	بھکانا - غور کرنا
(۴۴) آنکھیں نہ رکھنا	نہ ہونا -	(۶۰) کان پر پڑنا	خاموش رہنا غریب بننا
(۴۵) آنکھیں نہ رکھنا	دق کرنا - ستانا	(۶۱) کان پر پڑنا	جان کر نہ سننا
(۴۶) آنکھیں نہ رکھنا	عزت بچانا -	(۶۲) کان پر پڑنا	نصیحت پانا غیبت کرنا
(۴۷) آنکھیں نہ رکھنا	خوشامد کرنا - عجز کرنا	(۶۳) کان پر پڑنا	دُعا ہونا -
(۴۸) آنکھیں نہ رکھنا	نمائت مقرب ہونا	(۶۴) کان پر پڑنا	گستاخ ہونا
(۴۹) آنکھیں نہ رکھنا	رسوخ -	(۶۵) کان پر پڑنا	منہ میں چھال دینا
(۵۰) آنکھیں نہ رکھنا	بے عزت کرنا	(۶۶) کان پر پڑنا	بالوہ کہنا - گلہ کرنا
(۵۱) آنکھیں نہ رکھنا	جانب ہونا یا سختی	(۶۷) کان پر پڑنا	

(۶۶) منہ پھیرنا	کنا کرنا۔ نفرت کرنا	(۸۷) منہ میں گھٹنیاں	کچھ نہ کہ سکنا۔
(۶۷) منہ تگنا	حیران ہونا بھوکھا رہنا	بھرجانا۔	
(۶۸) منہ جوڑنا	جگہ شکایت کرنا	(۸۸) دانت پریل ہونا	نہایت مفلس ہونا
(۶۹) منہ ٹوڑنا	قابل کر دینا۔	(۸۹) دانت پھینا	نہایت خفا ہونا
(۷۰) منہ چھپانا	شرمانا۔ لجانا۔	(۹۰) دانت رکھنا	نہایت خواہش
(۷۱) منہ دکھانا	سامنے آنا۔	کرنا تاک میں رہنا	
(۷۲) منہ دکھائی	وہ نقدی بازو۔ جو	(۹۱) دانت کھٹے کرنا	عاجز کرنا۔
	دو لہجے کا منہ دیکھ کر دیا	(۹۲) دانت نکال دینا	شرمندہ ہونا۔ الحاح کرنا
	کرتے ہیں۔	(۹۳) دانتوں سپنا آنا	دشوار کام سے عاجز ہونا
(۷۳) منہ دھور رکھو	توقع نہ رکھو۔	(۹۴) دانتوں سے کپکپانا	کشی کو نہایت کوشش
(۷۴) منہ کا نوالہ	نہایت آسان پہل	بچانا یا حاصل کرنا	
(۷۵) منہ کالا کرنا	دفع ہونا بدنام ہونا	(۹۵) دانتوں میں گھسیٹنا	افسوس کرنا۔ متعجب ہونا
(۷۶) منہ کی کھانا۔	خفت اٹھانا قابل ہونا	(۹۶) دانتوں میں نکال لینا	نہایت عجز و انکسار کرنا
(۷۷) منہ لگانا	القیات کرنا۔ سرچرہ کرنا	(۹۷) بغلی گھوسنا۔	پاس رہ کر دشمنی کرنے
(۷۸) منہ میٹھا کرنا	رشوت دینا۔	بغلی دشمن۔	والا۔
(۷۹) منہ میں مانی بھرنے	کسی خوب شے کا لالچ	(۹۸) بغل گیر ہونا	گئے لگنا۔ ملنا
	کرنا۔	(۹۹) بغلی ڈوبنا	ایک پیچ بچھشتی کا
(۸۰) منہ میں پانی چڑھانا	قریب لگ کر ریف کے	(۱۰۰) بغلیں سجانا	خوش ہونا
	منہ میں قطرہ پانی چڑھانا	(۱۰۱) بغلیں جھانکنا	جواب نہ بن کر پڑنا۔ شرمندہ

(۹۶) بغلیں لینا	بغلوں کے بال مونڈنا	(۱۱۵) ہاتھ کھینچنا -	ترک کرنا - باز رہنا
(۹۷) آستین کی سیپ	دشمن دوست بننا	(۱۱۶) ہاتھ سپر رکھنا	سر پرست مری بننا
(۹۸) آستین کی سیپ	اپنے دشمن کی پیڑیں کرنا	(۱۱۷) ہاتھ سے جانا	قابو سے نکل جانا
(۹۹) آستین چڑھانا	آمادہ جنگ ہونا	(۱۱۸) ہاتھ صاف کرنا	مارنا - قتل کرنا - لوٹنا
(۱۰۰) ہاتھ پائی	دھول دھپا	(۱۱۹) ہاتھ کاٹ لینا	نوشتہ لے لینا
(۱۰۱) ہاتھ اٹھانا	ترک کرنا	(۱۲۰) ہاتھ لانا	کلمہ تحسین -
(۱۰۲) ہاتھ آنا	قابو میں آنا	(۱۲۱) ہاتھ ملنا	افسوس کرنا
(۱۰۳) ہاتھ بیٹھنا	مشق ہو جانی	(۱۲۲) ہاتھ ملانا	کشتی لڑنا - خیرات کرنا
(۱۰۴) ہاتھ پانو پھول جانا	خوشی یا خوف کھجھ جانا	(۱۲۳) ہاتھوں سے جانا	اٹھ کرنا
(۱۰۵) ہاتھ پانو لوٹنا	اعضا شکنی	(۱۲۴) ہاتھ پھیر	چاکیاں - غبن
(۱۰۶) ہاتھ پانو مارنا	تردیب	(۱۲۵) ہاتھ کھنڈے	شعبہ بازی - عیاری
(۱۰۷) ہاتھ پڑا ہاتھ مارنا	شرط بدنی - عہد کرنا	(۱۲۶) ہاتھ چڑھنا	قابو میں آنا - غارت
(۱۰۸) ہاتھ پکڑنا	دشگیری کرنا	(۱۲۷) ہاتھ پکڑنا	ظلمت دکھانا عیاری
(۱۰۹) ہاتھ چورنا	منت کرنی	(۱۲۸) ہاتھ پکڑنا	سرفہ آہ مرگ رہنا
(۱۱۰) ہاتھ بھاڑنا	خرچ کر دنیا مرک کرنا	(۱۲۹) ہاتھ پکڑنا	نہایت نازک چیز
(۱۱۱) ہاتھ چھوڑنا	ضرب لگانا	(۱۳۰) ہاتھ پکڑنا	بدنام رسوا
(۱۱۲) ہاتھ خالی جانا	وارچو کنا	(۱۳۱) ہاتھ پکڑنا	نہایت مطیع کرنا سبھی
(۱۱۳) ہاتھ خالی ہونا	کم فرصت ہونا	(۱۳۲) ہاتھ پکڑنا	آزدانی -
(۱۱۴) ہاتھ دھونا	مایوس ہو جانا -	(۱۳۳) ہاتھ پکڑنا	نہایت آسان کام





بچنا۔ پہلوتی کرنا۔	(۱۷۸) جی چرانا	نور شیم پیارا۔ لاڈلا	(۱۷۸) کلیجہ کا ٹکڑا
ہمت مارنا	(۱۷۹) جی چھوٹنا	سخت بیرجی کرنی	(۱۷۹) کلیجہ میں ہاتھ
ضعیف طاقت	(۱۸۰) جی ڈوبنا	دکھ دینا	ڈالنا۔
پہلے سی قدر و منزلت	(۱۸۱) جی سوار تر جانا	شدید بھوک لگنا	(۱۷۶) کلیجہ کھرچنا۔
نہ رہنی		نمایاب انوکھی زالی	(۱۷۷) لغت کی لاک
مرنا	(۱۸۲) جی سے جانا	چیز	کلیجہ
ہمت و جرأت کرنا	(۱۸۳) جی کرنا۔	پریشان ہونا	(۱۷۵) جی اڑ جانا
کسی چیز کا پورا پورے پر	(۱۸۸) جی کو لگنا	جی اسچٹ جانا	(۱۷۹) جی اُکٹنا
اثر ہونا۔		پاگل ہو جانا	(۱۷۷) جی اُلٹ جانا
مایل ہونا اشتیاق	(۱۸۵) جی لوٹنا۔	جی متلانا	(۱۷۸) جی اوڑھنے ہونا
ہونا۔		تھے کرنا	(۱۷۶) جی بڑا کرنا
تصور بندھا رہنا	(۱۸۶) جی میں پھرنا	نہایت صدمہ ہونا	(۱۷۳) جی بیٹھ جانا
طبیعت چونچال ہونی	(۱۸۷) جی میں جی آنا	ہمت پست ہونی	
مرنا۔ عاشق ہونا	(۱۸۸) جی نکلنا	رونا آجانا دل مند آنا	(۱۷۴) جی بھر آنا
مرنا۔ فریقہ ہونا	(۱۸۹) جی دنیا۔	رونا	(۱۷۵) جی خالی کرنا
منشاء معلوم کرنا۔	(۱۹۰) جی لینا۔	سیر ہونا بچک	(۱۷۶) جی بھر جانا
دق کرنا۔		جانا۔	یا پھر جانا۔
نہایت درجہ کا رنج	(۱۹۱) جی ہجرت تباہی	خودکشی کرنا۔ ملک	(۱۷۷) جی پھیلنا
پوشیدہ رکھنا۔ چھپانا	(۱۹۲) جی میں رکھنا	کام پورا کرنا۔	

(۱۹۳) جی رکھنا	آرزو پوری کر دینا -	(۲۰۹) دم توڑنا	نرخ لبے لبے سن لینا -
(۱۹۴) جی کٹنا -	ترس آنا - رحم کرنا	(۲۱۰) دم خٹا ہونا	جی گھبرانام دم رکھنا
(۱۹۵) دل آنا	عاشق ہو جانا - فریقہ ہونا	(۲۱۱) دم دینا	مرنا - فریب دینا
(۱۹۶) دل بچھنا -	انگ جاتی رہنی -	(۲۱۲) دم کو لیکر	کٹنی سادھنا - کچھ
(۱۹۷) دل پڑنا	مہت باندھنا -	بھیڑ رہنا	بن پڑنا
(۱۹۸) دل پکڑ جانا	شبہ پڑنا - خطرہ ہونا	(۲۱۳) دم کرنا	کچھ پھکڑ بھونکنا
(۱۹۹) دل چھٹ جانا	بیزار ہونا -	(۲۱۴) دم لینا	ستانا - ٹھہرنا
(۲۰۰) دل توڑنا	برخ دینا - صدر نہ پہنچنا -	(۲۱۵) دم مارنا	سانس لینا - سوکنا
(۲۰۱) دل لگی	پہنسی مذاق -	کرنا -	دھوکا کھانا
(۲۰۲) دل مٹھو ہونا	بیزار ہونا - سایوس ہونا	(۲۱۶) دم میں آنا	عاشق ہونا - مرنا
(۲۰۳) دل ملنا -	محبت ہونی -	(۲۱۷) دم کلنا -	ایک لحظہ -
(۲۰۴) دلین گھ کرنا	محبت پیدا کرنی اپنا کرنا -	(۲۱۸) دم بھر -	تہنا -
(۲۰۵) دل کے پھیلنے	آرزو پوری کرنی -	(۲۱۹) دم دم	خاک کا ڈھیر ٹھہرا
پھوڑنا	بھڑاس نکالنی -	(۲۲۰) دم دم	اپنا کر لینا - دل پر
(۲۰۶) دل مٹھ	تسل تشفی کرنی -	ڈالنا -	نما بھش ہونا -
میں لینا -	سوہنا	(۲۲۱) دل میں دل	نہایت خوش ہونا
(۲۰۷) دم بند کر دینا	لا جواب کرنا	(۲۲۲) دل باغ	
(۲۰۸) دم چڑنا	ہر وہ سب بن جانا -		

۲۲۳) دم بھرنا	شک جانا۔ دھوکا کرنا	۲۲۵) پانوںکی جوتی	نہایت ذلیل و حقیر
۲۲۴) جی پرین جانا	قریب المرگ ہوجانا	چیز۔	
	سخت مصیبت پیشنا	۲۲۶) پانومرید	سخت۔ مطیع و فرمان بردار
۲۲۵) پٹاماری کا کام	نہایت توجہ اور محنت کا کام۔	۲۲۷) پانوں میں حکیر ہونا	آوارہ بھرنا۔
۲۲۶) دل گڑبی کا	بہادر اور جفاکش	۲۲۸) کسی سے پانوں	نہایت حقیر اور ذلیل
۲۲۷) پانوں کا لانا	نئی نئی باتیں کرنا	نہ وصلوانا۔	بھگنا۔
	بد چلنی۔	۲۲۹) پھٹی میں	وغل و معقولات
۲۲۸) پانوں پرٹنا۔	خوشامد کرنا۔	پانوں دینا	
۲۲۹) پانوں پھیلانا	بچل جانا۔ آڑا ہونا	۲۳۰) قدم کو ٹانھ	خوشامد کرنا
۲۳۰) پانوں پیٹنا	برپنا۔ مضطرب ہونا	لگانا	
۲۳۱) پانوں سے کی بنین	بولانا۔ گھبرانا۔ ڈرنا	۲۳۱) سبز قدم	سرخس
لکنا۔	مصیبت۔	۲۳۲) خون کا	اپنا پیٹ۔ محبت
۲۳۲) پانوں خاک ہونا	نہایت عاجز اور خاکسار بن جانا	جوش۔	قریب۔
۲۳۳) زمین پر پانوں	اترانا	۲۳۳) خون سفید بے مہری۔ بے ہونا	سروت ہوجانا۔
نہ رکھنا		۲۳۴) خون کھنا	ڈرنا
۲۳۴) پانوں سو جانا	پانوں کا بے حس و حرکت ہوجانا۔	۲۳۵) خون گایا	جانی دشمن
		۲۳۶) خون ہونا	مارا جانا۔ نہایت بے رحم

جلدی سے چلبے جانا	آگ لینے آنا	محنت شاقہ کرنا	(۲۴۷) خون پانی پرک
کسی کا مصیبت	کیسی آگ میں پڑنا	برداشت کرنا ضبط	کرنا۔
میں شریک ہونا۔	آگ ہو جانا۔	کرنا۔	(۲۴۸) خون کے سے
نہایت گرم۔ سٹخ			گھوٹ پینا۔
انگارا	آگ کے آنا	کسی کام میں مداخلت	(۲۴۹) لو لگا کے
آٹے آنا۔ جیسا		دیکھو پراحتدار بن جانا	شہیدوں میں ملنا۔
کرنا ویسا پانا۔	آگ	نازک صدمہ کی	(۲۵۰) لو لپکا ہونا
پیش بھوک محبت	آگ کے سول	برداشت نہ کر سکتا	خون رونا۔
نہایت گراں	پانی بھجانا۔	نہایت گریہ و زاری	آگ ہونا
لوٹا ناسونا چہرہ		کرنی۔	انگاریوں پر لوٹنا
آٹ وغیرہ گرم کر کے		تھا ہو جانا بھڑکھٹنا	آگ پڑنا
پانی میں بھجانا۔	پانی بھرنے	ترپنا۔ بے چین ہونا	آگ کا پٹلا۔
شہادہ برپا ہونا کسی		حسد کرنا۔ جلنا	آگ لگانا
قدر موٹا ہونا۔	پانی بھرتا۔	منگنا ہونا۔	آگ لگاؤ
شہزادہ ہونا ناو بھرتا	کچے گھڑے پانی	تیز مزاج۔ غصیل	
از حد اطاعت کرنا	بھرتا	سار طبع۔	
شہزادہ ہونا	پانی پانی ہونا	غیبت کرنا۔ لڑائی	
صبر کرنا	پانی سے بیٹھا	بڑھانا۔	
		ترک کرو۔	

پانی پی پی کر دیا دینا	ہر وقت	خاک ڈالنا	رفع دفع کرنا۔
یا کوسنا		خاک کا پیوند ہونا	مر جانا
پانی کے مول	نہایت ارزان	خاک میں ملنا	ملیا میٹ کرنا۔
پانی پڑنا	نا دم خجل ہونا	ہوا اڑانا	بات کہلنا بہرہ جانا
پانی کا ٹیکلا	بے ثبات	ہوا باندھنا	بیشی مارنا
پانی مرنا	جھنپا آٹا رنداست	ہوا بدلنا	حالت پلٹ جانا
پانی میں آگ لگانا	انوکھی نرالی بات کرنا	ہوا گیلے جانا	ہوا میں ہونا نہ مانہ
پانی نہ مانگا۔	جھبٹ پٹ ہو جانا		بدل جانا
آب کرنا۔ دینا	مر جانا	ہوا بندھنا	عروج فروغ پانا شہرت
خاک اڑانا	جلد کرنا۔ صتیقل کرنا	ہوا کے گھوڑے پر	متکبر سخوت کرنا
خاکا	کسیکو بدنام کرنا	سوار ہونا	جلدی کرنا
خاک اڑاتے پھرنا	کچا نقش	ہوا	حالت بہت ہلکا
خاک اڑانا	بد ہوائی۔ آوارہ	ہوا سے لڑنا	نہایت لڑنا
خاک چاٹنا	گردی	ہوا کھانا	چم چل قدمی کرنا
خاک پہونکنا	یربادی تباہی	ہوا کھاؤ	چل دو خست
خاک چھانٹنا	عجز و انکسار ظاہر کرنا	ہوا ہونا	دفع۔
	تفیع اوقات کرنا		چل دیتا فوراً چلا جانا
	آوارہ پھرنا	ہوائی اڑانا	شہرت بے اصل

سر ہو جانا	گلے کا مار ہونا	شدر جیران ہونا	ہواٹیاں اڑانا
ہگ لگنا	پھول پڑنا	خوف کھانا ڈرنا	دم ہوا ہونا
طلسمات مکاریاں	سبز باغ دیکھنا	پچھلے کھانا کم کھانا	ہوا بچا کھنا
عیاری		سوم - تیجہ	پھول
کشت و خون ہونا	لوہا برسنا	وہان پان نازک	پھول پان
ظلم کرنا - زبردستی	لوہا یا چھری تیز ہونا	شادی ہونا	پھول کھنا
کیسا قایل ہونا -	لوہا ماتا	بہت کم کھانا	پھول سو نگھنا یا
مان جانا			سونگھ کر رہنا
محبت شاور اٹھانا	لوہے کے چنے	بہت نہیں ٹھوٹا	پھول نہیں نکھیر کی
	بجانا	سی	سی
ازبر - حفظ	لنوک زبان	بہت اولاد ہونا	پھلنا پھولنا
اول درجہ سب	چوٹی کا	واغ کھانا - رنجیدہ ہونا	گل کھانا
میں عمدہ		عجب واقعہ پیش آنا	نیا گل کھنا
غائب ہو جانا - اُڑ جانا	کا فور ہو جانا	قدر انداز	گل چلنا
		فتنہ اٹھانا فساد	گل کھانا
عاشق ہونا	مرنا	پھیلاتا	
جھپٹ جانا	کٹنا	تباہ ویران ہونا	جراغ گل ہونا
مجبور ہونا	دوبا	طلسمات - میٹھی میٹھی	گل کترنا
بکھر راضی کرنا	دوبانا	باتیں کرنا -	



جلنا	رنگ کھانا	ٹھونکننا	مارنا
نبا نا	بھرانا	پوچھنا	عزت کرنا
بگڑنا	خفا ہونا	مرکنا	رنجید ہونا
لوٹنا	پھر جانا	موڑنا	ٹھکنا مرید کرنا
پھرنا	گزشتہ ہونا		
لگانا بچھانا	غیبت کرنا		
چکرنا	چیلن ٹوڈ ہونا		
کنیا نا	جھپکنا		
اُبھنا	تکرار کرنا۔ حجت		
	کرنا۔ اڑنا		
کھٹکنا	کشیدہ ہو جانا		
کھینچنا	پرہیز کرنا		
اٹھانا	سونا خچ کرنا		
پیلی جانا	ٹلا دینا		
اکڑنا	غور کرنا		
اُبھارنا	شے دینا۔ آمادہ		
	کرنا		
پیسینا	نرم ہونا راضی		
	سا ہو جانا۔		

# فکر

۱۔ پانی بھر گیا تھا۔

۲۔ پرسوں پرسوں چلتے پرسوں لہجہ  
نہ تھا

۳۔ تمہارا پاس نہ تو یہ کام اُن سے  
کیا دور ہے۔

۴۔ تمہارے کہنے سے باہر نہ تھے تو  
کیوں جا رہے باہر ہو گئے۔

۵۔ اجن بھولے بھالوں نے تم کو اس ملک  
رات کاٹی تھی اُن کو کسی نے نہ پوچھا  
۶۔ گھڑی کو گھڑی گھڑی دیکھتے رہنا  
مجھے کھٹکا ہے بند نہ ہو جائے۔

۷۔ شایق طلباء کو اتوار نیچر سوتا ہے  
اور بد شوقوں کو سفہ قیامت

۸۔ ان نائیوں کے دل میں بال برابر  
عظمت نہیں ہاں بیاہ شادی میں  
سوٹ کرنے کو طیار ہیں۔

۹۔ آج کل دریاؤں میں خوب موج آرہی ہے  
۱۰۔ اتار چڑھاؤ کی باتیں چھوڑو  
۱۱۔ دل لگانا دل لگی نہیں  
۱۲۔ اُن کے آنے پر نہ جانا بڑے خود غرض  
ہیں۔

۱۳۔ جتنی پہلے گاڑھی چھپتی تھی۔ اتنی  
اب چھپن لگی۔

۱۴۔ اس زمانہ میں آبرو پانی مشکل ہے  
۱۵۔ غالباً مومن کا کلام ذوق و شوق کے  
ساتھ دیکھتے ہوں گے۔

۱۶۔ پہلے وہ سودا کے دیوانے تھے اب  
میر پر مرتے ہیں۔

۱۷۔ لڑکے لڑکے لڑکے کیے دیتے  
ہیں۔

۱۸۔ ان کی خوبے کلام میں کس کو کام ہے  
۱۹۔ مینجہ برس گیا نہیں تو کھیتوں پر

۱۹ مینکھ آنا اندھیر سے روشن ہے

۲۰ میدان ورزش میں مٹی ڈ لوائی

کئی تھی۔ مگر مینکھ نے ساری محنت پر

پانی پھیر دیا اور مٹی خاک میں ملا کر

بچوں کا مڑا سٹی کر دیا۔

۲۱ تمہارا گل کھلانا ضرور تمہیں

گل کھلایگا۔

۲۲ اُس کسی نے ایک ایسی لے لی

کہ سب محبوں ہو گئے۔

۲۳ گوٹے کے واسطے تال سے جانا

سم ہے۔

۲۴ مٹان کی رونق میں کلام نہیں

مگر آندھیوں نے شرکی خاک اڑا رکھی ہے

۲۵ آگ سرکشی سے لکڑیاں کھاتی ہے

اور خاک اپنی خاکساری سے ہوا کے

تخت پر مزے اڑاتی پھرتی ہے۔

۲۶ وہ بھرک اٹھے تھے مگر لوگوں کی

چیمٹوں سے ٹھنڈے ہو گئے۔

۲۷ ابھی بے پرکی اڑائی۔

۲۸ دنیا کے دام میں سب آجاتے ہیں مگر

وانا نہیں آتا۔۔

۲۹ قلم کو ہاتھ لگایا تو ہاتھ قلم کر دیے جائینگے

۳۰ لڑکے یاد کر نہیں یاد رکھ یاد کرے گا

۳۱ کسی کی طرف نہ دیکھو سوال نکالے

نہیں نکالے جاؤ گے۔

۳۲ شریر پر تعدی لازمی ہے۔

۳۳ افسوس بچا رہے نے بہتیرا سپرٹا

مگر تمہارے کان پر جوں نہ چلی۔

۳۴ دو چار دن سے سردی گرمی دکھانے

لگی ہے۔

۳۵ کیسے جاجم جاجم۔

۳۶ جو کچھ آپ کی گھڑی میں بجا ہو بجا

۳۷ گلستان کو حرفا حرفا دیکھو تو ہر فن

کی باتیں موجود ہیں۔

۳۸ اس عمارت میں شان امارت ہے

۳۹ بہادر شاہ کا خزانہ حمام کا خزانہ

۴۰ اس وقت کابل میں کامران کا راج

۴۱ فلک میر نے دن کو تار سے دکھلایا

۴۲ آئے شفیق آپ کے انتظار میں تھے  
کے ڈھیلے پتھر گئے۔

۴۳ بادامی میں پتی گوٹ خوب  
پھبتی ہے۔

۴۴ آموں کی سٹھاس سے دانت کھٹے  
ہو گئے۔

۴۵ مینہ کا یہی تار بدمعاش تار تو زخم تک  
اچھے ہو جائینگے۔

۴۶ آپ سے تانکا مانگا تھا کہ مانگے تانگے  
میں کام چل جائیگا۔ مگر میرا یہ جاننا بھائی  
ونادانی تھی۔

۴۷ لکھنؤ کا فتنہ مشہور ہے۔

۴۸ شب بنم کے سارے کپڑوں پر  
اوس پڑ گئی۔

۴۹ میچموں سے کندہ کرنا ڈوتا ہوا  
میں تمھاری خام خیالیوں سے زیر ہو گیا۔

۵۰ دام دیکر سودا خریدتا سودا بیٹوں کا  
کام ہے۔

۵۱ ایسی آنکھیں دیکھیں نہ ایسے کان سننے  
سے ہونٹوں میں ہی آب بات نکلتی ہے  
۵۲ علامہ بھڑی کی جو بات تھی نبات  
کی ٹلی۔

۵۳ اُن کی شیریں زبانی سے اچھے  
اچھوں کے لب بند ہو گئے۔

۵۴ ہندی تلوار کا اصفہان تک  
مان گیا تھا۔

۵۵ ہوا خواہوں نے بھی ایسی ہواٹیاں  
اڑائیں کہ نواب صاحب کے منہ پر  
ہواٹیاں اڑنے لگیں۔

۵۶ گاڑی بان نے بتیر اسر گاڑی

پانوں پیہ کیا مگر گاڑی بان سے نہ سلی

۵۷ آنکھوں نے جو طوطے کے سی

آنکھیں بدلیں مانتھوں کے طوطے اڑ گئے

۵۸ پیٹ بھرتے ہی پیٹ میں سے

پانوں نکلتے۔

۵۹ اُس کے باپ کے پھول نہوتے

تو آج ہی پھول کھل جاتے۔

۶۱۔ اس جہانم جسکی حجابست بنائی ہوئی  
سر ہونڈا۔

۶۲۔ بنئے نہ بنئے جی کیجے۔

۶۳۔ باغبان نے وہ سبز باغ دکھائے کہ  
باغ بھی نہ دیکھ سکے۔

۶۴۔ آدمی دم کا دمدہ ہے

۶۵۔ دہلی میں پانی ہی آگ کے مول بیٹا

۶۶۔ نام سے کام نہیں چلتا۔ کام سے نام  
چلتا ہے۔

۶۷۔ ہتھیلی پیسروں نہ جماؤ یہ کام کھجور  
کا تیل نکالنے سے آتا ہے۔

۶۸۔ یہ بتلی میری آنکھ کی تیلی ہے۔

نمودہ تصویر تصویر ہے۔

۶۹۔ برات کا نوشتہ کے سر سر ہوتا ہے

۷۰۔ میں نور الابرار کو آنکھوں میں رکھتا  
ہوں۔

۷۱۔ اس سپناری نے تو ناک چنے

چبوا دیے۔

۷۲۔ بچوں کو سر نہ چڑھاؤ نہیں سپر

۷۳۔ محبت غریبی ہزاروں گل جلوں میں  
جلوں کا ندھی لے آندھی کی طرح  
اٹھا اور معبدوں کو توڑتا سندروں کا  
چراغ گل کرتا چلا گیا۔

۷۴۔ نہ نائی چوٹی کے بال کرتا ہے

۷۵۔ اس وہاں لاکھوں گھر اور گھر  
تباہ کر دیے۔

۷۶۔ تلوار کی آبیج سے لاکھوں لاکھ  
کے گھر خاک ہو گئے۔

۷۷۔ کیسی تیز سوا ہے جی اڑتا تباہ ہے

۷۸۔ آسمان قدر صبح سے کٹی بارزین  
دیکھ چکے ہیں۔

۷۹۔ بیٹے کو جو صدر پہنچا باپ کی

کر ٹوٹ گئی۔

۸۰۔ ان کو تو چار تک پانو کی جوتی

بکھتے ہیں۔

۸۱۔ دیکھا سبز قدم نے کیسے سبز باغ

دکھائے ہیں۔

۸۲۔ دکھائی شدہ گو تو کیا منہ دکھاؤ گے

۱۳۰ دھڑ دھڑ کر روڑ گئے۔

۱۳۱ آٹھ کی سپیدی و سیاہی دن کا  
سیل مار کو آنکھیں دکھاتی تھی۔

۱۳۲ ناتوان میں مجھ ناتوان کو نہیں دیکھ سکتے

۱۳۳ دیکھے مجھ میں کی چشم پوشی کی دکھاتی  
ہے۔

۱۳۴ آنکھوں کی طرح آنکا آنا اچھا نہ جانا

۱۳۵ لالہ کی گرمی سے داغ عشاق  
سودھتا۔

۱۳۶ گئے میں مار دھکڑالی گئے کا  
مار ہو گیا۔

۱۳۷ کل چاندنی سے چاند داغ کھاتا ہاں

۱۳۸ آنکا ہر شعر شری شمار ہر تر تر  
نثار ہے۔

۱۳۹ بچے کار آن تیں گے میں آئیں۔

۱۴۰ اظہر من الشمس کہ یہ باتیں الم شرح  
ہوں گی۔

۱۴۱ گھنیز و بھول دیکھتے ہی شہ نہ خطمی گئے

۱۴۲ اُس خط سے آپ کا لفظ محل کیا

۱۴۳ دیکھتا کیا ہوں ایک ہڈیوں  
کی مالا گھٹنوں پر سر رکھے مالا بھیر

بہی ہے۔

۱۴۴ آپ کے خیال میں نمیند خواب

و خیال ہو گئی ہے۔

۱۴۵ جادو میں سورج عبیر کا چاہ  
بن جاتا ہے۔

۱۴۶ خدا کی طاعت خداوند کی اطاعت

فرض ہے۔

۱۴۷ انا تمہارا خط خیریت پہنچا۔ شکریہ

تم خیریت سے پہنچ گئے۔ شکر +



## ضمیمہ

شعر کے حل کرنے کا قاعدہ نہیں لکھ سکتا۔ تشبیہ ضرب الثال کی واقفیت  
اصطلاح و استعارہ پر قدرت ہونی چاہئے۔ ان میں استعارہ محمد و وہ نہیں  
باقی تین باتیں اس کتاب میں موجود ہیں اُن کو یاد کرو۔ راقمین کا آشنا  
ہونا۔ ان کے بعد کلام اساتذہ پر تھوڑا سا عبور ہو۔ تو طبیعت راہ پا جاتی ہے۔  
شعر کا مطلب لکھنے اور اس کی صحت و صفائی کو عموماً اُس ترتیب کا خیال رکھنا مفید ہوگا۔

(۱) شعر

(۲) نثر شعر

(۳) محاورہ

(۴) شعر تلیخ طلب ہو تو قصہ ورنہ تشریح طلب امر کی شرح

(۵) مطلب -

(۶) خوبی -

## ذوق

(۱) سگِ نیا پس از مردن بھی دانگیر دنیا ہو کہ اُس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھانس پیدا  
ہو، سگِ نیا مٹے پر بھی دانگیر دنیا ہوتا ہے۔ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھانس  
پیدا ہوتی ہے۔

طالب سیم و زر

سگِ دنیا

دنیا کا خواہاں

دانگیر دنیا

شور ہے۔ ایک گھانس کا نام ہو جو کپڑوں میں لپٹ جاتی ہے

کتا گھانس



(۴) جو دنیا کا کٹا ہوا ہے اُس کے دل سے دنیا کی طلب کبھی نہیں جاتی۔ مرنے کے بعد اسکی سڑی سے بھی کٹا گھانس اُگتی ہے۔ جو دنیا (اہل عالم) کی دامنگیر ہے۔

(۵) سگ دنیا الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب طلب دنیا کا مبالغہ بھرا سکا ثبوت نہایت مطبوع ہے۔

سو  
دعویٰ کیا تھا گل نے اُس رخ سر رنگ بوجھا ماریں صبا نے دھولیں شبنم نے منہ پہ تھوکا  
دشتر گل نے اُس کے رخ سے رنگ و بو کا دعویٰ کیا تھا صبا دھولیں ماریں اور  
شبنم نے منہ پہ تھوکا۔

(تشریح۔ گل بھول، کو عشوق کے رخسارہ سے تشبیہ ہے۔

شبنم  
اوس  
مطلب، میرا عشوق ایسا حسین ہے کہ بھول نے اُس کے رخسارہ سے رنگ و بو کا  
دعویٰ کیا تھا تو صبا نے دھولیں ماریں اور شبنم نے منہ پہ تھوکا گویا میرا عشوق  
میرے ہی نزدیک خوبصورت نہیں ہے اور اُس پر میں ہی مبالغہ عاشق نہیں ہوں  
ملکہ صبا و شبنم بھی کسی کو اسکی برابری کے لائق نہیں جانتے۔ اُن کو بھی اسکی  
ہم سہری ناگوار ہے۔

(غزل، صبا کا دھولیں مارنا شبنم کا تھوکانا صنعت حسن بغلیل ہے۔ قلاق  
تمہاری سر دھڑکی میں ہر محفل میں سو گاہ گاہ گرم بن جاتی آنسو دیدہ تر میں  
دشتر، میں ہر محفل میں تیری سر دھڑکی روا ہوں۔ دیدہ تر میں نگاہ گرم آنسو بن  
جاتی ہے۔

(مجاورے) سر دھڑکی دشمنی

نگاہ گرم      نظر حسرت نگاہ شوق -

(تشریح) قاعدہ ہے جب بخاریا حار جسم پر بدورت اثر کرتی ہے۔ پانی پیدا ہو جاتا ہے (مطلب) میں اپنی بیباکی و بے احتیاطی سے رسوا نہیں ہوں۔ اس کے باعث آپ ہیں۔ میری نگاہ گرم آب کی سرد مہری سے آنسو بن جاتی ہے اس سے راز فاش ہوتا ہے۔ آپ سرد مہری نہ کریں تو نہ میری آنکھوں میں آنسو آئیں۔ نہ میں رسوا ہوں نہ آپ میرے ٹھہریں۔

(خوبی) اپنے مخاطب کو سرد مہر آپ کو رسوا آنسو کے اُن دونوں کاشیوں پر مسئلہ حکمت کا لطف کمال شاعری ہے۔

ذوق

نعل شکل میرے تیرے تو سن کو لگے چار چاند اور فلک پر دمہ روشن کو لگے (۱) جب شکل میرے نعل تیرے تو سن کو لگے دمہ روشن کو فلک پر اور چار چاند لگے۔ (مجاورے)

گھوڑا

(۲) تو سن

ہلالی

شکل نہ تو

ترقی پانا۔ منتظر ہونا۔ خوبی ٹرینا۔

چار چاند لگنا

(۳) شاعر معشوق کو چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مہ جہیں۔ محوش۔ مارو

یہ پیکر کہتے ہیں

(۴) تجھے چاند سے کچھ نسبت نہیں۔ تجھ میں اُس میں زمین آسمان کا فرق

ہے۔ تو وہ ہمیں ہے۔ تیرے گھوڑے کی نعل ہلالی ہو جیسے چاند کو چار چاند لگے اس کو فخر ہے کہ میں ایسے صاحب جمال کے نعل شہیدیز سے مشابہت کی نسبت

(۵) معشوق کے حسن کا حسن غدا اور چار چاند لگنے کا لطف روشن ہے  
 ذوقِ نحوست ہی سعادت ہو گئی سو گئی  
 (۱) زلفوں کے سودا میں نحوست ہی سعادت ہو گئی - گلیم تیرہ بختی سر پر غل نہا ہے  
 (۲) نحوست (دلہن) طالع کا برا اثر -

سعادت      ضد نحوست  
 سوا      دیوانگی - نام مرض - نام خلط - خواہش  
 گلیم      کبیل  
 تیرہ بختی      بد نصیبی  
 غل      سایہ

نام جانور سفید رنگ - معروف الاسم مہول الحسم  
 (۳) زلفوں کے عشق میں ہم نحوست بھی سعادت سمجھتے ہیں - ہماری گلیم تیرہ بختی  
 سایہ نہا ہے - گویا یہ نحوست بادشاہت ہے -

(۴) سودا - گلیم - زلف - تیرہ - غل - الفاظ مناسب ہیں - ذوق  
 کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جوں کف کہ شکستوں سے بنایا ہو سراپا ہو  
 (۱) ہماری تدبیر درستی کیونکر ہو سکتی ہے - کہ جوں زلف سراپا شکستوں سے ہو بنایا ہے  
 (۲) جوں زلف - زلف کی طرح (جوں حرف تشبیہ متروک)

(۳) سراپا      بالکل - مطلق -  
 (۴) شکست و شکن فارسی محاورہ میں خم دہل کو کہتے ہیں - چنانچہ زلف  
 شکن زلف میں بل دینا - اور کلاہ شکن - بانگی ٹوپی رکھنا -

غالب شکستن با خدا ہم بن اندارت مت کن مے از او عهد و طرہ و طرف کلاہ ازوے  
(۴) ہماری رستی کی کوئی کیا تدبیر کرے ہکو خدا نے زلف کی طرح شکستوں بنایا ہے  
جب طرح زلف کے واسطے شکن لازمی ہے ہمارے واسطے شکستگی ہے۔ اسکی  
تدبیر مفید پڑنی محال ہے۔

(۵) چونکہ جسم انسان جو ارج و اعضا سے مرکب ہے۔ ایسے ناورستی کا دعویٰ  
درست ہے۔ اور شکستگی کا ثبوت قوی۔ شکست۔ سراپا۔ زلف  
الفاظ مناسب ہیں۔

مومن

(۱) لذت جو رکشی نے مجھے شرمندہ کیا طعنے کیا کیا اُسے ارباب ستم دیتے ہیں  
(۲) ارباب ستم اُسے کیا کیا طعنے دیتے ہیں۔ مجھے لذت جو رکشی نے شرمندہ کیا۔  
(۳) ارباب ستم معشوق۔

مزہ

ظلم سہنا

لذت

جو رکشی

(۴) جو رو بیدا از سب حسن اور نالہ و فریاد حسن عشق سمجھا گیا ہے۔

(۵) مجھے تو کمالِ نفا سے اُسکے جو رہیں مزا آنے لگا۔ کثرتِ بیدار سے جفا  
کا عادی ہو گیا۔ اب ستم ستم ہی نہیں لگتا جو نالہ و فریاد کروں۔ وہاں اُسکے  
ہم جنس اُسے طعنے دیتے ہیں۔ کہ ظلم و ستم آن معشوق ہے۔ جو جفا شان محبوب ہے  
تم حسن کا دم نہ بھرو۔ تمہارے عاشق آپس نہیں بھرتے۔ تمہیں ستانا نہیں آتا  
تم پر دم دینے والے دم دیتے ہیں۔ معشوق ہم ہیں کہ ہمیں مرنے والے مارتے ہیں نالہ  
فریاد کرتے ہیں۔ افسوس! امیری لذت جو رکشی نے اُسے رنج پہنچایا۔ اب

کس منہ سے محبت کا دعوت کروں۔ شرمندہ ہوں +  
 (۱) اپنی محبت شرمندگی کے پردہ میں ظاہر کی ہے۔ اور کثرت ظلم کا مبالغہ  
 لطیف پیرایہ میں ہے۔  
**مومن**

(۲) اے سوز گریہ آگے تیرے آب و تاب کے پانی بھرے ہے جلوہ آتش نشان شمع  
 (۳) اے سوز گریہ تیری آب و تاب کے آگے۔ جلوہ آتش نشان شمع پانی بھر رہا ہے  
 (۴) سوز گریہ

آب و تاب  
 آتش نشان  
 آگ برسانے والا۔ شرر بار  
 (۵) پانی بھرنا بے وقت ہونا۔ پانی بھرے ہے بے وقت ہے اب پانی بھرنا ہو  
 بولتے ہیں۔

(۶) اے سوز گریہ تیری چمک دمک کے آگے شمع کے آتش نشان جلوہ کی کچھ حقیقت  
 نہیں۔ تو اُس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

(۷) سوز۔ تاب۔ آتش۔ شمع۔ اور گریہ۔ آب۔ پانی بھرے ہے مناسب الفاظ  
 میں اپنی محبت کا مبالغہ کیا ہے۔  
**مومن**

(۸) اب تک یہ سوز دل ہے کہ حیرت مزار پر مائل ہوا زمین کی جانب دفنان شمع  
 (۹) حیرت مزار پر دفنان شمع زمین کی طرف مائل ہوا۔ اب تک یہ سوز دل ہے۔

(۱۰) مزار  
 دفنان  
 قبر  
 دھوان

(۵) فزکس (طبعیات) کا مسئلہ ہے کہ ہر شے اپنی جنس یا مادہ کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ اکوشرش کا غلبہ اجسام حارہ و جارہ کی کمی بیشی پر ہے۔ اسی کے موافق ایک اُمّی ریفارم حکیم عرب کا قول ہے ٹکڑی بیج جع الی اصلہ (ہر شے اپنے اصل مادہ) کی طرف رجوع کرتی ہے۔ علی ہذا (الجنس الی الجنس) (۵) مرنے پر بھی محبت کا اثر نکلیا۔ اب تک یہ سوزِ دل ہے کہ قبر کی زمین کو زار سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ شمع مزار کا دھواں (بدست کے خلاف) آسمان کی طرف نہیں جاتا۔ جو جسم اسکو کھینچتا ہے اسکا اثر اس پر غالب ہے۔ ایسے زمین کی طرف مایل ہے۔

(۶) اس قدر نیچے کے خلاف !! اس قدر فلسفہ سے تعلق !! عجیب پیرا یہ ہے  
 (۱) عرق آلود دہن بچکے گلرو تیرا پڑ گئے لاکھوں ہی غنچہ یہ گھڑے پانی کے طقم  
 (۲) گلرو! تیرا عرق آلودہ دہن دیکھ کر غنچہ پراکھوں ہی گھرے پانی کے پڑ گئے۔  
 (۳) گلرو پھول سے چہرہ والا، معشوق  
 عرق پسینا  
 غنچہ گلی۔  
 پانی کے گھرے پڑنا۔ شرمندہ ہونا

(۴) دہن کو غنچہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۵) میرے گلرو! تیرے منہ کے پسینے غنچہ پر اوس پڑ گئی۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اسکا کیا منہ جو تیرے منہ سے ہم سخن کر سکے۔ تیرے عرق آلود دہن نے عرق عرق کر دیا۔ کیسی ہمچینی؟ دیکھتے ہی لاکھوں گھرے پانی کے

پڑ گئے۔ اے بحر حسن! تیرے آگے آبر و پانی مشکل ہے۔ تو گویا ہر گیت ہے۔

(۱۶) عرق آلودہ دہن سے خچہ پریانی کے گھرے ڈالنا گلو کی خوش دہنی کا نہایت اچھا مبالغہ ہے۔

(۱۷) اتنا لمبے خاک میں ح خاک ہیں ڈھونڈ کوئی خاک ساری خاک کی اگر خاک ساری گہی  
(۱۸) اتنا خاک میں ٹپے کہ کوئی خاک میں ڈھونڈھے۔ اگر ساری خاک رہ گئی تو خاک خاک ساری کی۔

(۱۹) خاک میں ملنا  
خاک  
مٹی۔ گرد و غبار۔  
خاک ساری  
خاک  
عجز و انکسار  
حرف نفی۔

(۲۰) آپ کو ایسا مٹا نا چاہیے۔ کہ کوئی خاک میں ڈھونڈھے۔ جی باری  
خاک رنگینی تو کیا خاک ساری کی۔ خاک سار ہونا اسے نہیں کہتے۔ انکسار اسکا  
نام نہیں کہ وجود قائم ہے۔

(۲۱) لفظ خاک کی تکرار نے مضمون کی ہوا باندھ دی۔ مومن

(۱) وہ خالی خالی تو یہ خالی وہ بھر تو یہ بھرے کاسہ عمر عدد حلقہ آغوش ہوا  
(۲) وہ خالی ہے تو یہ خالی ہے۔ یہ بھرے تو وہ بھرے۔ کاسہ عمر عدد حلقہ آغوش ہوا

(۳) حلقہ آغوش  
کاسہ  
نفل  
پیالہ  
رقیب  
عرو



(۴) کاسہ عمر بھرنا - عمر پوری ہو جانا - مرجانا - اصل میں ریمانہ پر شدن ہے اصطلاح ہے  
 کاسہ عمر عدد بھرنا - دشمن کا مرنا -  
 خالی ہونا - زندہ رہنا -

وہ کامشارا الیہ - کاسہ عمر عدد - اور تہ کا حلقہ آغوش ہے -  
 (۵) جب تک رقیب زندہ ہے اور اس کا کاسہ عمر نہیں بھرتا - دوست کی ہم غوثی  
 مضیب نہیں ہونے کی - جب اس کا پیمانہ بھر جائیگا - وہ یاروں کا یار ہو گا جسے  
 ہمدوش و ہم آغوش رہیگا - غرض اس کا پیمانہ نہ بھرنے سے ہماری بغل بھی نہیں  
 بھر سکتی - وہ خالی رہتا ہے اور یہ بھی خالی رہتی ہے - گویا کاسہ عمر عدد حلقہ  
 آغوش ہے -

(۶) حلقہ آغوش کاسہ عمر عدد ہونے کا کافی ثبوت ہے - (مؤمن)

(۱) حیرت حسن سے یہ شکل بنی کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں مجھے  
 (۲) حیرت حسن سے یہ شکل بنی کہ مجھے وہ آئینہ دکھاتے ہیں -

(۳) حیرت - تعجب - بھونچکا پن -

شکل - حالت - صورت -

(۴) اسکتہ ایک مرض ہے جس میں مریض مردہ سا بے حس و حرکت ہو جاتا ہے اور  
 نبض کی حرکت محسوس نہیں ہوتی - اس صورت میں آئینہ دکھا کر دیکھا کرتے  
 ہیں کہ مردہ ہے یا زندہ -

(۵) اُن کا حُسن دیکھ کر مجھے ایسی حیرت ہوئی کہ سکتہ ہو گیا اور مردہ کا لگان  
 ہونے لگا جتنے کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مردہ ہے یا زندہ -

(۱) کمال حسن کے مبالغہ میں کمال کیا ہے غالب

(۲) چھوڑا مہ نخب کی طرح دست قضا نے خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

(۳) دست قضا نے مہ نخب کی طرح چھوڑ دیا۔ خورشید ابھی (اس کے برابر نہ ہوا تھا)

(۴) مہ (مخفف ماہ) چاند۔

دست۔

خورشید

قضا

حکم خدا (استعاراً مجسم فاعل خیر)  
(۵) نخب ترکستان میں ایک مقام ہے یہاں حکیم ابن عطا (مفتی) نے ظلم کا  
چاند بنایا تھا کہتے ہیں یہ اپنے شاگرد سے کہ گیا تھا کہ میں کنوئیں میں اتر کر  
چاند چھوڑتا ہوں۔ جب اس چاند کی برابر پہنچ جائے مجھے مطلع کرنا۔ مگر نصیب  
چاند ابھی گئی درجہ نیچا تھا کہ شاگرد نے روک دیا۔ اس غلطی سے صرف بارہ  
میل تک روشنی پہنچا سکا۔ یہ مقررہ دور کے بعد اسی کنوئیں میں ڈوبا کرتا  
تھا۔

(۶) میرا مدوح جلال و جمال میں آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جسطرح ماہ نخب  
اس چاند کو نہ پہنچا ناقص رہ گیا۔ سورج بھی نا کامل رہا۔ ابھی کٹی کروڑ میل  
فاصلہ باقی تھا کہ دست قضا نے اس کا ہمسرہ بکرا تھکھینچ لیا۔ اور کس اینٹنی  
ترقی نہ پائی۔

(۷) غلو سے مدوح کا غلو قابل تعریف ہے۔

مومن

(۸) غلٹ عصیاں میر بن گیا شب و خورشید آفتاب ایک نیزہ پر و مدار تار اہو گیا

(۲) روزِ حشر سے ظلمتِ عصیاں سے شبِ بنگیا۔ آفتابِ کبیرہ پر مدارِ تارا ہو گیا

(۳) روزِ حشر ظلمت

قیامت کا دن

سیاہی

سیاہ کاری

عصیاں

(۴) اہلِ اسلام کا ایمان ہے کہ ایک دن نظامِ قدرت ٹوٹ جائیگا۔ زمین روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائیگی۔ آسمان پھٹ جائیگا۔ آفتاب ایسے ہی بلند رہ جائیگا۔ گندگار حرارت کی تاب نہ لاسکیں گے۔

(۵) باوجودیکہ آفتاب زمین کے نہایت قریب ہے مگر میری سیاہ کاری کی تاریکی سے رات ہو گئی ہے۔ اور نورِ آفتاب ایسا گھٹا کہ صرف مدارِ تارا نظر آتا ہے۔

(۶) ایک نیزہ پر آفتاب کو مدارِ تارا کتنا شبیہ تمام ہے اُس پر سیاہ کاری نے شعر کو اور بھی چمکا دیا۔

مولف

(۱) داغِ ہجران سے ہمارے بنگنی شبِ روزِ حشر آفتاب ایک نیزہ پر مدارِ تارا ہو گیا

(۲) ہمارے داغِ ہجران سے شبِ روزِ حشر بن گئی۔ مدارِ تارا ایک نیزہ پر آفتاب ہو گیا

سبچ و فرقت کا داغ

(۳) داغِ ہجران

قیامت کا دن

روزِ حشر

رات

شب

(۴) شہور ہے کہ ایامِ بخش میں مدارِ تارا سے نظر آ یا کرتے ہیں۔ ہجر کی رات کو قیامت کے دن سے تشبیہ دیتے ہیں۔

۵۰ قیامت کو آفتاب ایک نیزہ پر آجا بیگا۔

(۵) شب بھراں کی مصیبت نہ پوچھو۔ رات کیا ہی کالی بلا تھی پہاڑ کی طرح کائی نہیں کٹتی۔ قیامت ہے۔ جو چیز ہے رنج نینے والی۔ دمدار تار سے کی۔ روشنی نے رات کی تاریکی کٹا دی۔ ایسی منحوس اندھیری راتوں کو انکی خوش است اور چاک جاتی ہے۔ ہمارے داغ بھراں سے وہ ب و تاب وہ حرقت و حرارت پیدا ہو گئی ہے۔ کہ دن ہو گیا۔ یہی دمدار تار آفتاب حشر کا کام سے رہا ہے۔ مجھے ناکام کا کام کٹ دیتا ہے۔ الامان۔ باوجود اس فاصلہ کے ایک نیزہ پر معلوم ہوتا ہے۔

(۶) صرف دو نقطوں معنوں میں کتنا فرق آگیا ہے! (دیکھو اس سے پہلا استاد ذوق کا شعر)

مولف

(۱) آنکھ بھرا ب نہ دیکھنے کسی بیدید کو تیری آنکھیں چھکراتے یا آنکھیں ہو گئیں  
(۲) اے یار! اب کسی بیدید کو آنکھ بھر کر نہ دیکھیں گے۔ تیری آنکھیں چھکراتے ہو گئیں۔

مشتوق  
النفات کرنا۔ نظر ہو کر دیکھنا

تیرا۔ فیض اٹھانا۔

منتہ ہو جانا۔

(۳) بیدید  
آنکھ بھر کر دیکھنا۔

آنکھیں دیکھنا

آنکھیں ہو جانا

۵۱ اے یار! اب کسی سے دل نہ لگانے لگا۔ تلو تلو بکرتہ ہو گئے۔ تمہارے ہاتھ وہ رنج اٹھانے کہ جی بیٹھ گیا۔ محبت سے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اب عشق سے تو

کرتے ہیں۔ جب تنہا ہی یہ سلوک کیا تو اور کسی سے کیا امید؟ تمہاری صحبت سے یہ فیض ہوا کہ اب اس بلا میں پھنس گئے۔ کسی دوسرے کا دھوکا نہ کھائیں گے کہ غم کھانا پڑے۔

(۵) آنکھوں کی تکرار مناسب و مطبوع ہے۔

مومن

(۱) دین پاکی دامن کی گواہی میرے آنسو اُس یوسف بیدرد کا اعجاز تو دیکھو۔

(۲) میرے آنسو اُسکی پاکدامنی کی گواہی دیں۔ اُس یوسف بیدرد کا اعجاز تو دیکھو۔

پارسی (پوترا)

(۳) پاکٹے دامن

نام پیغمبر

یوسف

کرامات

اعجاز

ظالم

بیدرد

(۴) جب حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے فسق کی ہمت لگائی۔ تو ایک معصوم بچے نے اُن کی عصمت کی گواہی دی تھی۔ یہ اُن کا معجزہ تھا۔

(۵) میرا یوسف (معشوق) یوسف کینعان سے بھی پاکدامن ہے۔ میں زلیخا کی طرح

اُسکا مدعی ہوں مگر معجزہ دیکھو خود میرے آنسو (طفل اشک) اُسکی پارسی ثابت

کرتے ہیں۔ میرے آنسو ہی میرے دعوے کا جواب ہیں۔ بیدردی سے کہہ ہی میرے

آنسو پوچھے ہی نہیں۔ جو اُسکا دامن تر ہوتا۔ اور اُسکو تو دامن کہہ سکتے۔ بیشک

پاکدامن ہے۔

(۶) دامن ایک لڑکے نے گواہی می تھی یاں ہزاروں کی شہادت موجود ہے

(۱) دولتی سے ہوئی ثابت اثبات جب نہیں سے دامن بار کھلا مولف

(۲) جب نہیں سے دہن یا رکھلا۔ دونفی سے اثبات ثابت ہوئی۔

ظاہر ہوا

کھلا

منہ

دہن

(۴) قاعدہ ہے کہ دونفی ملکر جمع (اثبات ہوتا ہے۔

مذمعشوق کے دہن و مکر کو معدوم و مچھول باندھتے ہیں۔

(۵) نہیں کرنے سے دہن یا معلوم ہو گیا۔ اور اس کے عدم کی نفی ہو گئی۔

کیونکہ بے دہن اولئے الفاظ محال ہے اور دہن معدوم سے ماں نہیں معلوم

گواہ نہیں حرف نفی۔ جب (دہن) نفی سے ملا تو اثبات (دہن کا ہونا) ثابت

ہوا۔ اور اس قاعدہ کی تصدیق ہو گئی کہ دونفی سے اثبات پیدا ہوتا ہے

(۶) یہ شعر ایشیائی خیالات کی دلچسپی کا نمونہ ہے۔ لفظ کھلا، مناسب ہے۔

فوق

(۱) مل گئیں خاک میں جو صورتیں یہ خیل کیوں نہ فانوس خیالی ہو گویا لاکھو

(۲) جو صورتیں خاک میں مل گئیں اُن کا خیال ہے ہکو گویا فانوس خیالی

کیوں نہ؟

پر باد ہونا

دس خاک میں ملنا

(۴) فانوس خیالی ایک قذیل نماد ایرہ سا کاغذ سے منڈھ لیتے ہیں اس میں

چند تصویریں ہوتی ہیں جو پھرتی رہتی ہیں۔ اور چراغ کی روشنی میں گردش

پاتی دکھائی دیتی ہیں۔

(۵) گویا لاکھو فانوس خیالی نظر آتا ہے خاک میں ملی ہوئی صورتیں آنکھوں

میں پھرنے لگتی ہیں۔ خیال آتا ہے کہ کیا کیا شکلیں برباد ہو گئیں۔ کیسے کیسے پریشاں کر گئے۔ خدا جانے کتنوں کی خاک اس میں موجود ہے۔

(۶) فانوس خیالی سے بگولے کی وجہ تشبیہ کامل ہے۔  
 (۷) ہدف ہے تیر کا اس کے گل ہر داغ ملتا ہے ہمیشہ آب پکیاں سے شبنم گلست نہیں  
 (۸) میرا گل ہر داغ دل اس کے تیر کا ہدف ہے۔ اس گلستاں میں ہمیشہ آب پکیاں سے شبنم ہے۔

بھول  
 نشانہ

(۳) گل  
 ہدف

آب پکیاں بھال کی آبداری

(۴) شاعر داغ کو گل (بھول اور داغدار دل کو گلستاں باندھتے ہیں  
 (۵) ہجوم داغ سے میرا داغدار دل گلستان ہے۔ اور اس گلستاں میں  
 شبنم آب پکیاں ہے۔ جو اُس کے تیروں کی کثرت سے ہر داغ پر پہنچتا  
 رہتا ہے۔ جسطرح باغوں میں شبنم لازمی ہے اس باغ میں اُس کے  
 تیروں کا آب پکیاں ہے۔

(۶) شبنم سے آب پکیاں کی مثال نے شرکوبے مثال کر دیا ہے۔ ذوق  
 (۷) دلہیہ ہوں گرد داغ سوزاں عشق میں اکو کز پھر تو گنج سوختہ خسرو کا ہی کیا مال ہے  
 (۸) اے کوہکن اگر عشق میں دلیر داغ سوزاں ہوں تو خسرو کا گنج سوختہ کیا مال ہے  
 (۹) کیا مال ہے۔ کیا حقیقت ہے؟

نام بادشاہ -

خسرو



(۴) گنج سوختہ خسرو پر دیز کے (مچ گنج) پانچ خزانے۔ گنج باد آور و شایگان۔  
 گنج سوختہ۔ گنج گاؤ۔ گنج عروس۔ گنج شاد آور و مشور ہیں۔ انہیں  
 میں ایک گنج سوختہ بھی ہے۔ بعضے مورخ کہتے ہیں آٹھ خزانے تھے۔ وائے  
 کو بہن لقب۔ فرہاد نام۔ ایک سنگ تراش شیریں ملکہ شاہ خسرو پر  
 کیانی پر عاشق ہو گیا۔ تھا۔ اور بامید کامیابی جوئے شیر لانے کو بیستون  
 پیار کا ٹاکرنا تھا۔ اسی سبب سے کو بہن نام پایا۔

(۵) اے کو بہن۔ عشق میں دیر داغ سوزاں ہوں تو خسرو پر دیز کے گنج  
 سوختہ کی کچھ حقیقت نہیں۔ عاشق بادشاہوں سے بڑھ کر ہیں عشق  
 بڑی دولت ہے۔

(۶) کیا مال گنج سے۔ داغ سوزاں سوختہ سے مناسب۔ فوق

(۱) اس قدر تار طرب ساز کی آواز بلند چھیڑیں گے تار کھج کا تو ہو پیدا دھیوت  
 (۲) ساز طرب کی آواز اس قدر بلند ہے کہ کھج کا تار چھیڑیں تو دھیوت پیدا ہو  
 (۳) طرب ساز  
 طنبور یا گونیا۔

طنبور۔ باجہ۔

ساز

(۴) کھج ایک تار کا نام ہے جس میں بہت نیچا سہرا ہوتا ہے۔

بند وستانی موسیقی کے موافق۔ سحر۔ رکھب۔ گندھار۔ ہریم  
 پنجم۔ دھیوت نکلاؤ۔ کل سات سُر ہیں۔ ان میں سے ایک دھیوت  
 بھی ہے۔

(۵) آج ایسا خوشی کا دن ہے طرب و نشاط کی وہ ترقی ہے۔ کہ اس کے اثر سے

کھج کاتا رچھیریں۔ تو اُسکی خاصیت کے خلاف، اونچا سر (دھیوت) پیدا ہو جاتا ہے۔ جو سوائے نکھاو کے سب سے بلند ہے اور کھج سے ادا نہیں ہو کر تا۔

(۶) یہ قصیدہ کا شعر ہے۔ ترقی طرب جویش نشاط کا مبالغہ سروں میں نئی اداسے ادا کیا ہے۔ اور دوساروں کے ملنے سے حسین کلام دوبالا ہو گیا ہے۔



# ذوق

الٹ اکھڑ کا سا بن گیا گو یا قلم میرا  
جھپکے ویدہ صراف کے نقشِ دم میرا  
کہ آیا یا بنجوں آغشہ ہو کر لپ پٹم میرا

ہوا خدیخہ میں دل جو مصروفِ تم میرا  
نشانِ بے رواجی گرو کھائے زورِ مٹ جائے  
ہوا یہ سینہ یکسر خارزارِ دشتِ غم میرا

ہے میرا معِ نظر پر دانہ شمعِ طور کا  
خونِ دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سینہ در  
آستخوال سے ہو مرے دستِ تیرے سا طور کا  
پیچ کھاتا ہے دھواں میری چراغِ گور کا  
کام لے منتظر سے فریادِ قمری صورت کا

شوقِ نظار ہے جسے اُس رخ پر نور کا  
لطف جاتا ہے سرو و نالہ پر شور کا  
تو ہو بعد از مرگ بھی گر لے محبت و سنگیر  
بل بے وحشت ابتلاک بھی شاخِ آبِ کیویط کا  
تیرے قامت سے جو ہو پر پا قیامتِ مژپ کا

پر ضعفِ ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

لکھئے اُسے خط میں کہ تم اٹھ نہیں سکتا

اپنا ہوں تیری تیغ کا شرمندہ احساں  
سر میرا تیرے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

آیتِ سجدہ حق میں میرے ہر تیغ  
ہے خم تیغ فقط کیا خم محراب بنا  
تو اگر آپ کو دیکھے تو میری آنکھ سے دیکھ  
اپنا آئینہ میرا دیدہ پُر آب بنا

مقدر ہی پہ گر سود و زیاں ہے  
رو گم گشتِ گلی میں ہم نے اپنا  
کسے کیا دے زخیم دل ہمارا  
نہ مارا تو نے پورا دھتے قاتل  
تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا  
غباور راہ بھی غفٹا نہ پایا  
وہن پایا لب گویا نہ پایا  
ستم میں بھی تجھے پورا نہ پایا

نام یوں بستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا  
ریشکے اُس لٹکے کیا مشک کی سحران  
ظلمت عصیاں میرے گن گشتِ زشتہ  
جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا  
بلکہ حل کر سوختہ غنیمت بھی سارا ہو گیا  
آفتاب ایک نیزہ پر و مدار تارا ہو گیا

میں ہجر میں مرنے کے قوس پہنچا تھا  
کیا گرم تپش ہوتا ترپ کر تیرے آگے  
تم وقت پہ آہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا  
میں سرو تہ خنجر کیں ہو ہی چکا تھا

مختب گر چہ دل آزار ہے بیخواروں کا  
دیکھئے اک جام تو ہے یار بھی یاروں کا

اے فلک گرتھے اونچا نہ سنائی دیتا  
 غوطے کیا کیا ہے تیرا دست خالی دیتا  
 گر قفس سے مجھے صیاور دلائی دیتا  
 بوسہ لب نہیں بے چشم نالائی دیتا

نالہ اس شور سے کیوں میرا ودائی دیتا  
 پنجہ مہر کو خون شفقی ہیں سر روز  
 میں فہ ہوں صید کہ پھر دام ہیں بھشتا اگر  
 خو گر ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساعزے

دل نکر جلد سی کہ جلد سی کہ شیطان کا  
 پہنکر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا  
 یوم راحت بھی ہے حق میں اس کے فن کا

ہونا عاشق سوچکر اس دشمن ایمان کا  
 جھوٹ ہی جانوں کلام اس نہن ایمان کا  
 یہ تپ غم کی ہے شدت آپ کے بیمار کو

چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا  
 کرتی ہے قصد ٹٹی کے اوجھل شکار کا  
 گویا کہ اک ستارہ ہے صبح بہار کا

ہنگامہ گرم ہستی نا پائیدار کا  
 ہے دل کی آلو گھات میں مژگاس چشم یا  
 اس کے تانباک پہر قطرہ عرق

اب آہ آتشیں سے بھی دل سرد ہو گیا  
 جب خاک اڑالی میں تو وہ گرد ہو گیا

اس سے تو اور آگ وہ بیدر ہو گیا  
 مجنوں بھی دشت گرد تھا مانند گرد باد

ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بچھا ہوا

پانی طلیب دے ہے ہمیں کیا بچھا ہوا

حروفِ درد کی صوت ہوں طلیبِ حیا

جدانہ درد جدائی ہو کر میرے اعضا

آئی ہو تو وطن سے کوئی غریب جدا  
نہ کر سکا میسر دل غم حبیب جدا

فراقِ خلوت سے گندم ہی سینہ چاکا تک  
کیا حبیب کو مجھے جدا فلک نے مگر

سر پہ شیطان کے ایک اور بھی شیطان چڑھا  
فوجِ مژگاں کے نہ منہ پر سر سیدان چڑھا  
پانی سونیرے دیا باندھ کے طوفاں چڑھا  
دل و دین دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

نشد دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا  
جب لڑی آنکھ تیری کوئی ہیرا کے سوا  
اشکائے نہیں مژگاں پہ کہ یار دل بھی  
حضرتِ عشق کی نگاہ میں آ کرے فوق

شمع کی گلگیر ہے منہ میں لباب لینے لگا

حسن سے ہے تاول آہن بھی گرمِ خلاط

اے دل مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا  
ہو گئی مضمون میں وقت شعر پر اچھا ہوا  
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا

پہنچا آبِ تیغ قاتل تا بسرا چھا ہوا  
بندہ گیا اُس موکر کا جبکہ مضمون کر  
کچھ گیا سیری طرف سے اور اس لبرِ دل

اگر چہ لکھ کو بھی آیا تو ہم جانیں گے اب آیا  
بھرا آیا منہ میں خوں گراک تبسم زیر لب آیا  
مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا

عبث جانِ منتظر ہونٹوں پہ وہ شوخ کیا  
برنگِ غنچہ خنیرِ دل سنبھلے کیا اس گلِ تاش  
تیرے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیم جانوں کے

اے احسانِ مانوں سے سر میں چنکا اُٹار دیا

اُٹا راتو نے تو سرتن سحر اس شام کے مار دیا

نہ پکڑیں اسنِ لیا س گرواب بلا میں ہم  
خردیار اُس کی حسرت جس عیال کی گھر سے  
ڈھلکتا ہے یہ مثلِ دانہ تسبیح کیوں منکا  
نقطہ تا نفس کا ذوق خط جادہ کافی ہے

کہ بدتر ڈوب کر مریے ہے جینا سہار کا  
چھڑک کر بچتا ہوں نفع پر سو نہا ریکا  
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سو کیا کام ستخا ریکا  
پنی عمر رواں کیا چاہیے رستا گزاریکا

نامہ ہے اُن سے بیاں ورد و جدالی کرتا

کام قاصد کا ہے یہ تیر ہو الی کرتا

ابھی کیا سرو قاتل یہ شبِ تفتہ جاں ہوتا  
کسے ہر مرغِ دل امکا ش میں زاع کہاں ہوتا  
ترے خونِ جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبز  
نکرتا ضبط میں گریوے ذوقِ اک گھڑی بھر

کوئی دم شمع مردہ میں بھی تباہی دھوا ہوتا  
کہ تا شلخ کہاں پر اُسکی میرا آشیان ہوتا  
تو مژکاں کی طرح سوا کے دایم چونچکاں ہوتا  
گھٹورے کی طرح گھڑیاں کی غرق آسمان ہوتا

آنکھیں میری تلووں سے وہ ماسچا تو اچھا  
ہاں کچھ تو ہو چل ٹھہر نخلِ محبت

ہے حسرتِ پالوس نکلا جائے تو اچھا  
یہ سینہ بھپھو لوں سے ہی چل جائے تو اچھا

کسے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا

کمی جو مجھے کرے تو پیئے ہو میرا

کب صبا آئی تیرے کوچہ اے یار کہیں

جوں حبابِ لب جو جامہ کا بہر نہوا



میں ہمیشہ عاشق پھیرا ہوا ہوں  
حلقہ گیسو میں دیکھی کس کے رخسار کی تاب  
سب دیکھا اُس سے اور اُس کو نہ دیکھا جوں نگا  
پستہ قندمی کا کام غیر میں وہ لعل لب

خاک پر روئیدہ میرے عشق پچاں ہی  
شب مہر ڈالے نشیں سرور گریباں ہی  
وہ رانا نکھوں میں اور آنکھوں سے پہنا ہی  
پر میرے حق میں تو سنگ نہی ونداں ہی

تیرے جوڑ کے کھلنے نے میرا دل دستانِ بندھا  
نہ جھاڑا غیر کو ہرگز جو ہو کر جھاڑ لپٹا تھا  
میرا دل آگے ہی سینہ میں اک پھوٹا سا پتھر  
کہاں دل بھاگ کر جا کہ تیرے نخلِ قمار سے

عجب تیرے عقدہ وداں کھولا یہاں بندھا  
مجھے پرگالیوں کا جھاڑ تو نے بد زباں بندھا  
خیالِ خطِ سبز پار نے کیوں برگِ پاں بندھا  
عجب اک گردِ نامہ خط نے امی سرو وداں بندھا

بھڑکنا کیا کہوں سینہ میں اپنے آتشِ غم کا  
بے گئے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبت کے  
ولیرا ان محبت کو غلش سے اس کی شرکاں کی  
شہید آؤنق بیلے میں ہوئی میں جہیز لاکھوں

کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ عجب غم کا  
کہیاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ جلی مریں کا  
پس مروں احد میں بھی ہو عالمِ چاہِ رستم کا  
مرے جو آہ ہو گویا وہ ہے اک نخلِ ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا

یہ بھی لہو لگا کے شہید و نماں مل گیا

محفل میں شور قتلِ مینا سے مل ہوا  
دریا سے غم سے میرے گزرنے کیو اٹھ

لا سا قیا پیا لہ کہ تو بہ کا قل ہوا  
تیغِ خمیدہ یار کی لو ہے کا پل ہوا

اُس بنِ اچھن میں بھی میں فراقِ دلخراش	ناخن سے تیز تر مجھے ہر برگ گل ہوتا
فرج ہوئے کا مزا جانتا گر صیدِ حرم	رکھ کے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا
جو نہ رنگِ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا	تو زمیں نہ زرد ہوتی نہ فلک کیو ہوتا
کسی رنج کش کو دیتا کہ کچھ اُسکو سُو ہوتا	دل سخت کاش کا فرحِ الیہود ہوتا
دل کو اُس کا کل بچیاں سے نہ بل کرنا تھا	یہ سیدِ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا
اُس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی	کہ کبھی دم میں جدا یا کبھی پل میں مارا
آئے تو کہاں بجائے نہ تابعی سے کوئی حبا ئے	جب تک نہیں آتا اُسے غصہ نہیں آتا
شب ہم نے تہیہ جو کیا تو بہ کا ساتھی	مغرب سے سحرِ مہر و رخشاں نکل آیا
ہر ایک سے ہے قولِ آشنائی کا جھوٹا	وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا
نہ منہ ڈال خارِ آبلہ میں کہ بہوگا	یہ ساغرِ مئے کمرِ بائیکا جھوٹا
سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا	سچ کہا ہے باڑھ کاٹے نام ہو لوار کا

چاندنی نے شب تجھ بن پیے کھایا تھا	مجھ کو مہتابی پر صوب میں بٹھایا تھا
ہم برہنہ پا جنوں اور گرم پتھر زیر پا	دو پہرے سایہ بھی بیٹھے ہو دیکر زیر پا
لڑا ہد شراب پینے سے کفر ہوا دیکھیں؟	کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بیگیا؟
کیوں تکبر بولتا یہ بندہ محکوم القضا	گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا
بے نفس سے شورا ک گلشن ملک فریاد کا	خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا
چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیوں کریگا	مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مرے گی
مسجد میں اُس نے ہکوا آنکھیں دکھائے مارا	کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا
ہوں میری خاک کو جو تمہارا قدم نصیب	کھایا کہیں نصیب کی میری قسم نصیب
ایماں ہے تیرا شوقِ تقا جس کو یہ نہو	دیدار اُسے خدا کا نہو لے صنم نصیب
کرے ہے شرع کا پاس نکاح نام شراب	حرام ہے نہیں لیکن نکاح حرام شراب

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خارزارِ شپت      پستِ لبِ ہجومِ خار سے ہے پستِ بخارِ شپت

وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے      لیگیا خضرِ ذوقِ دل کو سوئے گردابِ کھنچ

فرقت کی رات جی چکے ہم تازمانِ صبح      ہوگی اذانِ گورِ ہماری اذانِ صبح  
ریشِ سفیدِ شیخ میں ہے ظلمتِ فریب      اس مکرچا ندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح

تلا بے آسمانِ وزمین کے ملا نہ تو      اُس مدوش سکے مئے کی ناصحِ تباہِ صلاح

بیمارِ چشمِ دلِ سبر آہو نگاہ ہوں      شاخِ نبات کو لئے قلیاں نہ منہ لگائے  
شاخِ نبات کو لئے قلیاں نہ منہ لگائے      عریاں ہی دفن کرنا تھا زیرِ زمیں مجھے  
یاروں نے ایک اور لگا دی کفن کی شاخ      شاخیں بھی گر لگائیں تو لیکر ہرن کی شاخ

نگہ نہیں حرفِ دل نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر  
نکل کر آیا جو راہِ آنکھوں کے دل میں بیٹھا خدنگ کر  
غزالِ رم دیدہ بن گیا ہے جو خوابِ آنکھوں میں تو بجا ہے  
کہ پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہو کر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہیں چلتا چلنے      چھپ گیا مٹہِ رخ پر تیرے لبِ شکر و کھیکر

سرمد آلودہ تیری چشم پرافسون دیکھ کر

اٹو گئے اک آن میں جاوے بائیں رخسار

گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھ کر

دکھانہ جوش و خروش اپنا زور پر پڑھ کر

تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر  
تیری زلفوں کی بلا میں شب بیدا لیکر

ذبح کرنے کو میرے پوچھتے کیا ہو تکبیر  
کھینچتی روز قیامت سے بھیجی آپ کو دوا

پھر نہ اٹھا کوچہ چاک گریباں چھوڑ کر  
یہاں سے ہٹ جاو ہو پائے برباد چھوڑ کر  
دوڑے ساری کو کبھی آو نہی انسان چھوڑ کر  
کھینچے تو تنگرف سے خون شہیدیں چھوڑ کر  
بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میرا چھوڑ کر

طفل اشک ایسا گرا دامن ترکال چھوڑ کر  
سرمدی سے کسی کی آگے ہی مل سڑ کر  
گر خدا دیے قناعت ماہ یکہفتہ کی طرح  
پیسے میرا ہی مانی جو لبائیں شوخ کی  
ہو گیا طفلی ہی سے دل تیرا زور عشق

پردانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر  
خم سے الگ ایام سے دور اور شکستہ پر

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر  
ساقی بطر شراب ہے تجھ بن پڑی نی

میں بھی حاضر ہوں کہا غنچے پیٹھ چھوڑ کر

تو نے گل کو سر پہ رکھا جب چمن میں توڑ کر

میں کہوں میں تو کہے ہیں چھری گدہ پر

وہ کہے کون ہے قربان میرے جوتن پر

اوس سی پڑ گئی گلشن میں گلِ سلیمین پر

تیرے دنداں مسی زیب کی دیکھی بھا

ایکا یہ ہے کہ بھیج دو آنکھیں نکال کر

بادام در جو بھیجے ہیں بڑے میں ڈال کر

بدگماں وہ ہم کی داسو نہیں تمنا کے ہیں

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے تیرے کے پاس

بلائیں آگے لیں اُن کی بلائیں سِرپاؤں سے  
چمن میں بزرگوں کو بھونجائیں سِرپاؤں سے  
نہیں حاجت، کدہ پانی بہائیں سِرپاؤں سے

جو کھل کر اُٹھنا جوڑا بال آئیں سِرپاؤں سے  
یہ جتنے سُر میں سب اُن کے قدر نہ تھائیں  
سراپا پاک ہیں صوفے جنہوں نے ہاتھ دیا سے

بلا سے گرہو نوالہ دہاں بار میں دل  
ہزاروں ایک ہمارا ہے کشمکش میں دل

پھنسے نہ حلقہ دگیسو سے تابدار میں دل  
بزنگ بھینہ نور روز توڑے دل اُسے

کیا دشت نوردی میں کترا چنچل گل  
سو بار سو گھلائے اُسے پڑھ پڑھ کے فکری گل  
کافر تو تباہ شمع حرم کیونکہ کڑوں گل

سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے بزنگ گلِ صید گل  
اُس گل میں نہ پایا اثر بڑے محبت  
ہے روشنی خانہ دل سوزِ محبت

قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربان نہیں ہم  
لائیں جو آہ کو شرافشاہیں میں ہم

پائی نہ تیغ عشق سے ہنسنے کہیں پناہ  
دور رخ بھی جاے نذرہ ہمیں مرید بھول

ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش اور گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کل حموض بارو

شمع ہے اک سوزن گم گشتہ اس کا شانہ میں  
یا تیری آنکھوں میں دیکھی یا تیرے پلک میں  
زلف ہاں شانہ میں کھینچی درو ہے یہ شانہ میں

دو دودل سے ہے تیار یکی میرے غم خانہ میں  
مستی و نا آشنائی و حشت و بیگانگی  
کس نے اک ت سے ہے کھو رہا حسن و عشق

پارس بھی ہو تو جانا مر دار سنگ ہوں

رکھتا ز بسکہ جیفہ دنیا سے ننگ ہوں

کرتے ہیں جادو سے اپنے آگے شن آہیں  
ڈوب مر درو کے تو ابر سچھ ہن آب میں  
ڈالتا ہوں دم بدم اٹھا اٹھ کر وزن آب

مے ملا کر ساقیان سامری فن آب میں  
طاس قلیاں میں رکھا ہے آسنے ابرو کو  
وعدہ ہے آئینا اسکے ابر کھل جائے تو آئے

ایک ساعت مثل یک شیشہ ساعت نہیں

خاک ہو کر بھی فلاکے ہاتھ سے ہمو قرار

ہیں یہ چشم پُر آب کی باتیں  
دل خانہ حسد آب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو پہ مہری  
اُس کے گھر پہ چلا مجھے دیکھو!

مگر تارِ نفس سینے میں سمجھا گیا نہیں

کچھوڑا تار و حشر ہے ہمارے حریف نہیں



گو فطر اسبیل کو بیاں کرتے ہم نہیں ہے لوٹ حب زرت سے یہ دامن ہمارا پاک	پر جو نگاہ ہے رگ سبیل سے کم نہیں گر چھینٹ بھی پڑے تو بجد ورم نہیں
تو کہے غنچہ کہ اُس لب پر دھڑکی بیاں نہیں	چپ کہ منہ سا اور بات بڑی خوب نہیں
ہو کے اک بوسہ پر شرش ابرو ؟	بات کو ڈالتا کھٹائی میں +
ہم اپنے جذبہ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں	وہ پہلے بزم میں دیکھیں کہ کچھ دیکھتے ہیں
نہ ڈال آبلے گرمیے فناں منہ میں	کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگنیاں منہ میں
کرے وحشت بیاں چشم سنجنگو اسکو کہتے ہیں	یہ سچ کہتے ہیں سر پہ برباد دو کہتے ہیں
سوال بوسہ کو ٹالا جواب چیں ارب سے	برات عاشقاں بر شاخ آہو اسکو کہتے ہیں
جو پوچھے عقل یہ مجھے بتا کیا نام ہے تیرا	کہوں دیوانہ چشم پر پیراؤ اسکو کہتے ہیں
میرے نالوں سے چپ ہیں منع خوش الحان	صراطِ طوی کی سنتا کون سے متار خالی
سینہ و دل پر میرے زخم جگر ہستے ہیں	ہستے دو چارہ گرو ہستے ہی گھرتے ہیں

کہتی تھیں بریاں کہ دیرانِ قصا  
دل دیتے ہیں جسے اسکو درمیتے ہیں

یہ طوق اسوٹے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں  
کہ تھا بیل کی قسمت کا طوق قمری کی گردن میں

اُس نے خط جو قلمِ سرمہ سے لکھا ہم کو  
باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہم کو  
پھینک کر شیشہء دل ہاتھ سے تہا ہوا  
اثرِ کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا  
ہر قدم پاؤں میں سر رکھتے ہیں غارِ شد  
چٹکا مڑگاں سے لہو کے جگرِ آخر کار  
اک حلاوت ہے عداوت میں بھی اس کو  
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بنائے  
ہم تبرک ہیں بس اب کرنے زیارتِ محبوب  
شگدل تین دن اب گور میں بھاری ہیں  
ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اسکی تو زلفوں کی چھڑا

لکھا ابراہیم خوشی ہے یہ گویا ہم کو  
تجھ پہ بن دیکھے ہے غشِ حسد کہ دیکھا ہم کو  
کیا بنایا ہے تھیلی کا پھپھولا ہم کو  
نقشِ سجدے کا ہے پیشانی پر طپکا ہم کو  
اے جنوں تو نے تو کانٹوں میں ٹھسٹا ہم کو  
ایک مدت سے اسی چٹکے کا ڈر تھا ہم کو  
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہم کو  
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو  
سر پہ پھرتا ہے لئے آبلہ پا ہم کو  
ہے سوم میں تیرے آنیکا جو دھڑکا ہم کو  
اب وہ بہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

زند خراب حال کو زاہدِ نجیب تو  
مرجا ئیگانہ تیرا گرفتارِ دامِ زلف

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو  
تربت پر اس کی بائیکھال کی پیڑ تو

جال کا پانچا

زبانِ خلق کو فت رہ خدا سمجھو  
جو یہ قضا ہو تو اسے غافلہ قضا سمجھو  
نہ سمجھو تم اُسے دیوارِ قہر سمجھو

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو  
نفس کی آمد و شد ہے نازا اہل حیات  
ہنسے جو وہ میرے رونے پہ توصفِ گال

ایک آندھی ہے خاک اُڑانے کو

تو مکر نہ ہو تو عشق میں ہم

کہ اُس ستے کی مٹی سے بھی کتہِ گھانسیں بہو

سب نیا پس از مدن بھی انگیر نیا ہو

چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ دوم کو

کیا پوچھتا ہے تو عملِ نبض و محبت

عید ہوئی ذوقِ ولے شام کو

دیکھا دمِ تمنع دلا رام کو

یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ کیا ہو

یا تو پاس دوستی تجھ کو بت بیاکت ہو

کتے پانی میں ہیں خوارے بھلا بکھیں تو

اشکباری مرے مرگاں کی فرادہ بکھیں تو

فلکِ سُن نہتے ہنتے شادی گِ علی

تیرے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو

گر سنے عود کو غرق تو جلائے اُسکو

چرخِ ضدی ہے کوئی ضدِ دلائے اسکو

دیتا ہے وہ مبار جو دم اور زیادہ اُس شوخ شکر کو میری مرگ سے منظور ہے نغمہ ریکھا کا داغ اب سے تہہ لیتے ہیں نثر شاخِ ثمر کو جھکا کر	شیشہ کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ ہے زہر نہ کھانا مجھے سیم اور زیادہ آتا ہے درناک میں دم اور زیادہ جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ
---	--

دورخ میں بھی پڑیں تیرے لبِ رشت وحشت گئی نہ بعد فنا بھی میرا عبا	آتش میں چچ و خم ہیں کج رس کے ساتھ باتیں کرے ہے سقفِ سپہر کہن کے ساتھ
--	---

میں تیرے رشکِ خطِ حسرت یوں نگہ بکھے ہے چشمِ یار سے کرتا ہے دستِ جنوں جب کشمکش تیرے ہی پانوں پہ لے قاتلِ گرا زلف کی قچی سے دل ڈرتا نہیں	دل میں آئینہ کے جو ہر رخا سے مت جیسے خانہٴ رخا سے ++ جی او لچھتا ہے نفس کی تار سے سر مرا اڑ کر تیری تلوار سے بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے
--	---

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو لاسیجے تجھے اونگھل آرامِ جان بتلا سیکھے ہنسے ہے زخمِ دل تیر پر جراح کی کہد	اسے تیر قضا اُسکو پر تیر قضا سیکھے پڑیں تپھر سیکھے پر ایسی ہم سیکھے تو کیا سیکھے انہیں ٹانگے نہ سیکھے خندہ ونداں سیکھے
---	--

زخمِ دل پر کیوں مے مرہم کا استعمال	مشک گر منگا ہے تو کیا لوں کا پہیال
------------------------------------	------------------------------------

دلہ پہ ہوں گردِ غمِ سواں عشق میں اک کو بہن کھاؤں میں ہیرا جو اس بن کیونکہ دل لٹکے نہو ہوتے ہیں اعضا بوسیدہ تصور سے جدا	پھر تو خسرو کا بھی گنج سوختہ کیا مال ہے جو رگ پاں ہے وہ مجھ کا شکر سا بال ہے کھینچنی تصویرِ مجنوں کی تیرے شکل ہے
--	--

دل کو رکھ دوں اُس دمِ شمشیر گر پڑو صہب نے سوزیوں کو حق ندے آنکھیں کس تالا میں بلا	تایہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے عینِ حکمت تھی جو معدوم البصرِ عترت بنے
--	---

چمن ہر ہیں جون سبزہ شمشیر ہوں میں جو میرے واقف جو ہر ہیں رکھتے ہیں عزیز	آب کی جائے دیا کرتے ہیں نہ ہر اب مجھے تیرے بختی میں بھی جوں تیغِ سیاب مجھے
--	---

لیتے ہی دل جو عاشق و سوز کا چلے کیا پچھلے گلی سے تیری ہم کہ جوں نسیم	تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے
---	---

لگے ہے اس تمنا میں میرے ہزار دامن اب انکو ششِ جہت میں دیا لوگ کہتے ہیں	کروں دستار میں گر ہو عطا اک تار دامن گرے تھے اشک کے قطرے میرے چہ دامن
---	--

سرِ بوقتِ ذبح اپنا اسکے زیرِ پائے ہے رخصت از زندانِ جنوں زنجیرِ کھڑکے ہے	یہ ضعیف! اللہ اکبر بولنے کی جاٹے ہے مشرودہ خار و شت پھر تو امیر اکھٹا ہے
---	---

زخمی ہوں میں اُس ناوک و زویدہ نظر سے	جانے کا نہیں چور میرے زخم جگر سے
گرا یکے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے	تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے
کھٹتا نہیں دل بند ہی بہتا ہے ہمیشہ	کیا جانے کہ آجائے ہے تو اہمیں کھر سے

شعلہ بھڑکے نہ کیونکہ محفل میں	شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے
تیری شمشیرِ خون کے چھینٹوں سے	چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

دل کی معاشِ غم اسے غم کی تلاش ہے	ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑا بد معاش ہے
کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبانِ خلق	شاہِ باش جب کو کہتے ہیں شاد و باش ہے

ہے تیرے کان لعلِ معنبر لگی ہوئی	رکھیں گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
منجھ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا	ہے دل سے یادِ ساقی کو کڑ لگی ہوئی

لگتی مرچیں سی کبابوں کو ہیں کیا ٹھنک	دلِ بریاں میرے سوزِ محبت کے مزے
ابر و باران کے بھگیوں طعنت اٹھائیں مڑوا	کہ اڑاتے ہیں گنہگار ہی رحمت کے مزے

سناگئے جنت میں اگر سوز و محبت والے	تو یہ جانوار ہے دفن ہی میں جنت والے
ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے	صبحِ محشر کو بھی اٹھیں نہ تیرے متوالے
مے رے حسرت و دیدارِ مرسی کا کو بھی	بکھتے ہیں نئے و چشمی سے کتابت والے

ہے ضیعت اب کہ چوتھی بھی نہیں ملتی  
پر چھری اپنی تو گردن پر ہیں دیکھیں چلتی  
پر نہیں کانپہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی  
کہ نہیں تیری بھی اں گردش گردوں چلتی

نہض نگی ہے کہاں سیر فدا طوں چلتی  
کھول دے آنکھیں م فوج نہ دیکھو لگا تجھے  
دور کر بالوں کو سر پہ کسے ہے لیلی  
میں تو اُن آنکھوں گردش کا بلا گرداں ہوں

سو نہ دل میں مگر سوزش نہاں کے لئے  
قفس میں کیونکہ نہ پھر کے دل اشیاں کیلئے  
کہ ماتہ رکھتے ہیں نہ پر سب اوں کے لئے  
شکست تو بہ لئے ارمغان مغان کے لئے  
بجا ہے ہوں دل اُن کے مزا جداں کیلئے

مڑے یہ دل کیلئے تھے نہ تھے زباں کیلئے  
صبا جو آئی خس و خاشاک کیلئے  
آہی کان میں کیا اُس صنم نے پھونک دیا  
چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم  
رہے ہیں ہول کہ برہم ہو مزاج کہیں

وہ کعبتیں چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے  
جھگڑا تمام عمر کا اے پر جفا چکے  
دونوں ہیں اک نگاہ پہ اے دلربا چکے  
پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

جو دل تمار خانہ میں بُت سے لگا چکے  
کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا  
کیا مجھے قیمتِ دل مہاں پوچھتا ہے تو  
کیا خط میں مٹا کھوں اپنا کہ مدعی

برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
جب کہا مڑتا ہوں وہ بولے مرا کٹر فکر



دہن کا ذکر کیا یاں سر غیاثی بگہریاں سے  
کہتا ہو جاکذت آشنا بخنی دوراں سے

زباں پیدا کروں جوں آسیا سینہ پیش کیاں سے  
اسی باعث سے دایہ طفل کو انیون دیسی ہے

زادہ جو دعا مانگتا باراں کے لئے ہے  
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلمان کھٹے ہے

ہے بادہ کشوں کے لئے اک غیبی تائید  
زلفیں تیری کا فرا نہیں دل سے میرے گیام

ستاروں میں کیا کیا چناں اور چنیاں ہے  
میرا عشق کم خرچ بالانشیں ہے  
یقین ہے یقین بلکہ عین یقین ہے

چُنی تو نے افشاں جو اے مہ جیس ہے  
کیئے ضبط اشک آہ ہنچی فلک پر  
پنھوڑے گی جیتا مجھے چشم قاتل

یاں نہ نشے نہیں جنہیں ترشی آتا رہے  
جب قصہ خوں کو آئے تو پھٹے پکار رہے

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزاروں  
پشے سے سیکھے شیوہ مردانگی کوئی

اسپر مرتے ہیں کہ تعظیم تو لی دشمن سے  
رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہن سے

گر جھکے تیغ تری سر ابھی حاضر ہے کہ ہم  
پوچھ مت راہ وفا اس نگہ پر فن سے

پر وہ ساعنک بوت کا سقف کس میں ہے  
اس رنج سے عقیق کا دل خون میں ہے

مہ میں کہاں جواب رنج سیما تن میں ہے  
حرف آئے مجھ پر دیکھے کس کس کے نام سے

ہنگام بوسہ گرم چوہ اک ذری ہوئے	شکر تھے لب پسینے سے شکر تری ہوئے
و کھلائے لیکے نہننے جو اپنے دُسر شراب	قائل ہماری آنکھ کے سب جو ہری ہوئے
کچھ ہوتی آدمیت اگر ہوتے آدمی	یہ خو بر و تو حور ہوے یا پری ہوئے
فروس میں ذکر اس لب شیریں کا گرا ہوے	پانی دہن چشمہ کوثر میں بھر آوے
چاہئے زراں بتان سمیٹن کیواستے	ہم قلندر یاں نہیں کوڑی کنن کیواستے
سرتو ہے تن میرے تیغِ تم کیواستے	پر لگا رکھتے ہیں ہجھوٹی قسم کیواستے
نعلِ شکل میرے نوجب تیری تو سن کو لگے	چار چاند اور فلک پر میرے روشن کو لگے
پیشِ مے آشکارا ہم کو سکی ساقیا چوری	خدا کی جب نہیں چوری تو پھر سب کی گماچی
بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کھٹے لسی سنے
لہی کو چاہتے یوں پریشیت خم دیکھے	سہرا کو جیسے تھکا اونٹ و مہدم دیکھے
پھرتے ہیں کچھ پڑھے سودا میں ملکِ جاہ کے	طفل کتب بتے ہیں گنبد میں لبم اللہ کے
دل غش لب جان بخش پر جانِ خوشکین پہ	عیسائی اپنے دیں پہ مسوائی اپنے دیں پہ
کیا تابِ دل جلوں جو برقِ لاگ رکھے	دفع بھی ہو تو اُن کی چلموں پہ لاگ رکھے

ہوس میں کہے کیوں شیخ بتائیے گمراہ ہے	یہاں تو کوئی صَوّت بھی واں نہ ہی آتی
مقابل اُس رخِ روشن کے گر شمع ہو جا	صبا بہ وصول لگائے کہ بس سحر ہو جا
اُٹھتا عشق میں کیوں اداں جان جھوٹ	ابھی تو مال جو جھوٹ ہے پھر آگے جان جھوٹ
ہمیشہ کام تھا مجنوں کا تو صحرانوردی	بسایا خاٹہ زنجیر پہنے پائے مروی
خاک اُڑاتا دشت میں گرتیرا سودا لی پھر	پھر بگولا ہی تو کیا آندھی بھی لولائی پھر
کیا کہوں اُس ابرو پیوستہ کے دل پہیچ	ایک طعم مچھلیاں دکشکاش آپس میں ہے
عزیز و ناقہ لبالی کے دیکھو گے شتر غمزے	اگر مجنوں کو ملجائیگی خدمت سارا بنی کی
کیا ہم سخنی کرتا ہے اُس گل کے وہن ہے	غنیچے سے یہ کسد و کہ چاک چکا چمن سے
ذکر کچھ چاک چکر سینے کا سُن سن اپنے	کر کے میں ضبط ہنسی کیوں نازن اپنے
کوئی تیر نہ خوں ریز رہی	مجھ پر ظالم تیری ہر روز چھری تیز رہی

لاشے کو پھینک دیکھتے میرے کہ دفن کیجے مروجہ بدست زندہ جو چاہئے سو کیجے

معلوم ہوا اپنی ابرو سے بتاں سے ایک تیر ہے گویا کہ ملا ہے دو کماں سے

گاہ تھی خلق اُس پر یہ حیران پڑی آواز تھی گاہ یُحْمل کہ سُنا لی دیتی کان پڑی آواز تھی

بیقرار کی سبب ہر کام کی اُمید ہے نا اُمیدی ہو تو پھر آرام کی اُمید ہے

موڈن مرحبا بروقت بولا تو تیری آواز کے اور مدینے بڑ

یلا سے ہووے مرا مرغ نامہ بر بھونکا کہ اُس کو دیکھ کے وہ منہ خوش خبر تو کہے

گر دکھا دوں عالم اپنے نالہ نائے زار کا کام لوں ہر تار موسے تار موسیقار کا

جاتے ہیں اب تو کوئے حُب لالہ نام کو اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو

کہے ایک جب سُن لے انسان دو کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

لے نگاہ مہر سے دل مست بچشمِ قہر دیکھ گڑ ویٹے سے جو مرے تو دی نہ اُس کو دیکھ

اڑائے پون جادو گر لباس ہم نہیں ڈرتے  
پراپنا دم ہوا ہوتا ہے اُس چشمِ افروز کے

زباں کھولیں گے مجھ پر زبان کیا شیوہ کی  
کہ ہنسنے خاک بھری اُن کے منہ میں کیسے

بوسہ کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے  
ایسے کیا لعل لبِ غیرت گلشن کو لگے

جرم جائے خاک خشنو چشمِ تباہ گھاس  
لیکن ہرن کھڑی نہ ہے بن ہری ہوئے

واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم کی ہوا  
ہے گلوں کے حق میں شبنم مریم زخمِ جگر  
ہو گیا موقوفِ سودا کا بالکلِ اخلاق  
ہو گیا زایل مزاجِ دہر سے یا تک جنوں  
ہر مزاجِ بلغمی میں ہوتی ہے تولیدِ خوں  
پاٹی یہ اصلاحِ صفرائے کہ دنیا میں کہیں  
ہوتا ہے لطفِ ہول سے استعد پیدا ہو  
راحتِ آرام کا اس دور میں ہے دور دور  
موتی بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی تھی صند  
فرق چاہا یا تک اعضا بدنِ درون  
لاغور کھ ہر کمالِ تابِ طاقت بہ شتاب

مثلِ بعضِ صاحبِ صحت ہے ہر صبحِ صبا  
شاخِ بشکستہ کو ہے بارانِ قطرہ موسیا  
لالہ بے داغ سیاہ پانے لگا نشو و نما  
بید مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں لگتا پتا  
چاندنی کا پھول ہو گرا عوانی ہے بجا  
زرد چشمِ اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کربا  
برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جونِ گستا  
چاہیے واقفِ ہنود دران سے آسپا  
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ الِ صفا  
درد کے جو حرف ہیں نہ آپ بھی ہیں صفا  
کیسے دھتکتے ہمال اک شب میں ہو بدِ دلِ جی

صبح صادق کے ہے گو میری سیدی آگئی  
 بھوک کی شدت سے اسکو الٹے رخ سے نہو  
 رات بھر ٹھونکا کیا انجم کے دلے چرخ ہیر  
 پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نہ توجانہ نہیں۔  
 کوس بھولا ہے خوشی سے نفع کا خیال ہے  
 ہضم کامل اس قدر معدہ پہنچا یا بہم  
 ہے مزاج اہل عالم یہ قریب اقبال  
 رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں ہے پاس  
 دیکھا طاؤس اپنے بال و پر سے کتنی شوق  
 اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج  
 واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو  
 وہ ولیعہدِ زمان مرزا محمد یوسف

لیکن اس پیری میں بھی صادق سے ایسی شہتا  
 قرص سے خوشید کے جبکہ کرے ناشتا  
 پھر جو دیکھا صبح کو اصلاً شکم میں کچھ نہ تھا  
 لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرتا  
 جو عباب کے نہیں مطلق شکم میں امتلا  
 جید الکیموس ہے جو خلق سے اترے غذا  
 ساتوں اقلیمیں میں گویا اب بخط اتلا  
 باغ عالم میں یہی عالم جو صحت کا را  
 پھینک دے گی تو گر گنڈا گلے کا فاختا  
 نام گلشن میں نہیں ہے نرگس بیمار کا  
 جبکہ ہوا سکی نوید غسلِ صحت جانفزا  
 اسکی قوت گرضیعفوں کو بنا کو اقویا

# ناسخ

ماہ ہے اک خالِ رخسارہ شبِ دیوہر کا ہر محل میں پہلے ہوتا ہے گزِ مزدور کا بادہ کچھوایا ہے شاید زخم کے انگور کا	کیا اثر میری سیہنجی کے آگے نور کا مجھے اول خانہ زنداں میں تھا جمنوں کا بہو میں سا غریب آئی بھگو ساقی بوخوں
--	--

طاثرِ قبلہ نما کا ہے کوہِ سہلِ برگ کا	اُس پہ آفت نہیں مٹھ سٹو خدا ہے جس کا
---------------------------------------	--------------------------------------

خانہ منجیسر کو کچھ غم نہیں سیلاب کا میری آنکھوں میں ہے عالمِ حدینِ سیلاب کا	کوئی غاؤنگر نہیں دیوانوں کے اسباب کا جس میں دیکھتا ہوں میں ابل تپے نہیں اشک کا
--	---

موج دریا ہے تارِ مستر کا کہ اڑاتے تھے پر کسبوتر کا طور ہے سایہ پیمبر کا	حال بکھتا ہوں دیدہ تر کا - مغ دل تب سے اسپکا ہے صید لاغری سے مرے سراپا میں -
---	--

آیا وہیں خیال کسی کے تقاب کا نقش قدم میں طوبہ چشم پر آب کا	دیکھا جو دو پہر کو جلالِ آفتاب کا ہر قدم پہ پھوٹتے جاتے ہیں آبلے
---	---



<p>بالائے سرو پھول کھلا ہے گلاب کا نرگس کے پھول اور پیالہ شراب کا</p>	<p>کہتے ہیں تیرے عارضِ قمارت کو دیکھ کر مارا ہے چشمِ مست نے سیکرِ سوم میں</p>
<p>گزر اُسکا جو کہی زیرِ نیلاں ہوتا۔ کوئی کافر بھی نہ واسلہ مسلمان ہوتا</p>	<p>کاغزِ ایسا ہے وناہِ زک وہیں مہتابِ بدست اے بتو ہوتی اگر مہر و محبت تم میں</p>
<p>وہاں زخم نے گویا سیرِ زخمِ وہاں باندھا</p>	<p>نہ بکلی بات منہ سے کھا کے اک تلوارِ قابل کی۔</p>
<p>اتجائے لفظ لب پر بابِ ہتھیال کا جانور ہوتا ہے قیدیِ آنکھ اور جال کا</p>	<p>ہے طلبِ اسقدرِ نفرت کہ رہتا خیال آدمی کو عشقِ نازیبا ہے زلفِ خال کا۔</p>
<p>ورنہ وہ بیکار ہے ہو بالِ حبسِ تلوار میں پر لگیا ہے عکسِ زلفِ آئینہِ خنار میں</p>	<p>موہیں جہرِ ایک تیغِ ابروئے خنار میں پے گماں خط کا جسے تجھ پر ہوا سکارِ مہیا</p>
<p>ہوئے ہیں جسے پر وانیے اگر شمعِ روشن پر کہ نازق ہوتی ہے آفتِ ہوا کی شمعِ روشن پر</p>	<p>نہیں ہے سب سے خطا عارضِ محبوبِ یمن پر جہاں میں تیرے دل میں ہی سیرِ پنج بستے ہیں</p>
<p>بوئے گل چاندنی ہے باغ کی دیوار و کمر آپ کو کپاتے ہیں جو روئے ہیں خاروں کو</p>	<p>کربکد و شمعِ قیدیِ زندانِ وطن بلو ضعیفوں کو ستائے گا سنا پائیگا۔</p>

<p>گرمہارے ابر مڑکاں سے گلستاں سنبھرا آبِ حیاں سے خداوندانیتاں سنبھرا</p>	<p>لختِ دل غنجوں سے پیدا ہو بزرگِ گل قمِ باذنی ہر دل مردہ کو ہے آواز نے</p>
<p>آئینہ سے چشمہٴ حیوان فروں تر خشک کیوں نہ خوزیزی سے آبِ تیغ و خنجر خشک</p>	<p>تشنگی میں گرمِ مطلق اے سکندرِ خشک جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز تر زباںِ حقانیں</p>
<p>دم سے ہوتا ہے ارے غافلِ ضمیر آئینہ کو</p>	<p>کو صفائے دل تجھے منظور ہے کربسِ دم</p>
<p>کیا مرتبہ دیا ہے خدا نے شراب کو۔ رکھا ہے آفتاب کی خاطر سحاب کو</p>	<p>حاجت نہیں نماز کی مستی میں زاہدا محشر کے روز دامنِ ترکام آٹے گا</p>
<p>یہ جلب میں شک ہے وہ ہے حق میں آئینہ ہر حقیقِ سرخ ہے ملکِ مین میں آئینہ ہو گیا طاؤس کا ہر پرچہ میں آئینہ چو کھٹا لگتے ہی نہ بھٹا ہے رس میں آئینہ</p>	<p>آئینہ میں زلفِ لطفِ پرشکن میں آئینہ سنکے مٹھی لعلِ جاناں کی یہ رنگت اُڑ گئی کو دیا حیراں سے سیرِ قص نے ہے شکِ گل ہیں وہی آزادِ ناسخ ہے نہ گھرِ حکایت</p>
<p>یہ اعجازِ کفِ رنگیں عیاں ہے</p>	<p>کیا ہے آگ سے مچھلی کو پسیدار</p>
<p>مردوں پر بے سجدہ ہمیشہ نماز ہے</p>	<p>اہلِ فنا کے ساتھ ہے جو سرفراز ہے</p>

دنیامیں قدردان نہیں صاحب کمال کے	شفاق سب ہیں مگر سے افروز لال کے
نکلی ہے طوطی مقرر بیضہ فولاد سے	سبز آئینہ نہیں عکس خطِ صیا د سے
جواب نامہ ہوا نامہ کا جواب مجھے	وم انتظار میں نکلاتب آیا د سے جواب
بجلی کو لاگ ہوتی ہے رنگ سیاہ سے	اے رویاہ قریب تو ڈر میری آہ سے
مرے لاشے کو دنیا غسل آبِ چا بابل سے	محبتِ نیت بھر مجھ کو تھی اک زہرہ شمائل سے
لاکھ قفل کے شیشہ مجھے میخانہ میں -	ہوں وہ میکش کہ نیستی میں کہیں از کبھی -

# موسن

محو مجھ سا دم نظر سارہ جاناں ہوگا خواہش مرگ ہوتا نہ ستانا ورنہ درہم جہاں کے عوض ہر گز نہیں ساری۔	آئینہ آئینہ دیکھے گا تو جیراں ہوگا دل میں پھر تیرے سوا اور بھی اراد ہوگا چارہ گر ہم نہیں ہونیکے جو درماں ہوگا
--	---

غیر عیادت سے بُرا مانتے اُن سے پری دش کو ندیکھے کوئی	قتل کیا آن کو اچھا کیا مہکو سیری شرم نے رسوا کیا
---	---

تیرے اگر قریب خانہ رہا !! تیرے پردہ نے کی یہ پروہ دری	شوق اب تیرے آنے کا نہ رہا تیرے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا
--	--

بات شکو اُس سے منع بیتیاری پر ٹہری	میں تو سمجھا اور کچھ وہ اور کچھ سمجھا کھتا
------------------------------------	--

کیا تم نے قتل جہاں اک نظر میں۔ جو پھر جائے اُس بے وفا سے تو جانوں	کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا کہ دل پر نہیں زور چلتا کسی کا
--	---

الجھا ہے پائوں یا لکڑی کا زلفِ دراز میں	لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
---	------------------------------

<p>مومن میں کیا کہوں مجھے کیا یاد آگیا</p>	<p>فکرِ شراب و حور کلامِ خدا میں دیکھ</p>
<p>آسمان بھی ہے ستم ایجا د کیا انتقامِ رحمتِ جلا د کیا</p>	<p>ان نصیبوں پر کیا اختر شناس گر بہائے خونِ عاشق ہے وصال</p>
<p>میرا سوال ہی میرے خوں کا جواب تھا دیکھا تو مہنے آنکھ نہ لگنا بھی خواب تھا یوں بھی تو ہجر میں مجھے رنج و عذاب تھا</p>	<p>روزِ جزا جو قاتل دلجو خطاب تھا وہ چشمِ انتظار کہاں باز بعد مرگ وقت و داعِ بے سبب آزر وہ کیوں تک</p>
<p>اُنکو آساں نہ ہوا جو مجھے شکل نہ ہوا مجھکو یہ غم ہے کہ میں کیوں تیرا قاتل نہ ہوا</p>	<p>خود گلا کاٹ موا جبکہ میں بسمل نہ ہوا خود چھپانے کو میری لاش سے کشتا و شوخ</p>
<p>ترہوا دامنِ توبار سے پاک دامنِ جگیا</p>	<p>کوھو دیا اشکِ نہ است نئے گناہوں کو مرے</p>
<p>احوالِ شبِ تار سے روشن ہے رازِ امارا</p>	<p>معتاب کا کیا رنگ کیا دو دغیاں نے</p>
<p>میں نے ناصح کا مدعا جاتا - مجھکو یاروں نے پارسا جاتا -</p>	<p>پوچھنا حالِ یار ہے منظور مے نہ اُتر ہی لگے سے جہاں میں</p>

ہوش دیکھتا تیرے تغافل کا  
اڑ گیا رنگ بوئے سُبیل کا  
کرو یا گل چسراغ بُبیل کا

دھیان ہے عینِ سر کے شکل کا  
لگمت اُس زلف کی صبا میں نہو  
تارِ شب نے یہ ہوا بانڈھی

کا سہ عمرِ عدو حلقہٴ آغوش ہوا

وہ ہے خالی تو خیالی یہ بھرے تو وہ بھرے

کون مشتاق سبیل ہوا

گریہی بیخودی ہے صبا میں

مرزا ہی مقدر تھا وہ آتے تو کیا ہوتا  
تم آج ہوا سمجھو جو روزِ جزا ہوتا  
جب میں نہ ہوا اپنا وہ کیونکر مٹا ہوتا  
ناخن جو نہ بڑھ جاتے تو عقدہ یہ وہا ہوتا  
ہر جائے گراے مومن ہو جو خدا ہوتا

ہم جان خدا کرتے گروعدہٴ فنا ہوتا  
اچھی ہے وفا مجھ سے جلتے ہیں جلیںِ شمع  
ہے بے خودی دائم کیا شکوہ تغافل کا  
دیوانے کے ہاتھ آیا کب بند قبا ہکا  
ہم بند گئے بت سے ہوئے نہ کبھی کافر

شعلہٴ آتشِ دوزخ ہے زباں کا وعظ

سچ ہے کافر تیری تقریر کیونکر جلیں

اک برق تھی جلالِ نہوتی زبانِ شمع  
پانی بھرے ہے جلوہٴ آتشِ شانِ شمع

کس ضبط پر شرارتِ شاں ہے فغانِ شمع  
اے سوز گریہ آگے تیری آبِ تاب کے

جوں شمع بجھے جلائیں گے ہم

اب اور سے لو لگائیں گے ہم

خنجر تو نہ توڑ سخت جانی دشمن کے کئے سے روٹھتا ہے بتخانہ چین ہو گر تیرا گھر	پھر کس کو گلے لگائیں گے ہم وہ ہی کہے تو منائیں گے ہم مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم
دعوئے حسن جہاں سوز اس قدر	پھر کو گے تم میں ہر جالی نہیں
ذرا سمجھو تو جان میں وصل غیر پر دم	میر کا کن ہے کیسی چھوٹی کھاتھیں
وہم آتا ہے فغان ہجر کوٹے یار کا	صور اسرافیل ہے قمری تیری گلوں میں
بے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا	جادو بھلا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں
منظور ہو تو وصال سے بہتر تم نہیں	اتنا راز ہوں دور کہ ہجر کا غم نہیں
کون کتاب ہے عشق عدد بھرتے ہیں اُس شکر سے گرا آٹھ لڑھی بجا کہ حباب کشتہ یار ہوں اس شک سے مرنا جہاں	کہ ہوا باندھنے کو آہ کہو بھرتے ہیں کیسے کچے گھڑے پانی لب جو بھرتے ہیں وہ بھی کیا ہیں جو میری ت کا غم کرتے ہیں
ناصح سے چھٹو کیونکہ انہوں بدگنیاں	دشمن ہیں جو میرے دہ تیرے دستاویز ہیں



کنا پڑا مجھے ہے الزام پسند گو میں اپنی چشم شوق کو الزام خاںوں	وہ ماجراجو لایت شرح بیاں نہیں تیری نگاہ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں
جلتا ہوں سچ شاد و یادِ شراب میں مضمون بسبل انکے کہوں کیا عتاب میں پیہم سچو دپائے صنم پر دم و دواع	شوقِ ثواب نے مجھے ڈالا عتاب میں قاصد کی لاش آئی ہر خط کے چو آئیر مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں
باتیں تیری ہ ہوشِ باہیں کیا کہوں	جو کوئی باز دال ہے میرا زواں نہیں
جلایا تا ہوں سوزِ رشک کے مانند پروانہ	جلاست اور کوٹو گرچہ میری شمع تربت ہو
آنکھوں کی جیٹکی ہے انداز تو دیکھو محفل میں ہمیں ذکر کے آتے ہی اٹھتے وہ	ہے بواہوسوں پر بھی تہم ناز تو دیکھو بدنامیئے عشاق کا عزرا تو دیکھو
ہمارا غش تو کیا مر جائیں تو بھی	نہ کھولے طرہٴ عجب و نشان کو
لکھو سلام غیہ کے کچھ خط میں غلام کو	بندہ کا بس سلام ہے ایسے سلام کو
عزم سفر جہاں گروں کیا شبِ فراق	میں جانتا ہوں چین کھان تو جہاں نہو

صبح شب فراق ہے تو بدگماں نہو

یہ جاما پارہ پارہ تڑپنے سے ہو گیا

آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مانگا کریں گے اب دعا بھر پار کی

خبر ہے لاش پر اُس بیوفا کے آنیکی  
سکھائی طرز سے دامن اٹھا کے آنیکی  
کہا جو تو نے نہیں جان جا کے آنیکی

خوشی نہو مجھے کیونکر قضا کے آنیکی  
ہے ایک خلق کانوں سر پہ خاک کج ہر  
سمجھ کے اور ہی کچھ مر چلا میں اے تاح

ہجر کے دن کٹ گئے نکو اسے  
عشقا ز می سیکھنے اغیار سے

قتل ہو کر ہم بچے آزار سے  
گر نہ کھیلیں جان پر جی رویں

یوں ہی گھٹتا جائیگا جتنا کہ بڑھتا جا رہا ہے  
ضعف کے باعث کہاں نیا اٹھا جا رہا ہے

حسن روز افزوں پہ غرہ کس اوج پہاڑ  
اب تو مرجانا بھی مشکل ہے تیرے بچا کو

پوچھ مت حال کہ بڑے ہیں رہیں پھرتے

قلق دل سے ہے جنبش تیرے بچا کو

اس کا نہ کھینا نگہ استغاث ہے  
سنتا نہیں کسی یہ کہنے کی بات ہے

پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے  
پیغام بر قریب ہوتے ہیں مشور

نہ دنیا بوسہ پاگو فلک جھکتا زمیں پر ہے  
خیال خواب راحت ہے علاج اس بدگمانی کا  
کہ یہ جتنا زمیں کے نیچے ہوتا نہیں ہے  
وہ کا فر گور میں مومن میرا شانہ ہلاتا ہے

غیر سے بے حجاب ملتے ہو  
ریشک پیغام ہے عناں کش ول  
شب عاشق سحر نہ ہو جائے  
نامہ برتر اہب سر نہ ہو جائے

نہ انتظار میں یاں آنکھ ایک آن لگی  
جلا جگو تپ غم سے پھر کتنے جان لگی  
نہ ہائے دے میں تالوئے شب ز بان لگی  
آہی خیر کہ اب آس پاس آن لگی

وہ بدخواہ مجھ سے تو میرا نہیں  
شب غم موئے شمع کو دیکھ کر  
عجبت دوستی تم کو دشمن سے ہے  
ہمیں خجالت اس شوخ بظن سے ہے

شب تم جو بزم غیب میں لکھیں چراگئے  
نہ وہ بات کہ جس وقایں سے محفل  
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے  
کیس نہ بھیجیو ناصح سے شرمسار مجھے  
تو میرے سجان ہے کیا تیرا اعتبار مجھے  
رقیب کھائے قسم تو وفا کا آئے یقین

نہ ربط اُس گنہ یاری آسماں سے  
میرے گھر آپ یوں جاتے تھے کس دن  
جفا کا ہر وعدہ لاؤں کہاں سے  
اٹھانا مدعا ہے آستان سے  
جفا کی ہو گئی خواہ مخاں سے  
ہم ایساں لائے ہیں ناز بیتاں سے  
خدا کی بے نیازی ہائے مومن

# غالب

ور دِ منت کش دوا نہ ہووا  
کتنے شیریں ہیں تیرے لبِ کمرِ قیب  
میں نہ اچھا ہووا برا نہ ہووا  
گالیاں کھا کے بد مزہ نہ ہووا

تیرے وعدہ پر جسے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا  
کہ خوشی سے مر سجاتے اگر اعتبار ہو تا

نکھتا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ تو تا تو خدا ہو تا  
ڈبو یا بھگو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہو تا

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق  
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی نکھتا

چھوڑا مہِ خشبِ کیطرح دستِ قضا نے  
ور یا مے معاشی تنکابی سے ہوا خشک  
خورشید ہنوز اُس کی برابر نہ ہووا نکھتا  
میرا سر و امن بھی ابھی تر نہ ہووا نکھتا

تجھے قسمت میں میری صغیرتِ قفلِ ابد  
باز آ یا ہمیں پا نیک ہوا ہو جانا  
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
ضعف سے گریہِ مبدلِ بدوم مگر ہووا

زہر لیتا ہی نہیں مجھ کو ستمگور نہ  
کیا قسم ہے تیرے ملنے کی لکھا نہی کس

ہم پر حفا ہے ترک وفا کا گمان نہیں  
اک چھٹیر ہے وگرنہ مراد امتحاں نہیں  
ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہسم عزیز  
نامہربان نہیں ہے اگر مہربان نہیں  
نقصان نہیں جنوں میں بگا ہو گھر خرا  
سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں  
یہ سوئے ظن ہے ساقے کو شر کے بائیں

حیراں ہوں دل کو روٹ کے پیچوں کو گیس  
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں فخر کو میں

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا  
ومی ہے جاے دہن اُس کو مایا نہیں

سر اڑانے کے جو عدد کو جو مکر چاٹا  
ہنس کے بولے کہ تیرے سر کی تم ہے مجھ کو  
تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو  
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی تم ہے مجھ کو

غلط ہے جذب کا شکوہ کچھ جرم کس کا ہے  
نہ کھینچو گرتم اپنے کو شاکش دریاں کسوں  
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانیکو کیا کم ہے  
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسما کیوں

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سی  
میری وحشت تیری شہرت ہی سی

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے  
غیر کو مجھے محبت ہی سی

دیکھنا قسمت کہ آپا اپنے پر رشک آگئے ہے  
نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ہاڑیں  
میں اُس سے دیکھوں بھلا کب نے کچھا جاکے  
کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچتا جاکے

گرچہ ہے کس کس بُرائی سوزے با اینہم  
جلوہ زارِ آتش و دوزخ ہمارا دل سی  
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے  
فتنہ شورِ قیامت کس کے آبِ گل میں ہے  
ہے دل شوریدہ غالب طلسم بیج و تاب  
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس شکل میں ہے

اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق  
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

خوب ہوتا پہلے سے ہوتا جو ہم اپنے بدخواہ  
کہ بھلا چاہتے ہیں اور بُرا ہوتا ہے

قدر سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں  
سخت ارزاں ہے گرانی میری

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہئے  
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی  
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے  
منہ چھپا ناہم سے چھوڑا چاہئے

نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنا نہ بنے  
کیا بنے بات جہاں بات بنائے یہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا  
ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے

وعدہ آنے کا وفا کیجئے یہ کیا انداز ہے  
تمنے کیوں سہنی ہے میرے گھر کی ربانی مجھے

بھوکے نہیں ہیں سیرگستاں کی ہم ولے  
کیونکر نہ کھا بیٹے کہ ہوا ہے بہار کی

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا  
اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فریضہ نکلے

نا کر وہ گناہوں کی بھی حسرت کی لے واؤ  
یار ب اگر ان کر وہ گناہوں کی سزا ہے

واعظ نہ تم پیونہ کسی کو پلا سکو  
کیا بات ہے تمہاری شراطیں ہر کی  
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک جواب  
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

یہ نعش بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے  
حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مر و تھا

اسدِ بلبل ہے کس انداز کا قاتل ہے کہا  
تو مشقِ ناز کر خونِ دُعا عالم میری گدگد





## میر

شرمندہ تیرے منہ سے ہو رخسار پری کا ٹھک میر جگر سوختہ کی یار خبر لے	چلتا نہیں کچھ آگے تیرے کبکد رسی کا کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا
---	--

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار	تیرا تو غم میں میر عجب حال ہو گیا
-------------------------------	-----------------------------------

رکھ ماتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہے	رہتا ہے اکثر یہ جواں کچھ اندلوں بتیاب سا
--	--

کیونکہ نقاشِ ازل نے نقشِ ابرو کا کیا کس طرح سے ٹٹے یا راں کہ یہ عاشق نہیں	کام ہے اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا رنگ اڑا جتنا ہے ٹھک چہرہ تو دیکھو میر کا
--	--

سب گرواں ہی میر بہتور ہے	دست کو تارہ تا سب بونگیا
--------------------------	--------------------------

اتنی گزری جو تیرے ہجر میں اس کے سب	صبر مرحوم عجب مولن تنہا لی اکتا
------------------------------------	---------------------------------

نالہ میر نہیں رات سے ہم سنتے ہیں	کیا تیرے کو چہ سے اے شیخ وہ بچو گیا
----------------------------------	-------------------------------------

غمِ راکِ ناتواں سا کو بچو متھا

نہ کچھ سیرِ آوارہ کو لیکن

اور بھی خاک میں ملا لایا۔  
پھر ملیں گے اگر خدایا

دل مجھے اُس گلی میں لیجا کر  
اب تو جاتے ہیں بنگدہ سے تیر

اس مرض میں ہے عبث ذکر تہیں مائکا

چارہ عشقِ بجز مرگ نہیں کچھ ہے تیر

دنیا نہ تھا دل اُس کو میں تیرا چوکا

وہ پہلی التفاتیں ساری فریب نکلیں

عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا  
اس فصل ہی میں بہکو گرفتار دیکھنا

آنکھوں میں جی میل ہے ادھر پار دیکھنا  
گر زمزمہ یہی ہے کوئی دن تو ہر صغیر

دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرو تھا

عاشق ہیں مہتو تیر کے بھی ضبطِ عشق کے

اُسی کے نام کی سمرن تھی جینکا ڈھلکتا تھا

گئی تبیح اُس کی نزع میں کب تیر کے لیے

یہیں سے کہیہ کو سلام کیا

تیرے کو چہ کے رہنے والوں نے

قبیلہ و کجہ و امام کیا

عشقِ خواہاں کو میسر میں اپنا

اب تو جاتا ہے ہی کعبہ کو تو بتی نہ سے جلد پھر پوچھے اے میر خدا کو سو پنا

کتے ہیں ضائع کیا اپنے تئیں میسر تو دانا تھا یہ کیا کر گیا !

میر صاحب رُلا گئے سب کو کل وہ تشریف یہاں بھی لائے تھے

عشق کا گھر ہے میسر سے آباد ایسے پھر خانماں خراب کہاں

خدا کو کام تو سو نہ پس تینے سب لیکن رہے ہن خوف مجھے ہاں کی بجز نیازی کا

بیمار تو نہ ہوے جسے جب تک کہ تمیر سوئے ندے کا شور تیری آہ آہ کا

شریف کہ رہا ہے تمام عمر کے شیخ یہ تمیر اب جو گدا ہے شراب خانیکا

میر بھی کیا مست طامح تھا شراب و عشق کا لب پہ عاشق کے ہمیشہ نالہ مستانہ تھا

دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی ہوں تو ناکام پر رہتے ہیں مجھے کام محبت

سر اٹھاتے ہی ہو گئے پامال بندہ زرخسریہ کی مانند  
میر صاحب بھی اُس کے ہاں تھے یک بندہ زرخسریہ کی مانند

میر کیا بات اُس کے ہونٹوں کی جینا دو بھر ہوا سیجا پر

میر صاحب ہی چوکے لے بدعہد ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

آہ و نالہ مت کیا کر استقدر بتیاب ہو اے شکش میر ظالم ہے جگر بھی نکل پھر

القدرے عندلیب کی آواز دلخراش دم ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل

موا جس کے لئے اُس کو نہ دیکھا نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہسم

جل گیا جی نجات کے غم میں ایسی جنت گئی جہنم میں

کل تک تو ہم وہ ہنستے چلے آتے تھے ہم مرنا تو میر جی کا تماشا سا ہو گیا

شرمندہ ہو گئے رہنے بھی و امتحان کو رکھیگا تھے کون عزیز اپنی جان کو

آنکھوں نے میر صاحب قبلہ درم کیا حضرت بکا کیا نہ کروا تے تیس

بوقت الوداع اُس دلربا کو نہ سونپا بدگمانی سے خدا کو

پاتا ہوں زرد روز بروز اس جج ان کو میں	عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میرے
گزار گور پہ میری وہ ایک بار کریں	ہو اہوں خاک رہ اس واسطے کہ خواب تیرے
کچھ تو ہے تیرے کہ دم بھر تجھے آرام نہیں	بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سوکتا ہے
جگر خوں گشتہ دل آرزو تیرا خوں ویراں کو	تیری ہی جستجو میں گم ہوا ہے کہا کھو یا
آئینہ ہو تو قابل دیدار کیوں نہو	دل صاف ہو تو جلوہ گریا کیوں نہو
تو اس ستم کے تیرے سزاوار کیوں نہو	تو ار کے تلے بھی ہیں آنکھیں تیری فخر
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو	رات ساری تو کٹی سنتے پریشاں کوئی
ایسے فتنے کتنے اٹھنے کے تیرے جی تم جو سلامت ہو	شور و غوغا راتوں کے ہمسایہ تمہاری پیش
سمجھاؤں کب تک اس دل خانہ خراب کو	کہتے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ	میر کو کیوں نہ مغتسم جانیں

میرا سکو جا کر تو بے مشبہ ملیو رہو	صحرا میں جو نہ مو بیٹھا کوئی جوان ہو
اس کے نزدیک کچھ نہیں عزت	میر جی یوں ہی خوار ہوتے ہیں
حسرت اُس کی جگہ تھی خواہیدہ	میر کا کھو لکر کفن دیکھا
خوش رہا جب تلک رہا جیتا	میر معلوم ہے قلندر تھا
نامرادانہ زلیت کرتا تھا۔	میر کی وضع یاد ہے ہمو
اٹھے بے گرد کی جانانہ گور سے اُسکی	غبارِ میر بھی عاشق ہے نے سوارو کا
بکھی میر اس طرف اگر جو چھاتی کوٹ جاتا	خدا شاہد ہے اپنا تو کیجہ لٹ جاتا
تم تو بیٹھے ہی بیٹھے آفت ہو	اٹھ کھڑے تو کیا قیامت ہو
ہو گا کسی دیوار کے سایہ میں پڑ میر	کیا کام محبت سے اُس آرام طلب کو
میر چاہے ہیں تمہیں تم انہیں چاہو کہو	اور ہم لوگ تو سب انکا ادب کرتے ہیں

حسن تو ہے ہی کرو لطفِ نِباں بھی پیدا  
میر کو دیکھو کہ سب لوگ پہلا کہتے ہیں

کفر کچھ چاہئے اسلام کی رونق کیلئے  
حسن زنا رہے تبیج سلیمانی کا

کعبہ میں جاں باقی ہم دوڑتے تیاں سے  
آئے ہیں پھر کے یارِ داکِ خدا کے پاس

نہیں ہے مرجِ آدم اگر خاک  
کہ صحر جاتا ہے قدخِسم ہمارا

غیرت سے میر صاحبِ سبب ہو گئے تھے  
نکلا نہ بوند لو ہو سینہ جو اُن کا چیرا

وَم بھرنہ ٹھڑے لمیں نہ آنکھوں میں کپل  
اتنے سے قد پر تم بھی قیامتِ شریر ہو  
اک وقت خاص حق میں میر کچھ خاکرو  
تم بھی تو میر صاحبِ قبلہ فقیر ہو

کیسا چینِ اسیری میں کیسا دُکھِ خیال  
پروازِ خواب ہو گئی ہر بال و پر خیال

کرتے ہی نہیں ترکِ تباں جو رونا  
شاید ہمیں دکھلائیں گے دیدارِ خدا کا

سُرگیں آنکھیں شرمِ آلودِ خاک میں ہکو تنگی  
کیا یہ نگاہیں نیچی نیچی لو پراد پر جا بیٹگی



بے خودی پر نہ سیر کی جاؤ  
میں نے دیکھا ہے اور عالم میں

عجائز نہ تکے ہے تیرے لے کے کام کا  
کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

ہوتے ہو بے دماغ تو دیکھو ہو اُس طرف  
غصہ ہی ہمہ پہ کا شکے اکثر رٹا کرو

ایسے بٹ بے پیر سے ملنا بھی ہے کوئی  
دل تیر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگنا

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے پہر  
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

عدم میں ہکو یہ غم رہ گیا کلاور و نیا بتم رہ گیا  
تمہیں تو لستے بستا ہی کی سو پہر خزا کر دے

قتل کئے پر غصہ کیا ہوا لاش میری اٹھو اُدو  
جان ہم بھی جا رہے ہیں تم بھی آؤ جانو

بندھارات آنسو کا کچھ تار سا  
ہوا ابر رحمت گندگار سا

مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے ہرگز آنکھ اٹھا  
آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیماروں میں تھے

رہتی ہیں اسکی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ  
رہتا ہے آبِ ویدہ یاں تاگلے ہمیشہ

حلقے آنکھوں میں پڑ گئے منہ زرو۔ ہو گئی میری تیری کیا صورت

آئے جو ہم اُسے آنکھوں میں ہکھو رکھا اہل ہوس سے کوئی اُدھر کو جاتا تو دیکھ

پھر گئی آنکھیں تم نہ آن پھرے دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب

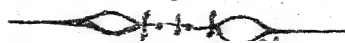
آنکھ میں چوب آئی زگس کے چشم بیل صبا لگا گھس کے

میرا آؤ گے آپ میں بھی کبھی سخت مشاق ہیں تمہارے ہم

در پئے خون میر کے نہ رہو ہو بھی جاتا ہے مجرم آدم سے

حرم کو ہم گئے یا بتکدے کو جہاں دیکھا وٹاں پتھر پڑے ہیں

کھمتے ہی تھینگے میر آنسو رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے



## سودا

ناوک نے تیرے صید بچھوڑا زانا نہ میں      ترپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

ٹوٹے تیری نگاہ سے اگر دل حباب کا      پانی بھی پھر پیچے تو مزا ہے شراب کا

نے ببلِ حین نہ گلِ نو و سیدہ ہوں      میں موسم بہار میں شاخِ بریدہ ہوں

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کر گئی      شبنم بھی اس چمن کصبا چشمِ ترکئی  
مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر      اس گفتگو سے فائدہ پیا رنگِ گز گئی

جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیاں چلے      اک مہ صفر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے؟  
کیا لے لیا تھا ہنسنے اور کھجنتا جو کوئی خار      جوں گل ہم اس کے باغ سے دامن چلے  
خافل ہماری آہ سے رہنا نہ بے خطر      کر خوف ایسے تیرے جو بے کہاں چلے

آفتابِ صبحِ محشر داغ پر دل کے مرے      حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کا فور کا  
جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں      سبز ہوتے کھیت دکھتا ہے کچھو شمشیر کا  
گل مرے مشہد پہ کب تک ہے وہاں روکھاں      طح غنچہ کی کھلے جب تک نہ پریاں تیر کا

سودا کو بات کرتے تجھے کبھو نہ دیکھا  
کہ کس گنہ پہ تو نے وہ بے زباں مارا

ناکہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب  
راہ رو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب  
استقرار شیفہ ہے شکل کا اپنی کہ سدا  
آئینہ ماتہ میں مشرق کو نظر آخر شب  
انتہا عیش جہاں کی جو تو دیکھا ہے  
بزم مستاں پہ نگہ غور سے کر آخر شب

ٹک ساوہ لی پر تو مرے رحم کرے یار  
ہوں تجھ سے شکر کو طلبگار محبت

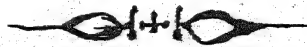
ہوں گے پامال رہا ہکو نہ کراے صیاد  
مشق پرواز نہیں تا سرو یوار ہنوز  
قیس و فراد کے ماتم سے تو جاگیں تنگ  
دشت ہیں خاک بسر رکتے ہیں کہسار ہنوز

ساقی گئے بہار رہی لیں یہ ہوس  
تو منتوں سے جام بڑے اور میں کہیں لیں

تو نے سودا کے تیئں قتل کیا کتے ہیں  
یہ اگر سچ ہے تو ظالم لے کیا کتے ہیں

ہوتی نہیں صبح نہ آتی ہے بھکونیند  
جس کو پکارتا ہوں وہ کہتا ہے کہ نہیں

مگر تجھے رنجیدہ خاطر ہے سودا  
اُسے تیرے کوچہ میں کم دیکھتے ہیں



# درد

جی نر ہے یار ہے مجھ کو ادھر دیکھنا گرچہ وہ خورشیدِ رُوت ہے میرے سامنے	جان پر کھیلنا ہوں میں میرا جگر دیکھنا تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا
قتل عاشق کسی مشوق سے کچھ دانتھا	پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور تھا
جوں چاہتے اس طرح بیاں بے نہوگا	کرا اپنے دہن سے ہی تو وصف اپنی کرنا
سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا -	بس ہجومِ یاس جی گھبرا گیا
اے آنسو نہ آئے کچھ دل کی بات نہ پر	لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا
ہنس تجر پہ میری کھلکھلا کر	دو پھول چٹھا کبھی تو آکر
ساقیا سب پکارتے ہیں گے	تیرے ہاتھوں سے یاں بریز بریز
مشرکانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ برید ہوں	جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غلغلہ شد ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی	اُفتادہ ہوں پر سائہ قد کشیدہ ہوں
گر کہتے ہو وہی ہے دومی ہی مضل	تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہی نہیں
مرے ہاتھوں کے ہاتھوں آعریزاں	گریباں چاک ہے چاک گریباں
دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے	آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے
کشع کی مانند ہم اس بزم میں	چشم تر آئے تھے دامن تر چلے
دیکھو کیجیو نہ بے در دمی بڑ	ور و کو بھی منہ دکھانا ہے
خون ہوتا ہے دل کا یاں آؤ	مہندی پاؤں میں کیا ملی ایسی
مجھے دے کے دشنام کہنے لگا	ہنو گا خوش آب بھی تو پزار سے
کروندے ہے نقش پا کی طرح خلق میں مجھے	اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
آشیا نے ہیں در و بیل کے	آتش گل سے آج پھول پڑا

تردانی پہ شیخ! ہماری نہ جانیو دامن سچوڑووں تو فرشتے وضو کریں

گوسرا پا ہے آب آئینہ اپنی آنکھوں میں چشم بے نم ہے

مست عبادت پہ بھو لبو ز اہل سب طفیل گناہ آدم ہے

اے سنگ کچھ تو نے کیا شیشہ کے حق میں کرتا ہے کوئی بھی یہ سلوک اپنے جگر سے

مانند نگہ نکل تو باہر تیرے تیش تجھ تک سفر ہے



# گوپا

بہار نے یہ کیا گلشن جہاں ہیں اثر  
خوشی سے پھول جو پھوٹے نہیں سہاتے ہیں  
ہر ایک خار ہو سوزن برائے بخیہ گری  
زمین پر گر کے نزاکت سے ہو گیا کج  
پڑا ہے عکس جو پتلی کا وقت نظارہ  
صفار و ش کی نہیں کچھ بیاں ہو سکتی  
عجب نہیں ہے جو ہوں ہوئی شاخیں سبز  
زیادہ آئینہ سے ہے صفائے ہر دیوار  
کمال چش پیکلزار کی ہے رنگینی  
سیاہی دیکھ کے سبیل کی شام کا ہو گماں  
غلط ہے یہ جو مجھے گمان شب بزم کا  
ہر ایک رنگ سے یہ ہو رہی ہے نیزنگی  
ہر ایک مرغ نوا سنج ہے جو نغمہ سرا

کہ کھنچ کے غنچہ تصویر ہو گئے گل تر  
نہال ہو گئے ہیں گلشن جہاں ہیں شجر  
بغیر لطف گریبان گل ہو چاک اگر  
وگر نہ سائہ گل تھا بزنگ گل احمد  
ہو ہے لالہ کو وہ ناز کی سے دلخ جگر  
نظر کر تو پھسلنے لگے ہے پا سے نظر  
کہ اب نہالِ تصاویر میں لگے ہے شمر  
ادھر سے صاف نظر آئے جو کھڑا ہو اُدھر  
پڑے جو عکس گل تر تو لعل ہو پتھر  
سمن کی دیکھو پسیدی جو جیسے صاسر  
کہ یہ اُترتے ہیں گلگشت کے لئے اختر  
کہ صاف بن گئے طاؤس طائرانِ نظر  
تو مال تیتے ہیں کفہاے برگ بھی شجر

کہیں گے کیا یہ دعوائے خدا ئی  
نہ پوچھو سیر کیوں ہو زندگی سے

بتوں نے منہ کو بنوایا تو ہوتا  
ہماری طرح غم کھایا تو ہوتا



ہیں شک نہ خوں سے یہ جاری بھی ہوگی شیکباری بنے ہیشتم پر آب قاتل یہ زخم پانی چلو چوکر

بار عصیاں سر پہ ہے گویا بست کیا اٹھائیں سر جھکے جاتے ہیں ہم

جو چاہے رحمت حق عجز کر شکار اپنا رواں ادر کو پہ پانی جدھر کو پستی ہے

میاں دہر میں ہے بعد رخ راحت بھی کہ پھول کھلتے ہیں ہوتا ہے جگلا تیر



# نصیر

قباویگی ہے پھلکاری کی شب کیرام پاری

فلک جو کاڑھنی سیکھا ہے بونٹی چاند تار کی

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حر کا۔

سرو میں شہر لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

یوں دل صد چاک کو مت دیدہ تر بیچنا

یہ گل پر مردہ ہیں ان کو چھڑک کر بیچنا

جینا ان لف ووتا میں نصیر بیٹا کر۔

گیا ہے سانپ بھل اب لکیر بیٹا کر

ثرہ تر سے مرے اسنے نہ کی ہم چشتی۔

وہ نہ پانی سے رگ ابر کو پتلا کرتا

لاکھ ہم چشتی کا دم غنچہ بنادانی بھرے

گردہ بن دیکھے تیرا کچے گھڑے پانی بھرے

ہے ہوا خواہی میں تو بیل کی ہے باہو

گوش گھماٹے چمن کیون تو نے دیوالی بھرے

کیوں نہ اسکی آنکھ میں پھیر دلائلی کی

وے رقیب رویہ کاجل بھاری آنکھ میں

کیا خاک دعا باندھے وہیں بھر جہاں میں

مانند حباب ایک نفس میں جو ہوا ہو

بول اٹھے طوطی تصویرِ پشتِ آئینہ

ہو اگر عکسِ خطِ تحریرِ پشتِ آئینہ

تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا گھر سے  
آج ایک بات میں تم شکِ میری اٹھ سے

دل کا کیا مول جلا زلفِ چلیپا پٹھ سے  
جنش لب یہ قیاست ہے کبھی اٹھ سے

پر نہیں ہے ہمنصیر! اپنے بس کی تیلیا

ہم ٹھک کر توڑتے سارے قفس کی تیلیا

سرگرم فغان و شور و فریا و نہ ہو  
اتنی ہے تیرے شہ سے ابھی دود کی بو

کیا خوب کہا دل نے نئے قلیاں سے  
دمِ عشق کا کیا بھرتی ہے اے نختہ چا

قابل ہوں کو بہن تیرے تیشہ کی صاکا  
یہ ہے سوزِ غامِ غیلانِ کعبن کس کا  
غنچہ کے آہ منہ سے کس دن **لہو** نہ آیا

مرمر کے تو پیار سے لایا ہے جوئے شیر  
سیا باںِ مرگ سے مجنوںِ خاکِ آلودہ تن کی کا  
سہراؤں میں سے کوشِ سیبا کی کیا ہے

لیکن انجام یہ ہو گا کفنِ سخن تیرا  
کیونکہ رتبہِ منوے گلبدنِ سخن تیرا

زیب تن گرچہ ہے گلِ بیرِ سن ستر  
دستِ پاؤں تک ششِ رخ کو تو تھکویا

پشکو بچتیں نکلات گھر سے  
لگے ہیں پاؤں میں نکلے ہیں سگر

یہ مجنوں ہے نہیں آہوئے نیلے  
جسے تو سینگ سمجھتے ہیں خار

# آتش

آنکھیں عاشق کو نہ تو اسے گل رعنا دکھلا۔  
پتلیوں کا کسی نادان کو تماشا دکھلا۔

ریج راحت کامیرے واسطے سامان ہوگا۔  
شعلِ راہِ عدم داغِ عزیزاں ہوگا  
بعد میرے نہ گرفتار ملے گا مجھ سے  
زُلفِ خواباں کا بہت حالِ پشیاں ہوگا

کاٹکر پھر بھی مجھے صیاد بے قابو نہ چھوڑ  
تا تو اں ہوں باد کا جھوکا اڑا بیٹھا

ہنسنے والا نہیں ہے رونے پر۔  
ہم کو غربت وطن سے بہتر ہے

مردمِ دیدہ قربانی ہوں میں دیوانہ  
اتنے دروازے کھلے بن نہ کبھی خواب مجھے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے رو برد کرتے  
ہم اور میں بیتاب گفتگو کرتے۔  
پیا میر نہ میسر ہوا تو خوب ہو ا۔  
زبانِ غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

آنکھیں نہیں ہیں چہرہ پر تیرے فقیر کے  
دھٹیکے ہیں بھیک کے دیدار کے

نہ کہہ زندوں کو حرفِ سخت و اعظ بہت آتا ہے یاد اے صبر کیس	درشت اہل جہنم کی زباں ہے خدا خوش رکھے تجھ کو تو جہاں ہے
نظر پیدا کر جو چاہے شرۂ آفاق ہو دیں نہ ارباب صفاء ہرگز کسی دل کو رنج	نام اک عالم میں صینی نے کیا فغفور کا گوشہ دامن سے ابھرا جہاں کب بلور کا
سامنے ہوتی نہیں اُس شمع کے اپنی آنکھ ہو گا کبھی جو اُس رخ روشن سے سلنا	اے صبا غفل سے پروانہ کی خاکستر اٹھا قلعی گھلیگی آئینہ مہر ماہ کی
یار کی آنکھ سے تو آنکھ ملائی تو نے موسن و کا فر جگہ دیتے ہیں آنکھوں میں سے	گردش چشم بھی اے زنگیں شہلا دکھلا طور کا سرکہ کسی نقش قدم کی خاک ہے
بھگیا دامن نظارہ گل زنگس سے قاصد کے پاؤں توڑے بگمائی نہیری	آنکھ اٹھا کر جو کہی تو نے اور سر دیکھ لیا خط و بال لیکن نہ بتلایا نشان کوئے دست
میری حیدر سے ہوا ہے مہرباں دوست	میرے احسان میں دشمن پر ہزاروں

# ممنون

بے سوے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا	افت کو آگ لگیو آخر جلا کے چھوڑا
نکاحِ حسن میں نہ رنگ اکا نہ ناز کا۔	یہ نقش یادگار ہے آئینہ ساز کا
کشتہ وعدہ تیرا آج سسکتے دیکھا	آؤ۔ اُسوقت بھی دروازہ ہی تکتے دیکھا
ہم کہتے تھے کہ ممنوں نہ بتوں کو چاہو	ایکے ہاتھ سے دل تکتے ہی تکتے۔ دیکھا
گستاخا زریب میری شہرِ زر گاہ دیکھ	ہم جانتے ہیں ملیں جو تیرے نہاں آج
عجب آدابِ ممنوں کو دیکھا سجدہٴ پیش	کہ سخت افسوس آیا کہ واسکے دیں ہاں
برا ماننے مت میرے دیکھنے سے	متہیں حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
گمان نہ کیونکہ کہیں تجھ پہ دل چرانے کا	بھٹکا کے آنکھ سبب کیا ہے سُکرانے کا
کسی کے ہونٹ کے پلتے ہی ہم تمام ہوئے	مرا طمانہ ہمیں گایاں بھی کھانے کا
مجھے یہ درد ہے معلوم حکمِ بلبلِ بن	نہ سیری خاک پہ کرتضہ بھول لانے کا

تبسم لب غنچہ میں دیکھ رُتا ہوں - کہ ٹھیک رنگ ہے اُس خندہ نہانی کا  
 کہنیں بچا مرض عشق سے کوئی تمنوں ہمیں دینے بہت ہے تیری جوانی کا

بس جنازہ آ آزمائی ہو چکی - دلبروں سے ماتھا پائی ہو چکی

ایک نگہ کا دور سے بھی آجکل محروم سے دل کہ تیرا مد توں خوا کردہ الطاف تھا  
 نورمہ کو شب تیرا ترنک کیا لاف تھا بال اُس کھڑے سے اٹھ جاتے ہی مطلع تھا  
 چشم نشان کب نہ آہو گئے تو آہو یہ تھی خال ہندو مشک چین پرکتہ پس تو کب تھا

اُس دست خانی نے آنسو جو مرے پونچھے حسرت سے لہو پکا دو چار کی آنکھوں سے

صدقہ تیرے کہ منہ سے اُلٹے دُزار نقاب مولیٰ کو آج لاف بہت ہے نگاہ کا

ساتیا غافل کہتے تکلیف سے نوشی ضرور خستگان کی چشم سے کرتا ہے رفع خواب آب  
 ابداری و روانی مصرعہ تمنوں کی نیکی مہج دریا ہو گئی شرمندگی سے آب آب

دور میخانہ پر تمنوں نے تھے سخت شرمائے چھپاتے تھے بغل میں کہے مضمحل غروبیا  
 کسی اب سو کر میں شوق کے زہر کو غوغا کا کہ بھر دینا لہ رو سہا ہے شرکاں میں غلہ راکا  
 اتنی بقا پر پڑے وہ بادِ غرور سے - بیغیر کقدر ہے غرض سد حباب کا

# جُرأت

کچھ ایسا کر گیا ہے ہوشِ عا بہ کو جانناں کا	نہجی کو ہوش ہی دل کا نہ دلو ہوش چاہیے
کلمہ بھرے تیرا جے دیکھے تو بھرِ نظر۔	کا فر اثر ہے یہ تیری کا فہ نگاہ کا
سُنتے ہی نام اُسکی جدائی کا مر گئے	دِن ہجر کا نہ دیکھنے پائے بھلا ہوا
دل کے لگاتے ہی جی تن سے ہمار کلا	جی لگانے کا تھا ارمان سو بار کلا
لو خبرِ جلدی سے کوئی جرأتِ بیمار کی	بات کرتے کرتے یہ کیوں ہو گیا چپا
غمِ فراق سے کشتی ہے یوں ہماری رتا	کہ لوگ دیکھتے ہیں تپا کو ساری رتا
کلائیں ہاتھوں نے میرے جوبلیں تھاری رتا	بلائیں ہاتھوں کی لیتا رہا ہوں سی رتا
کتنے ہو وقتِ نزعِ چپکا ہے آپ سے۔	مرتا ہوں میں تو جان ہمار گمان پر
ہے خدا کا دیا سر پریشل ہے مشور	شمعِ مت روجو لگی ہے تیرے سر کو تیش



نہ سمجھو دیدہ زکس پہ کوئی قطرہ شبِ بنم	کسی کی آنکھ دکھانا کوئی آنسو نکل آئے
آنکھ لگتی نہیں جرات میری بسا ریت	آنکھ لگتے ہی یہ کیسا مجھے آزار لگا
ہے کس کا جگر حبیب یہ بیدار کرو گے	لو ہم تمہیں دل دیتے ہیں کیا یاد کرو گے
رونا آتا ہے ہمیں رونے پہ اپنے یارو	یاں تلک رو کہ آنکھ نکو بھی بیٹھے ہم
اُسے چشمِ حسرت سے دیکھا جو ہم نے	تو کیا کیا وہ آنکھیں دکھانے لگا
کہا جو میں نے کہ ہے دیکھو نکلی آہ اک برق	تو بول اٹھا وہ تجھی پر پڑی گی آہ تیری
بہی دیکھا کہ اٹھو اٹھ گئے ہم	جو دیکھا ٹک ادھر کو آنکھ اٹھا کر
جو تیغِ یار نے خونِ ریزی کا خیال کیا	تو عاشقوں نے بھی منہ اُسکا خوب لال کیا
آہ سہا بھرا اُسے لے آتے ہیں -	اتنی حامی نہیں بھرتا کوئی
دل میلا اُس سنگدل کے ساتھ ہے	کیا کروں پتھر تلے کا ماتہ ہے

دست بردار ہوں کھو کر بت سنگین دل سے	دوب گیا ہاتھ مرا اب تو تے پتھر کے
-------------------------------------	-----------------------------------

سرو بجے راہِ عشق میں اور منہ نہ ٹوڑے	پتھر کیسی لکیر ہے یہ کو بہن کی بات
--------------------------------------	------------------------------------

میرے مرنے سے مولیٰ تجھ پر خلق	میں نہ مرتا تو نہ مرتا کوئی
-------------------------------	-----------------------------



# ظ

چشمِ تر سے ہوتے ہوتے شکباری لگتی      آبرو بارے تیری ابر بہاری لگتی

جب اُس مہجیب کے عاشق ہیں      آسماں پر دماغ ہے اپنا

یہ ہے ناخنِ پاکی ترے شبِ بہتِ اوج      کہ آسماں سے کرتا ہے ماہِ نو باتیں

یہ توقعِ ہموں سے بیوفائی کی نہ تھی      آشنائی کی تھی پہنچے کچھ بُرائی کی نہ تھی

وہ مجھ پر آگ یوں ہی بن رہے ہیں      رقیبِ اور اُسے بھڑکاتے کیوں ہو

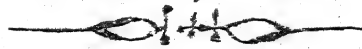
یادِ دُنبال نے دی پھونک سیرِ ولیمیں آگ      کون کتا ہے کہ ہے برگِ قرنفل ٹھنڈا

تجھ سے آنکھیں ہے ملاتا آ ہو۔      تنکے چُنتا پھرے آئیں اللہ

ظفرِ دِھیّا گیس وحشی نگہ نے آنکھ اٹھا تجھ کو      کہ انِ وِروں تیر صوحتِ وِشتِ پائی بی

سیکھائی کس نے چوری چشم ترا شکوے لڑ کو کو	ہوئے چور ایسے آنکھ کا جل چراتے ہیں
نہ کرو شور بلبلو! چپ چپ	ابھی صیاد کی لگی ہے آنکھ
خوش نگہ لیس میں دل لگیہ کو آنکھوں سے کھینچ	ماتی ان کی آنکھوں کی تصویر کو آنکھوں سے کھینچ
تیری چشم سیہ کا ناتواں بیمار کیا اٹھتا	اندھیرا اسکی آتا بار بار آنکھوں کے آگے تھا
چو رہن کر تیری اے غیرت محفل آنکھیں	لیکنیں آنکھوں ہی آنکھوں میں دل آنکھیں
یوں تو جانا تمہیں منظور کہاں ہو جانا	پر جو آنا ہوا دھڑ کو تو یہاں ہو جانا
سہما تو بے پاؤں کے کانٹوں اس طرح	مجنوں کے پاؤں وادی وحشت میں سو گئے
ترمی زلف کے سامنے تاب کیا	کہ بل باغ میں شاخ سنبل کرے
عرق آلودہ ترے دیکھ دہن کو گلرو	پڑ گئے لاکھوں ہی غنچہ پہ گھڑے پانی کے
سینے پہ دھڑ کے دیکھ ذرا ایک بار نہ تھ	حیال ہو کہ اچھلے ہے دل چار چار نہ تھ

ہاتھوں میں غم کے ابسیر یہ بہات میرا حال	لے رہے ہیں مجھ کو دیکھ کے سب غمگسار ہاتھ
نہ دکھلا کھینچ کر مانی مجھے اوراق میں غنچ	نہیں خوب اُس نے ہیں دیدہ عشاق میں غنچ
چشم میں دنبالہ دیکھو اُس بُتِ گمراہ کا	مست آہو منہ میں کیا تپا لے ہے کاہ کا
ایک دم پر ہوا نہ بانہ حبیب	دم کو دم بھر میں یاں ہوا دیکھا
مریضِ غم وہ عرصہ خاک پکڑے	نکلتا جس کا دم ہونا ک پکڑے
تیرے جھوٹے لیگئے آخر زر گل سب اُڑا	یہ نہ بادی چورے باد صبا پکڑے گئے



# سیر

گل کا جو الم چمن چمن ہے  
 گلچیں نے وہ پھول جب اڑایا  
 وہ سبزہ بلخ خوابِ آرام  
 جاگی مرغِ سحر کے گل سے  
 منہ دھونے جو آنکھ ملتی آئی  
 دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے  
 گھبراہٹی کہ ہیں کدھر گیا گل  
 ہے ہے میرا پھول لیگیا کون  
 ماتھے اُسپر اگر پڑا نہیں ہے  
 نرگس تو دکھا کدھر گیا گل۔  
 سنبھل میرا تازیانہ لانا  
 بھڑائییں خواصیں صورتِ بید  
 نرگس نے نگاہ بازیاں کیں  
 پتا بھی پتہ کو جب نہ پایا  
 اپنوں میں سے پھول لیگیا کون  
 شبنم کے سوا چڑانے والا

یوں بیلِ خامہ نعرہ زن ہے  
 اور غنچہ صبح کھلکھلایا ہو  
 یعنی وہ بکا ولی گلِ اندام  
 اٹھی نگہت سی فرشِ گل سے  
 پُر آب وہ چشمِ حوضِ پالی  
 کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے  
 جھنجھالی کہ کون دے گیا گل  
 ہے ہے مجھے خار دیگیا کون  
 بو ہو کے تو پھول اڑا نہیں ہے  
 سوئں تو بتا کدھر گیا گل  
 شمشاد انہیں سولی پر چڑھانا  
 ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید  
 سوئں نے زباں درازیاں کیں  
 کہنے لگی کیا ہوا خدا یا  
 بیگانہ تھا سبزہ کے سوا کون  
 اوپر کا تھا کون آنے والا

جس کھٹ میں وہ گل ہو دل غ ہو جا  
 پولی یہ بکا ولی کہ افسوس  
 آنکھوں سے عزیز گل میرا تھا  
 نام اس کا صبا نہ لیتی تھی میں  
 گلچیں کا جو ہا سے ہاتھ لٹوٹا۔  
 او سار پڑا نہ تیرا چنگل  
 او یا و صبا ہوا نہ بتلا  
 بیل تو چھک اگر خبر ہے  
 لرزاں تھی زمیں یہ دیکھ کھرام  
 انگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد  
 جو نخل تھا سوچ میں کھڑا تھا  
 رنگ اُس کا غرض لگا بد لئے  
 بدلے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی  
 خاتم تھی نام کی نشانی۔  
 ہاتھوں کو ملا کہا کہ ہیہات  
 جس نے مجھے ہاتھ ہے لگایا  
 عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے  
 یہ کہہ کے جنوں میں ہو غضبناک  
 گل کا سالو بھر اگر عریاں

جس گھر میں ہو گل چراغ ہو جا  
 غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس  
 پتلی وہی چشم حوض کا تھا  
 اُس گل کو ہوا نہ دیتی تھی میں  
 غنچہ کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا  
 مشکیں کس لیں نہ تو نے سنبل  
 خوشبو ہی سو نگھا پتا نہ بتلا  
 گل تو ہی مہک بتا کہ صر ہے  
 تھے سبزہ سے راست موبرا نام  
 تھا دم بخود اُس کی سُن کے فریاد  
 جو برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا  
 گلبرگ سے کھٹ لگی وہ ملنے  
 دستاویز اُس کے ہاتھ آئی  
 نسان کی دستبرد جانی  
 خاتم بھی بدل گیا ہے بدوات  
 وہ ہاتھ لگے کہیں خدایا  
 کھال اُس کی جو کھینچئے سزا  
 نوں روئی لباس کو کیا چاک  
 سبزہ کا سا تار تار واماں

دکھلا کے کہا سمن پری کو تھی بسکہ خیار سے بھری وہ کہتی تھی پری کہ اڑ کے جاتی ہر باغ میں پھولتی پھری وہ جس تختہ میں مثل باد جاتی بے وقت کسی کو کچھ ملا ہے	اب چین کہاں بکا ولی کو آندھی سی اٹھی ہوا ہوئی وہ گلچیں کا کہاں پتا لگاتی ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ اُس رنگ کے گل کی بو پاتی پتا کہیں حکم بن بلا ہے
--	--

سرا پا جو اُس بت کو دیکھا تو سمجھے	دہن کہنے کو ہے کمر دیکھنے کو
------------------------------------	------------------------------

جس کو دیکھا وہ اس زمانہ میں	اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
-----------------------------	------------------------

کے تری تیغ نگہ میں کیا اثر	وار ہو ہیر تو کلتا غیر ہے
----------------------------	---------------------------

جب ہو چکی شراب تو میں مت گھبرا	شیشہ کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا
--------------------------------	-------------------------------------

چین میں دیکھ کر میں کیا نہال ہوا	برنگ سبز بیگانہ پائمال ہوا
----------------------------------	----------------------------

مجھے پہلے کوئی اُس شوخ پہ کب متا تھا	ملک الموت ہوا میری قضا سے پیدا
دن کو تارے نہیں دکھلائے سیہ وزونکو	بوڑھے منہ پر کئے گرد و نشہ مہا سے پیدا



عجیب محل رنداں ہیں گل تھی کیفیت	پیالہ نریم میں ناچا سوئے مے رنگ
پاک الفت ہو تو پھر کیا اے رقیب	آشنا ہے آشنا کا آشنا
ایک عمر سے وظیفہ ہے صاحب کج نام کا	ناخن کے خط ہیں انگلیوں کے پور پور
خواب گونگے کا ہوا یار کا شکوہ گویا	دل میں پھرتا ہے گر لائیں سکتا منہ پر
اشارہ میں ادا ہوتا ہے حق مدعا گوئی	بیان بے زباں چوں زبان بے بیاں
قرار پر نہ ملو اضطراب ہو کہ نہ ہو	شراب خیر کو دو دل کباب کہ نہ ہو
قسم ہے دیدہ گریاں کی مجھ کو	کہ دنیا عالم رویا ہے پیارے
بتھے دل وے کے میں نے آزمایا	وہ سیکھا جس نے کچھ کھویا ہے پیارے
میں جاگا شب سرگیسو میں ورنہ	جسے کالا ڈسا سویا ہے پیارے
جادو ہے آنکھ سرمہ نہ کیونکر سے خموش	سہرکش ہے زلف کا ندھے بکشانہ کیا کر
طفل بد خو و مرین عاشق و مجنوں کے ساتھ	دشمنی میں دوستی ہے دوستی میں دشمنی

کہتے ہیں وہ ٹھنڈے ٹھنڈے جانیے

لکھ رہا ہیں بھرتے ہیں جب ہم نسیم

من کے لالچ سے تو پالے نہیں کالے منے  
حلقہ درگو شوں کو بتلائے ہیں ہلکے منے  
بلبلو! کیونکہ ہزاروں کے نلے منے  
ہاتھ پر داغ ہیں کیا ٹھو ہیں پلے منے

کرسکا دل بھانگو کیٹوں بال بھجلائے تنے  
زلف پر پیچ سے بندہ پہ کھلا یہ عقد  
اُت کروں دل کی جا بے گلی پھٹ جا  
سبز رنگوں کیلے گل تو نہیں کھلے نسیم

ہاتھ ملتی سہوئی پتوں کے صبا آتی ہے

گل ہوا کوئی چراغ سحری او بابل

تل برابر ہیں دل مساکر کے  
جاؤں گا دام دام ادا کر کے

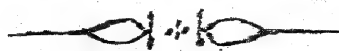
لب نازک کے پاس رہنے دو  
حق ترے دانے پانی کا صیا

وہ پائے مروی یہ دسترس ہے  
اللہ میرے کر تو داورس ہے

سیر بیا باں چاک گریباں  
ناحق بتوں نے بیدا کی ہے

قاتل سے آج جان کا بچنا محال ہے

تیغ و سپر بندھی ہے غضبِ حالِ صال ہے



# صبا

صفائی سے اُن کی یہ صورت ہوئی	کہ آئینہ دیکھا تو حیرت ہوئی
وہ بت آگیا راہ پر زات کو	میری آہ شمع ہدایت ہوئی
نہ سمجھا وہ بت خاک حق وفا	صبا سفت برباد محنت ہوئی

میری طرح اسے بھی ملا کہ خاک میں	آئینہ اُس صنم کے بہت مُنہ چڑھی نہیں
---------------------------------	-------------------------------------

خط انکا لیکے پڑھا پیچھے سر نامہ	بڑھا کے ہاتھ قدم پہلے نامہ ر کے لئے
---------------------------------	-------------------------------------

تپ الفت میں صبا ہے یہ تمہارا درجہ	وق کے آثار ہیں بیمار نظر آتے ہو
-----------------------------------	---------------------------------

مہنگا ملکر ہے چوٹ مگر جاں پر	ہاتھ لانا نگار کیا کہتا
------------------------------	-------------------------

آبرو حسن کی دولت سے ملی ہے تمکو	رنگ کُن دن سا ہے زرد از نظر آتے ہو
---------------------------------	------------------------------------

آبرو کی جو صفاتِ فقرا سے پیدا	صورتِ وصل ہوئی ذاتِ خدا پیدا
-------------------------------	------------------------------

روغنِ قاز مے ہیں چرباں سبز رنگ سبز بہار باغ حسن قد جوان سبز رنگ کھڑے پڑھیں چھوڑ کے لڑ چلے ایسے جن میں مختص یا دل زرد رہے بہار میں قمر کے <b>لعل</b> صبا نعرہ یہی ہیں بچہ میں	دھوکے کی ٹٹی رکھتے ہیں نام نشان سبز رنگ رشتہ جانِ فناختہ موم میان سبز رنگ پریوں کے پر کرتے ہیں و شان سبز رنگ زندوں سے سرخ و رہیں منجھگان سبز رنگ ہے نگارِ سر و قد مائے جوان سبز رنگ
--	---

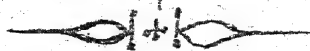
تیرنگاہ یار نے دم کر دیا فناہ	آنکھیں پھرا کے آہوئے تاتار ہو گیا
-------------------------------	-----------------------------------

باغِ جہاں میں ہکوید و رنگ ہیں سپند زلف سیاہ یار سے پتلا ہوا یہ رنگ	معشوقِ سبزہ قام مئے خوشگوار سرخ پھر خون ہو کے ہو گیا مشکِ تار سرخ
---	--

اے صبا کس شوخ کو دیتا ہے دل	ہوش میں آدیکھ کر پہچان کر
-----------------------------	---------------------------

جنت کو جاؤں آپکے کوچہ کو چھوڑ کر بیٹھا ہوا ہے وعدہ فروئے حشر پر	توبہ کرو نہیں یہ گنہگار کا مزاج الدر سے تیرے طالبِ دیدار کا مزاج
--	---

تیرے شب چہار و ہم کے بناؤ سے	دو دین میں ماہتاب کا کچھ منہ اتر گیا
------------------------------	--------------------------------------



# امانت

رواں دواں نہیں یاں لشکِ چشمِ کز طبع      گرہ میں رکھتے ہیں ہم آبرو گہر کی طرح

پانی مانگا اگر نہ کشتہ نئے۔      دستِ قاتل کی آبرو ہوگی

پانی نہ آبرو پہ پھرے بہرِ حرصِ مال      موتی ملیں تو دانت نہ اپنے نکالے

شریکِ دید کہ تیرے صُوالوں کا عِصیان کع      انہیں چشمِ پوشِ ایدل آبروِ محشر میں پانی

اُبھجھا دلِ تم زدہ زلفِ بتاں آج      نازل ہوئی بلامیرے سر پر کہاں آج

مخمارہ اب تو بہتر ہے لاویہِ الفت سے      ڈبویا اُس نے جس بکرِ کرم سے شنائی کی

اے بادِ صبا آتشِ گل کی نہ خبر دے      کیوں آئی ہے زنداں میں مجھے آگ لگانے

غمرے تنہا کی دیکھنے پایا نہ دو گھر دمی      عاشقِ کسے جی پہ آنِ بنی ایک آن میں  
تلوار کی سب آہنچ سے سیاب ہو گئے      ٹھرانہ کوئی غیر ترے امتحان میں

مجھ سے آنچ آئے گی نہ دونخ میں ساتھ اپنے چشم تر جو تو ہو گی

صدف چشم میں دیکھی جو مرا شک کی آب پانی پانی گھرا لیا ہو کہ آنسو ہو جائے

پھیر می آنکھ اُسے تو دم بھر مجھے آرام نہیں گردش چشم کم از گردش ایام نہیں

اُس مہر کا نظارہ تو مشکل ہے امانت خورشید سے سینکا کرو دو چار گھڑی آنکھ

شب نم کونگا ہوں میں جگہ دیتی ہر زنگس کیا آنکھ کا پانی چپنتاں میں فُصلا ہے

نقشِ قدیم یار جو دیکھا دم گلگشت زنگس کی روش صحن گلستاں میں گڑھی آنکھ

تصویر میں کسی مہوش کی انتشار کا نظارہ ستارہ ہو جو گردوں پر میری آنکھوں کا تارہ

شب تاریکِ وقت میں کس کو اپنا دل روشن چراغ اندھا چربی شمع کی آنکھوں میں چھائی ہے

دیدہ بازی ہے جو انانِ چرخ کرنی بلبلیں کہتی ہیں زنگس کو ہزار آنکھوں میں

آج کے سنگدلی شکل دکھا بہر خدا اب تو پتھر اگئیں اے یار ہمارے آنکھیں

زگر سے چشم بد سے میرے گل کو دیکھتی	رکھ دوں عین باغ میں آنکھیں نکل کے
------------------------------------	-----------------------------------

انہو صیر ہے لگاؤں جو اس شمع رو سے	پروانہ غیر پرودہ رہے میں جلا کر
-----------------------------------	---------------------------------

لب جال بخش کی الفت میں پر جان آئی ہے	مریضِ عشق مڑا ہے سیحا کی دوائی ہے
ہلاتا ہوں فلک کو بعد مرون دل کے مالوں	نقد میں پاؤں پھیلا کر زمیں پر اٹھائی ہے



# وزیر

بادِ عارض میں ہوا ہے جان کا دشمن چراغ  
آنکھ دکھلاتا ہے شب بھر صورتِ رہزن چراغ

میں آنکھیں بچھاؤں شہِ حسنِ گراؤں  
درویش ہوں آزاد ہوں بستر تو نہیں

جا کر چین میں سرو کو آزاد کر دیا  
کیونکر نہ کسے یار کو بندہ نواز ہے

ہم بغل ہونے کی ہے ابو سراپا آرزو  
ضعفِ قد حجاب کے آغوشِ تننا ہو گیا

ہوں معذریہ سننے کوئی تو میں بے لگول  
کچھ بہانا چاہئے آنسو بہانے کے لئے  
تو نے ڈھکا کے ہمیں غیر کو ساغر کو جوڑا  
ساقیا پی گئے ہم آنکھ میں آنسو بھر کر

مانندِ شمع بس سیرِ آنسو کل پڑے  
دیکھا جو بے چراغ کسی کے مزار کو

میری تہمت پر گرد و پھول لانا قہر تھا  
آنکھ کے تم کبھی تیوری چڑھانے کے لئے

پڑتی ہے تیری مکان پر جو ہر ایک کی آنکھ  
گرد و امان نگہ منگوائے تھی تعمیر کو



ڈھیلے آنکھوں کے چلے مجھ کو جو سوتا ہو گیا

آنکھ ہر اک طفل کی ابے جنوں پہنے لگی

آنکھ میں خوف سب وقت سے تھراتی ہے نیند

کیا غلط سمجھے وہ آئیے گا پھر کتنی ہے جو آنکھ

دیدہ ہر آبلہ سمجھا ہے مرگاہانِ خار کو

پانوں کے چھالے انہیں دیتے ہیں آنکھوں پر جگہ

چشمِ بدور زمانہ سے ہے رستا جدا

میری آنکھوں میں شبِ وز پھر اکرتے ہو

سانِ کلنگ تیری شمع کا اندام سفید

دوں جو تشبیہ نہیں آنکھوں میں چربی بھائی

اب وہ آنکھوں میں رہا کرتے ہیں

دیکھنے پاتے نہ تھے جن کو وزیر

سرمہ آنکھوں میں دیا کیا باعث

کس کو اب پیسے کا نظروں میں

قسمت یہہ ہماری ہے کہ انکو نہ بھلی آنکھ

ان آنکھوں میں صانع نے بھرے کوٹ مکتی

آؤ تو دیکھ لیں نظریہ بھر کے

کون جیتا ہے اے صنم مر کے

زمینِ باغِ ببل چشم کی گویا نہالی ہے

بچھائیں ببلوں نے آنکھیں آباؤ گاہیں

وای محرومی گلے پر رہ گیا چل کر مرے	منہ ہوا شجر کا بیٹھا جب وہ کڑوا ہو گیا
------------------------------------	--

دنیا کو کچھ ثبات نہیں مثل نقش آب	چشمِ فنا سے دیکھ کہ دریا حباب ہے
----------------------------------	----------------------------------

سبکی نظروں سے گراتا ہے لا ریت ال	ہاتھ میں یں اثرِ نعرش پا ہوتا ہے
----------------------------------	----------------------------------



میں نام پھول کا لیکر گن ہگار ہوا	شراب جان کے قاضی گئے کا ہار ہوا
عشق ونداں میں دل تزار تو آنا نہ ہوا	موتیوں کا بھی نوالہ نہ مرے آگ لگا
تخنے مرگ سے ہرگز مجھے اندیشہ نہیں	مجھے منہ پر ہے مرے یار کی تلوار بہت
بحر غم نے کھائی ٹکڑا یہ موج تھک گئی	ہر بھنور چکا گیا مینڈھا اچھل کر لگیا
نہیچ کی جھوک سے بیکل کلائی ہو گئی	بیٹے کھایا زخم اُسکا ہاتھ جھوٹا ہو گیا
پھولوں کے دے پوچھے بلیں کے زہر نہ	نچوں نے چٹکیوں میں اڑایا تو کیا ہوا
یہ کیا باعث جو تم نے ترک کی اے بھر پوری	کسی داغ نے کیا چھٹا دیا کوڑے کے پانچا
یا رنے تجھ کو کھلایا اپنے ساتھ	بحر آب گھر چل کے دسترخوان کر
یہ چاہنے والے چاہتے تھے کالے کا اپنے کر کے کھئے	دیا نہ کس کس نے اُسکو خاک کا نہ دم میں وہ گلزار آریا

کھلا یہ راز بھی ہم پر لگا دنگی نگاہوں نے	کہ آنکھوں نے بھی ڈورے انا سیکھا ہے کاجل سے
وہ ماہ آج جو آیا تو کل کیا غرہ	نشاط و عیش میں گذرا کبھی نہ سارا چاند
ساتی بارہی بہار نہ گلزار رہ گیا	کاٹا لگانہ پھول کا یہ خار رہ گیا
بھجواؤ گھر میں سچ کے ایجان جعفری	بھوکا تمہارے دید کا کچھ کھا کے مر گیا
دروقت کو پہنچتی نہیں ایذا کوئی	دل میں بیٹھا ہوا اتنا ہے کلیجہ کوئی
قناد اگر سننے تیرے شیریں دہن کے وصف	کھاری کنوئیں میں قند کے کوزوں کو ڈال کر
دردِ دہن کے لئے خامشی مناسب ہے	یہی ہے قفل نہیں جس میں کیل کا کھٹکا
تو وہ گرما گرم ہے ہزاراگر کھینچے شہید	سایہ بنجائے صباں روغن جلے قصید کا
کچھ ایسے گلے پڑ گئی ابرو کی محبت	تو ار کا ڈورا رگ گردن نظر آیا
تیرے مریض لب کی دوا تبیاش کی	گر لڑکا پھول باغ میں غائب ہو گیا

بھویں بالوں سے ہیں شیشہ ابری	کھین عشاق میں لوبانہ بر سے
اے سینہ سپر ہر دم ایہ جو ہر ہے محبت کا	کبھی لوبانہ مانا یار کی تیغ عداوت کا
قدم وہ تو رکھتی نہیں ہے زمیں پر	مجھے اپنی آنکھیں بھانے سے حال

# اسیر

ایسی برگشتہ ہیں کیوں مثلِ مقدرِ ملکیں	دلہیں آئیں مری آنکھوں میں کریں گھرِ ملکیں
دل ہوا آہن کا میری بیکسی آہ	تیج جب آئی گلے تک معوج دریا ہو گئی
ہے حباب لب جو شرم سے پانی پانی	جب سے دیکھا ہے ترسیر بہن آبی کو
بلجوزلت نہیں کچھ خاکِ اظہارِ محبت میں	بہاتے ہیں جو آنسو ابرو در باد کرتے ہیں
ہو رہا ہے مدتوں سے ان لکیرِ زبرِ فقیر	ہاتھ دکھلاؤ تو نکلے برہمن کی آرزو
کبھی تو خاطرِ عشاق و گور کن ائے گ	غریب دیر سے ہیں آسرا لگائے ہیں
دل جلا کر مکر سے آنسو بہانا کیا ضرور	ڈوڑتے ہیں کیوں لگا کر آگ پانی کیلئے
خطِ غیر کا اس شوخ کو آیا مرے آگے	آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے

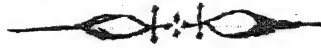
جک سینا نہ میں تو آتا نہیں آبحر حسن	ہر بڑے میں سے عالم ماہی بے آب کا
مخفل محبوب میں ہیں یار بھی اغیار بھی	اک ذرا آنسو بہا اسے ویدہ تر دیکھ کر
گروں کو آنکھ اٹھ کے نہیں دیکھتے ہیں ہم	اس جام بے شراب کی مٹی خراب ہم
خط جو دیتا ہوں کبوتر کو بدلتا ہے وہ آنکھ	کیا مروت گلشنِ عالم سے عطا ہو گئی
یہ کس نے آنکھ پھیر لی کہ ایسی تیر کی چھاٹی	زبان آہو صحرابنی ہر شمع مخفل میں
اب تو اُس شوخ چشمِ قاتل پر	آنکھ ڈالی ہے دیکھتے کیا ہو
کم شر سے نہ تھی میری ہستی	آنکھ کھلتے ہی میں تمام ہوا
پانویں سر آ رہا ہے تا تو انی سے جنوں	پڑ گئے حلقے میری آنکھوں میں اب نہ میرے
تیری آنکھوں کے رو برو بادام	آنکھیں پھوٹیں جو ہم نے دیکھا ہو
کھل گئیں نوح کی آنکھیں اٹھایا طونفاں	تارو نے کا جو ہم نے لبِ جیوں بڑھا

غنچہ کار و بروے دہن منہ بگڑ گیا	دیکھا وہ قد تو خاک میں شمشاد گڑ گیا
---------------------------------	-------------------------------------

سارے عالم میں کھلا گل اتنے لے باؤ بہا	خانہ صیا و بھی ہو جائے باغ عندلیب
---------------------------------------	-----------------------------------

نبات بجر جہاں میں کہاں، سرکش کو	کہ سر اٹھا کے کوئی دم حباب رہتا
---------------------------------	---------------------------------

آلی خزاں فسوہ ہوئے گل گئی بہا	طوطی چین میں بول چکا عندلیب کا
-------------------------------	--------------------------------





# شیفۃ

پھر اکیس دھوم دھام ہے ایر بہار کی	رہ جائے آبرو مژدہ اشکبار کی
اے مرگ آگہ میری بھی رہ جائے آبرو	رکھا ہے سوگ اُس نے عدو کی فائیت کا
دی کس نے اشکِ سُرمدہ کو تیغِ نگہ سے آب	شورِ فغاں کو فکرِ خراشِ گلو نہ تھی
ذکرِ عشاق سے آتی ہے جو غیرت اُسکو	آپ عاشق ہے مگر وہ بُتِ خود کا مپنا
مست چھٹیرِ گم یار سے جدا ہوں	اے مرگ میں آپ مر رہا ہوں
ضعف سے ہے آپ میں آنا محال	اُس کے کوچہ تک رسائی ہو چکی
گلِ سینہ چاک اور صبا اضطراب میں	آرام سنے گا کون جہاں خراب میں
بڑھو میوے یار کی کیا خوش ہوں شیفتہ	ہر ایک کو جو حوصلہ آرزو نہیں
ہم بھی نکھلتے غیر سے اخلاص کا مزا	آفت تو یہ پڑی ہے کہ تم گمراہ نہیں

کرے گا قتل تیغ کو چٹا کر رنگ لائیگا  
بتوں کا دست رنگیں آگے آگے رنگ لائیگا

میرے آنے سے تم اٹھ جاتے ہو  
بزم دشمن میں نہ آؤں کیونکہ

بے قدر ہے مفلس شجر خشک کی مانند  
یہاں درہم و دینار میں برگ و ثمر آیا

خوبے بخت کہ پیمانِ عدو -  
اُس کو ہنگامِ قسم یاد آیا تو

نامہ کو مرے یار نے آنکھوں سے لگایا  
ملجائے تو لوں نامہ تقدیر کے بوسے

آپ سے لفظ لفظ جاتے ہو  
شیفتہ ہے خیال کس گھر کا

گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے  
دیکھا اثر یہ نالہ بے اختیار کا

اُس شوخ کج اول سے نہ آئی موافقت  
کیونکہ گلہ نہ ہو مجھے طبعِ سلیم کا

غیر ہی کو چاہینگے اب شیفہ  
کچھ تو ہے جو یار نے ایسا کیا

بدستِ جہان ہو رہا ہے  
ہے یار کی بو ہر ایک شے میں

دشمن کہیں گئے نہ اونکھوں کے شیفٹہ	اس کی گلی میں آج نشانِ قہر نہیں
-----------------------------------	---------------------------------

پانی وضو کو لاؤ ریخ شمع زرد ہے	بینا اٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا
--------------------------------	-------------------------------

روزِ شبِ وصال مبارک ہو شیفٹہ	چرخِ فلک کو ہے ستم یار سے حجاب
------------------------------	--------------------------------

نسا یہ اسی کا نام محبت ہے شیفٹہ	ہے آگِ رسی جو سینہ کے اندر لگی ہوئی
---------------------------------	-------------------------------------



# نگہت

وہی آئینہ میں وہی سنگ میں ہے غرض آپ ہی آپ ہر رنگ میں ہے

کیا عالم کو کشتہ چشم کے عالم کو دیکھو تو صفِ مرثاں نے آگے کھلے ہاتھ کو دیکھو تو

لب پر بتخانے تپِ غم کے پادیں جنوں چھپا کر ناز سے ہیں گلِ داغِ محبت زخمِ جگر آگے ہیں

حیرت افزا شکل دیکھی جب اُس گلچہر کی آنکھ اٹھا سکتی نہیں ہے زخمِ پاسے مہر کی

کہاں تک کروں دل کو دور کو خالی کہ بے دیدنے آنکھ بھر کر نہ دیکھ

کوئی اب بحرِ خوبی آئے ہے شایر نہایت کو پھر کتنی آنکھ ہے جوں جوں حبابِ آبِ جوتیری

اپنی آنکھوں سے چھو کر میری آنکھیں سات با پھولِ نرگس کے ہیں یہ آنکھ اُتار چاہئے

قدم رکھ بے تکلف نازیں آنکھوں پہ نگہت کے سہرِ چشم پر ہوتا نہیں ہے بارِ مرثاں کا

بیا چہ چشم تھا جو محو خیالِ نرگس      آنکھوں کے جان نگہی اُس کی مثالِ نرگس

گر اشارہوں طلب میں بہم آنکھوں سے      پانوں کے بجائے بشر و انگوٹھی ہم آنکھوں کے

یار کی یار و بیاں تم بے وفائی مت کرو      روبرو آنکھوں کے پلکوں کی بُرائی مت کرو

ہوئے وہ اخترِ بختِ مراد غیر یا قسمت      جو ہم سے تیرہ بختوں کے کبھی آنکھوں کے تار تھے

جب خیالِ رخِ پُر نور کسی کا آیا -      دیکھو اندھیر کہ آنکھوں میں اندھیر آیا

اک شعلہ سوز و ساز سے آنکھوں میں پھر گیا      پھر ناکسی کا ناز سے آنکھوں میں پھر گیا

سوزِ پروانہ پہ اصلاً نظرِ مہر نہیں      چریلی آنکھوں پہ تیری شمعِ لگن جھپکی ہے

متحاری زلفِ میں حلقہ ہیں ہیچِ تاب کے باعث      میری آنکھوں میں حلقہ پڑ گئے ہیں تو اتنی ہے

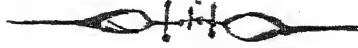
وہ مہر و ش نہ آیا باتوں میں ات کاٹی      مانند چشمِ انجم آنکھوں میں ات کاٹی

وہاں کہتے ہیں اسکو مہرِ غیار آنکھوں نہیں      یہاں کھٹکے ہے ہزارِ نظرِ حجبِ آنکھوں نہیں

دلِ عینِ لطیف سے نظر کرتی ہے چشم	سہرہ سال وقتِ طلب آنکھوں میں کرتی ہوش
----------------------------------	---------------------------------------

دیکھ کر صورتِ سحر اس مہر پر تنویر کی	رگہیں آنکھیں کھلی آئینہ تصویر کی
--------------------------------------	----------------------------------

لڑائیں کرتے وقت غسلِ تجھے جنگجو آنکھیں	نکلتے ہے عبتِ مجھ پر آبِ جو آنکھیں
--	------------------------------------



# آزردہ

نالوں سے میرے کب تہ و بالا جہاں نہیں  
لے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں  
کب آسماں زمین و زمیں آسماں نہیں  
اک جان کا زیاں ہے سوایا زیادتیں

ہونہ دامنگیر کوئی جانکر قاتل تجھے -  
تو بھی روتا چل جنازے کو ہمارے دھچکے

ناصح یہاں یہ فکر ہے سینہ بھی چاک ہو  
ہے فکر بخیمہ تجھ کو گریباں کے چاک میں

گو اسیری میں ہوں پریش اسیرِ تصویر  
نہ غم قید نہ پردائے رمانی مجھ کو -

پاتنگ نہ کرنا صح ناداں مجھے اتنا  
یا لاکے دکھاوے دہن یہ کمر ایسی

اس دردِ جدائی سے کہیں جان بکل جائے  
آزردہ میرے حق میں ذرا تو بھی عاکر

صفتِ جاں کی ہے اسمیں اور جاں نہیں  
میرا نامہ شوقِ تلوؤں تلے  
کہ پہناں بھی ہے اور پہناں نہیں  
نہ یلٹے یہ خونِ شہیدان نہیں

تو کاہے کو نہنتی میری لے فتنہ گرا سی  
کیا خاک جیئے کوئی شبایسی سحر ایسی

خو ہوتی ہمیشہ سے تنہاری اگر ایسی  
لکھڑاؤ غضب زلفِ سیہ خام وہ کافر

مے آج مرگاں سے مرگاں نہیں  
میں جانا زوہ مردِ میداں نہیں  
رسائی جسے تا گریباں نہیں

وہ آیا ہے بالیں پہ ماں چشمِ شوق  
سری اور گردوں کی کیونکر بنے  
یہ ہاتھ اسکے دامن تک پہنچے کیسا

ہم پیرو پیرو سیکرہ بھی نوجوان نہیں

بیوقت آئے دہر میں کیا شوشیں کریں

حضرت یہ باتیں بھتی تھیں عہدِ بایں

آزردہ یہ تو عمر ہے چاروں طرف نظر

لگ جائیگی آنکھ اپنی جب وقت دعا ہوگا

یہ طالع خوابید جاگیں نہ جاگیں گے

ہمارے منہ سے نہ کہواؤ آرزو کیا ہے

سمجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں سمجھنا

دل تھام کے آزرده نہ تو بھرا سی

اپنا تو کلیجہ ہی پھٹا جائے نہ ٹنکر





# محسن

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے  
 مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے  
 روپوش دبیرِ چرخِ احضر  
 اہل مدِ کمشاں ہے مفسر  
 زہرہ کا سفید ہو گیا رنگ  
 ہے فکرِ سپہِ رات بھر کی  
 کیفیتِ وحی میں ہے بلب  
 سبزہ ہے کنارِ آبِ جو پر  
 تبیحِ شگوفہ یا مستور -  
 پابندِ زکوٰۃ نامیر ہے  
 لایا یہ مجاہدِ صبا رنگ  
 سالک ہے چمن میں ہنرمونوں  
 خدمت میں بہار کی صبا ہے  
 ہے استغراقِ نیلوفر کو  
 سیفی جو زبانِ خار پر ہے  
 خرقة ہے نصیبِ یاسمن کو

انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے -  
 مریخ کی ستِ مشتری ہے  
 ظلمت کا سیاہہ کر کے اتر  
 پروانہ نولیں شمع کا فور -  
 نظمِ پرویں کا قافیہ تنگ  
 کیا بات ہے مطلعِ سحر کی  
 ہے وقتِ نزولِ مصحفِ گل  
 یا حضر ہے مستعدِ وضو پر  
 تحرمیہ تاکِ ربِّ اعفر  
 کانٹا زِ گل کو ٹوٹتا ہے  
 نافرماں ہو رہا ہے چورنگ  
 مجذوب ہے شاخِ بیدِ محبوں  
 سبزہ سنبھل کا بالکا ہے -  
 پاسِ انفاس ہے سحر کو  
 رنگس کی نگاہ میں اثر ہے  
 عمامہ ملا ہے نارون کو

عطار شمیم گلستاں کی  
 پھولوں میں ہے یوں گلابِ خوشنماں  
 پیرائے نور میں سمن ہے  
 کیوڑا گلزارِ پُرفضا میں  
 شورش میں قلندرانہ قمری  
 ہے خواجہ نقشبند ذی جاہ  
 ہر کبک درمی خلیل آذر  
 اعجازِ نسیم صجدم ہے۔  
 سامانِ ظہور کی ہے تمہید  
 ہر قطرہ ہو جوشِ بحرِ دربر  
 اللہ اللہ کیا سماں ہے  
 ہستی و عدم میں ایک ہے  
 حاضر ہوئی روحِ پاک آدم  
 یوسف مع عزت و مناصب  
 داؤد یحییٰ زبور پہنچے۔  
 ہر گوہرِ قلزم و لایت  
 رنگینی لالہ زار امیاں  
 مقبولیٰ بایزید و ادھم  
 القصہ یہ دیکھ کر متاثر

ہم مرتبہ فرید بوٹی  
 جیسے قطبوں میں قطبِ اقطاب  
 سلطانِ شایخ چمن ہے  
 غوثِ الثقلین اولیا میں  
 اور چشتی سبز پوش طوطی  
 طاؤس علیہ رحمت اللہ۔  
 ہدیہ نامِ خدا پیغمبر  
 انفاسِ مسیح کی تم ہے  
 قدرت پہ یہ ہو رہی ہے تاکید  
 ہر ذرہ ہو آفتاب پیکر  
 ہر شے کو حیاتِ جاوہاں ہے  
 لاشے کے بھی لب پہ آج نے ہے  
 دوراں نے کہا کہ خیر مقدم  
 یونس مع ماہی و مراتب  
 موسیٰ مع شمع طور پہنچے۔  
 ہر نیرِ مطلع ہدایت  
 جانباز شے سید شہیداں  
 محبوبیٰ خاص غوثِ اعظم  
 حیرت ہوئی آکے جلوہ منرا

کہتی ہوئی کیا ہے کج سماں -  
 خورشید فلک کے سایاں میں  
 منظر کا خطاب میرزا ہے  
 شبنم کو دم فلک آبی -  
 کیا رنگ قبول جلوہ گر ہے  
 ہے چاندنی ایک ماہ پیکر  
 اورنگ نشین باغ ہے گل  
 ذی حکیم خزانہ اشرفی ہے  
 ہر دانہ ہے عابدِ سحر خیز  
 القابِ نسیم دامنِ دشت -  
 روئے حنات سوئے اخیا  
 ہے فکر میں عابدوں کے طاعت

گھٹتا نہیں کچھ یہ ستر پہناں -  
 یوسف ہے غبارِ کارواں میں  
 منظر کا لقب ابوالعلا ہے  
 سٹی میں کمال بُڑا بی  
 ہر گل پہ ہزار کی قطر ہے  
 سورج ٹکھی آفتابِ انور  
 اور مہفت ہزار یوں میں ببل  
 صبرِ گ کا اسم پانصدی ہے  
 ہر ذرہ خاک شمسِ تبریز  
 مخدوم جہانیاں جہاں گشت  
 چشمِ رحمت سوئے گنہگار  
 محسن کی تلاش میں شفاعت

# قلق

دشمن جاں وہ نصیب دشمنان سب  
معاذ اللہ کیا انجام ہے اس پارسائیک

راز دل اپنا اگر افسر عیاں ہو جائیگا  
جبین پارسا کو دیکھ کر ایماں لرز جائے

جلوہ کیا کم تھا اگر مٹھ ہی چھپانا ہوتا  
غیر سے کہتے اگر مجھ کو سنا ہوتا  
زخمِ دل ہر کس و ناکس کو دکھانا ہوتا

کوشش پردہ عبث حوصلہ دید کے  
مجھے پیغامِ صال اور ہی کچھ بات ہو یہ  
رسمِ انصاف اٹھی خوب ہوا یہ ورنہ

خط دیتے دیتے ہنسنے پھر حزنِ جاں بنایا

قاصد کی جلدیوں نے یہ بدگیاں بنایا

کوچہ کا تیرے رستہ نازک مقام نکلا  
سروسامان و بال سروسامان نکلا

نفسِ قدم نہیں ہیں جبین نہیں ہے  
دیدہ دل سے ہوا دیدہ دل کا نقصان

نظروں میں ہمارے جو تھا تجھے نہیں تھا  
کیا باغِ اسلام بھی غارتگر دیں تھا

شوخی نے رکھا اسکے تصور ہمیں دور  
ہر سنگ میں کعبہ کے نہاں عشوہ بت ہے

ہو گیا اور بھی بیمار میں اچھا ہو کر

قطعِ تقریبِ عیادت کی بھی امید ہوئی

وہاں وہ خیالِ غیر سے مضطرب کہ گاہ	ہیاں یہ غرور ضبط کہ وہ بمقار ہیں
اقرار دیتے ہیں ٹخنے گا کیا میتا ہے وہ	یہ نہ کہ ناصح کہہ دل دینے کیجی صحت نہیں
کیا مٹائے آپکو کوئی کہ راہِ عشق میں	وہ رواجِ نقص سے نقصان بھی کمال نہیں
واں خلد کو تو بیاں مئے و معشوق کہ ہیں	بے لذت گناہ نشاطِ کرم نہیں -
جیتے ہیں اس سطر میں کہ مرتے ہیں تہہ پہ	مرتے ہیں اس عزا میں کہ مرتے کو ہم ہیں
مے سے عروج نشہ ہے اور نشہ سے عروج	تحت الشریعہ وہ خاک کہ جس سے سب ہو
محتاج کش سپر و جہاں بے غرض تلاش	وہ کامیاب ہے جگر بی کا مجھو ہنو
رحمت کا جوشِ عطیش باوہ خوار ہے	نہر جہاں ہو خشک و اماں تر ہنو
فلق خطِ غیر کا کیونکر نہ آتا کیونکر نہ تم پر	قضا لکھی ہوئی حضرت سلامت آجی
کہتے ہیں اُس فلَق کو ہی اب شریفیکہ	میخانہ کے جو در پر دت پڑا رہا ہے
عدوت کا گماں کب تک ہنو گا	ہوئی ہے غیر صورت چارہ گر کی
سخت حیراں ہو تشویش ستم میں ہے	جو وفا کرتا ہے وہ تپہ جفا کرتا ہے

# امیر

جھونکا اور مرنے آئے نسیم بہار کا اٹھتا ہے نینع میں وہ سرنگے سے امیر	نازک بہت ہے پھول چرخ مزار کا مٹتا ہے آسرا دل اُمیدوار کا -
گلہ زباں پہ نہ لانا تھا بے وفائی کا دکھا و مہلوہ جو دعویٰ ہے خود نائی کا	آمیر ڈوب گیا نام آشنائی کا مجھے یقیں نہیں آتا سنی سنائی کا
حسرت سے دیکھتا ہوں جو انکی طریقہ	کہتے ہیں دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو
مرگئے ایذا سے فرقت سے ہوئی حاصلِ حیا پڑ گئی جیسے نظر اُس پر وہ دیوانہ ہوا	رفتہ رفتہ داغ مرہم دردِ درماں ہو گیا حسن سے انساں بلائے جانِ نساں ہو گیا
بندہ نوازیوں پہ خدا کے کریم تھا	کرتا نہ میں گنہ تو گناہ عظیم تھا
اس قدر تھک گئے ہم بادِ بیا ہو کر	کفِ پا اٹھ نہ سکے نقشِ کفِ پا ہو کر
بیکس وہ ہوں کہ میری لحد پر جو اُپر	رورو کے چادر آبِ رواں کی چٹکھا اُپر

بیل کو شوق گل تھا نہ قمری کو عشقِ سرو  
سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبانِ میں

چشم پوشی کا جو کرتا بہنیں اُسے شکوہ  
آنکھیں دکھلاتے ہیں وہ اور تماشا دیکھو

وہ تیغِ آنگوٹ افسانہ لکھی ہوئی  
دل کی بھگیکی آج مقرر لگی ہوئی

گل لگ گیا غم سے اگر تن تو بنا مثلِ جباب  
ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو برباد رہے

دل کو طرزِ نگہ یا رہ جاتے آئے  
تیر بھی آئے تو بے پر کی اڑتے آئے

گشتن میں کی جو آہِ شرر بارِ آمیر نے  
چھوٹیں گے پھلجھڑی کی طرح پھول اُنار کے

پاس بٹھا کر مجھے اُس نے اٹھایا غیر کو  
کیا لبِ معشوق ہو کر جان لے پنجر سے  
لڑ گئی تقدیر میری غیر کی تقدیر سے  
سیکھ لے گھر دل میں کرنا کوئی سکے پیر سے

نہیں امید جو اس بیوفا لے آنے کی  
میں راہ دیکھ رہا ہوں قضا کے آنے کی

نہیں ملتی یہ بھی تو دو دو پہر  
میری نبض تیری نظر سے ہو گئی

## دبیر

بجلی غلافِ نور سے تفسیر جو ہری  
 یا جملہ عروس نے کی جلوہ گستری  
 اس بات سے سزاؤں تھیں جو جو وہ لگائیں۔  
 شاخِ نیام سے ہوا اس طرح پھل جدا  
 بستی جدا زمین پہ ترپنی اہل جدا  
 غل تھا کہ اب مصالحوہ جنم جاں نہیں  
 سیدی ہوئی جو تیغ تو شکر الٹ گیا  
 سب روکتے زور کو وال سن بھی گھٹ گیا  
 بولی تیغ دم سہرا عداپہ لوں گی میں  
 پھل وزن میں تھا پھول تجبی میں نخل طور  
 آسمانیہ چال پری قبضہ چشمِ حور  
 یوں دفعہ زمیں گشتی آسمان پر  
 پھر تو پکار تھی یہ ادھر وہ ادھر گرا  
 بن بن کے برق سایہ تیغِ ظفر گرا  
 گر گر کے رن میں سر پہ برابر تپاں ہوئے  
 کاٹا پاک میں آکھ کو تپلی میں نور کو۔  
 ہینہ میں بغض و کینہ کو دل میں قنور کو۔  
 ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو۔  
 یا آ کے دست بوس سلیمان ہوئی یہ  
 یا ہے یہ شاخ میوہ طہلی ہری بھری  
 باچھیں خوشی سے تیغ کے قبضہ کی گھٹ گئیں  
 پیروں کے قدم سے جیسے جوانی کا بل جدا  
 خنجر جدا فلک پہ گرا اور رحل جدا  
 لوتیغ برق دم کا قدم در میان نہیں  
 میداں سے پاؤں جینے سے دل سب کچھ ہٹ  
 مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا  
 برش پکاری تو بھٹھرنے نہ دنگی  
 گرمی میں محض نار تو نرمی میں صاف نور  
 خود لہر آب زہر ترپ قہر شورِ صُور  
 جب طح غصہ آئے کسی ناتوان پر  
 وہ نیچہ وہ ماتھ وہ خود اور وہ سر گرا  
 داں معرچہ سے باپ اٹھا یہاں پر گرا  
 جو رن میں سر زمیں کے مٹے عیا ہوئے  
 پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو۔  
 نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو  
 کیسی زبان زبان نہیں یہ کاٹ آئی بالک



# انیس

چکی جو تیغ آید مختصر خدا ہوئی  
 سینے سے روح جسم سے گردن جدا ہوئی  
 بارہ اس غضب کی وارد اس زور شوکا  
 لبہ اللہ صحیفہ جرأت تھی اسکی تاب  
 مانند ذوالفقار گراں قدر و لا جواب  
 اترے جگر سے جگے اسی کو خبر نہو  
 گویا ال تیغ و خنجر و گرز و سنان و تیر  
 و م میں یہ صفت تمام اُدھر کا پراخیر  
 اڑ کر بھی مرغ روح کا بیچا محال تھا  
 یوں سوچوں کو چاٹ گئی تیغ شعلہ رنگ  
 کمروں سے کچھ نہ سکتے تھے خنجر میان جنگ  
 تلواریں منہ چھپائیں تھیں ضرب و زنت سے  
 کرتی تھی کو نہ کر جو وہ برق شرارہ رہیں۔  
 چلنے میں تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز  
 کشتہ ہیں ایک ضرب میں مچھوٹ چاروں  
 کاٹی سپر تو کا سہ سترک پہنچ گئی۔

سر پر جو آگئی تو قیامت بہا ہوئی  
 خوں میں ڈوب چکی تو نہ پھر آشنا ہوئی۔  
 دشمن کو اسکا داکنارہ تھا گور کا  
 جوہر میں آبرو میں اصالت میں نقاب  
 وہ قد وہ خم وہ منہ کی صفائی وہ آفتاب  
 کاٹے گلے ہزاروں کے اور جن میں ترنو  
 دو دو تھے پیش آئینہ تیغ بے نظیر  
 آفت کا سحر کہ تھا قیامت کی دارو گیر  
 جوہر حسام میں تھے کہ لوہے کا جال تھا  
 لوہے کو خاک شور میں کھا جا جیسے رنگ  
 جوشن جو کٹ گئے تھے تو چار آئینہ تھے رنگ  
 دھالیں لپٹ گئیں تھیں سوار کی پشت سے  
 معزخ کھلا تھا بند تھی سب کو چہ گریز  
 رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامہ ستیز  
 شہر تھے کہیں ہوئے کیونکر دو چاروں  
 سر پر پڑی تو ہیر کے بر تک پہنچ گئی۔

<p>برے مثال برق جگرتیک پہنچ گئی          بڑھ کر کمر سے زمین پہ آئی سرنگ کے          نکلا رادھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا          کوسوں لمبے دشتِ ستم لالہ نہار تھا          کیا ہوزرہ سے ضربِ جببِ ایسی کٹی لگے</p>	<p>پی کر لہو جگر کا کمر تک پہنچ گئی          ٹکڑے گرتے نہ تھے کہ یہ جیسے شقی سنگ کے          پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا          بجلی چمک رہی تھی فرس بقیار تھا          سیروں برس پہ تھے کہ جیسے جھڑی لگے</p>
---	---

# داغ

صبر لے زائد نہ فہم نہ میخوار و کا	بخشتے والا بھی دیکھا ہے گنہگار ک
کیا کیا فریب دل کو دئے اضطراب میں	اُن کی طرف سے آپ لکے خط جوا
اے داغ صدمہ غم ہجراں بجا درست	سب کچھ سہی مگر تھیں جینا نہ وقتا
جھلا ہو پیر مٹاں کا ادھر نگاہ سے	فقیر ہیں کوئی چلو نہ کی راہ سے
جلوے میری نگاہ میں کون دم کاں کہیں	چھ کپڑے مجھے جانیں گے؟ ایسے کہاں کہیں
جسکے پہلو میں ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے	میری دانست میں تھے بھی قریب چچا
اند کو کیا جواب دوں گا -	عادت ہے بتوں سے گفتگو کی
یار کا پاس نزاکت دل ناشار ہے	نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد ہے

جانتا ہوں کہ میری جان ہے تو۔	اور میں جان سے سبزار یہ کیا؟
تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں	سب انہیں کہتے ہیں بیمار یہ کیا؟
داغ پھر تانک جھانک کرتے ہیں	اب گرے اب پھٹے کہیں نہ کہیں
وہ نگہ راہ پر نہیں آتی	نظر آتی نظر نہیں آتی
اپنے رونے پہ کچھ آیا جو تبسم جھکو	یاد نے اسکے کہا بھول گئے تم مجھ کو
بنا روزِ جزا جس کی سزا کو	میری قدرِ گنہکاری تو دیکھو
دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجھانے	غم کا یہ کال پڑا ہے میرے غم کھانے
دشمنِ جاں نہ سی آپ میسا ہی سی	داغِ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے
کیجے تیغِ تبسم سے ہلاک	جو بھی اچھوں کا اچھا چاہیے
داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہے	ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھوں سے

ہے شیخ چسکو جو نہ ملیگا بزمیگا شوق	جنت کو تو پسند چہنم کو تو پسند
جوڑ کے شہباز تپس پر اگر	ٹوٹ کے ہر خستہ جگر پر گرا
کچھ تو بھٹی بات کہ نصیح کی نانی کچھ بات	کچھ تو سمجھا جو نہ کچھ یہ دلِ ناداں سمجھا
کی ترک مے تو مایل پسند ار ہو گیا	میں توبہ کر کے اور گنہگار ہو گیا
اہ نکھ اُس کی صبانے ویچھتے ہی	ڈال دی خاک چشمِ نرگس میں
شرابیہ ہر رنگ کی اپنے پیالے میں	وہ طرہ کو نہا ہے گل میں کیا ہے شاخ گل



# حالی

ہم جسکو دیکھتے ہیں وہ ہے بات ادھی تے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں

بہت چین سے دن گزرتے ہیں حالی کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے ۔ +

بہت جی خوش ہوا حالی سے بل کر ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

اسکے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ وہ کی صورت  
اپنی بیبوں سے رہیں سگنا نہ بیٹی ہاں اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت  
اسکو حالی بھی بُلاتے ہیں گھر اپنے مہاں دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

حالی کو ہجر میں بھی جو دیکھا تو شاد ماں اسکا ہی یہ جگر تھا کہ اتنا غم سیو تھا

کس سے چاں وفا بندھ رہی ہے بیل گل نہ پہچان سکے گی گلِ تر کی صورت

ہے فصاحت میں شل و اعطر حالی و دونو دیکھنا یہ ہے کہ بے لاگ سخن کہے کا ہے

اسکے نالوں نے کیا بزم کو برہم آخر ہم نہ کہتے تھے کہ حالی کو نہ محض میں مُلاؤ

لئے سب سے اول و آخر  
ہوئے اونچے اور پرست سے۔  
سب سے اندھے سب سے نرالے  
لے اندھوں کی آنکھ کے تارے  
ناؤ جہاں کی کھینے والے  
جَب اب تَب تجھنا نہیں کوئی  
جوت ہے تیری جل اور تھل میں  
ہر دل میں ہے تیرا بسیرا  
راہ تیری دشوار اور سگری  
تو ہے اکیلوں کا رکھوٹا  
سچ اگلے لوگوں نے کہا ہے  
جینے سے گھبرا گئی ہوں میں  
لے بے آسروں کے رکھوٹا  
کیجیو میری کشتی بانی۔  
اب تیرے گی ترائی تیری  
لے امبر کے چمکتے تارو۔  
لے نیک اور بد کے دربانو

جہاں تہاں حاضر ناظر  
چاند سے اور اس نیلی چھت سے  
آنکھ کے اوجھل دل کے اُجالے  
لے ننگے لُلوں کے سہارے  
وُکھ میں تلی دینے والے  
تجھے ہیں سب تجھنا نہیں کوئی  
باس ہے تیری پھول اور بھل میں  
تو پاس اور گھر دُور ہے تیرا  
نام تیرا پیگر کی سگری  
تو ہے اندھیرے گھر کا اُجالا  
”باجھا بدنام بُرا ہے“  
اسدم سے تنگ آگئی ہوں میں  
نے ڈوبے بیڑوں کے کھوٹا  
آ پہنچا ہے ڈباؤ پانی  
ڈوبی ناؤ دو ڈائی تیری  
لے گھر کے در اور دیوار د  
ویکھتی آنکھو! سنتے کانو

<p>             کہہ گئی سچ ایک راج کمار۔ ی              نے غنوار ہر ایک بیکیں گے              جس نے لگی میں تجھے پکارا              پھر نہ خالی اس چوکھٹ سے              اُجڑے کھیرے تو نے بسائے۔              عام تیری رحمت جب بھٹری۔              داد ہر اک مظلوم کی دے تو           </p>	<p>             لاچاری پر بت سے بھاری              حامی ہر عاجز بے بس کے              سامنے تیرے ماتھے پارا              گیا نہ پیسا اس پنگھٹ سے              دھوبے بیڑے تو نے تراٹے              دور پہ پھر رحمت سے تیری              اور رانڈوں کی خبر نہ ملے تو           </p>
---	---



# شوق

(فرید آبادی)

شکوہ رقیب کا ہے نہ کچھ جو ریا رکا - ہم کو گلہ ہے طالع نا ساز گا رکا

پس مرگ خاک کو بھی نرہ قرار کیجا کوئی فاتحہ تو پڑھتا جو کہیں مزار ہوتا

ایسے عیار سے امیدِ وفا شوق تم بھی کمال کرتے ہو

فرقت کی رات چشمِ زون میں گزر گئی کچھ اسکے انتظار نے ایسا مزا دیا  
حکمتِ آب و عاتل و دانائے تم تو شوق دیوانہ کس کے عشق نے تملو بنا دیا

شبِ اُن سے اس قدر ہوئی محبت بگڑ گئی میرا مزاج اُن کی طبیعت بگڑ گئی  
اے شوق بار بار انھیں چھیڑتے تو ہو کچھ بھی نہ بن پڑیگی جو حضرت بگڑ گئی

کروں عشق کیونکر نہ اُس بت کا واعظ وہ صورتِ خدا کی بتائی ہوئی ہے

گر شفاے مرض ہے نقلِ مکاں لے چلو مجھ کو کوٹے دلبر ہیں کوئی دیوار بھی نہیں گھر ہیں  
دروِ سر کا علاج کیا کیجے

بیت الصنم میں خاص ہی لوگوں کا ہے گدّہ ہر اک کا دخل ہو وہ غذا کا تو گھر نہیں

ہے گرچہ یہ دُعا کہ چھٹوں رنج ہجر سے ڈر ہے کہیں یہ حق میں سیر بد دعا ہو

انہیں کہیں فکر ہے غم اگر آلودہ دہن میں کہیوں گا کہ سیر اشک کی سرخی دہن مروں میں کس توقع پر وہ دم دیں قاصد عیادت کو کہ آئے تھے جواب آئینے مدفن پر

اے جو خواب میں بھی تو رخ تھا ناپا کتنے بڑھے ہوئے ہیں وہ شرم حجاب میں باز آ و شوق اب تو کہ ہے وقت زہد و سع

یہ کیوں لب کیا دل نے جو نالہ کرے تو کوئی ہو بد نام کوئی

گر شبِ بخت میں غینہ آئی نہیں ہے تاک و شوق نہ رکھا کر سور ہو اب اس کے کچھ تہن نہیں

عشق میں اس سے بھی ہوتا ہے بُرا حال شوق آپ کیا جانیں ابھی اپنے دیکھا کیا ہے

حضرت شوق تم غنیمت ہو۔ ہیں کہاں لوگ اس طبیعت کے

# ت

(مؤلف کتاب)

جگر پر داغ ہے ہجرِ بخ پر نورِ جاناں کا  
فروغِ رو جاناں سے یہ عالم ہے گلستاں کا  
نہو کیوں مطلعِ خورشیدِ مطلعِ سیرِ زین کا  
کہ ہوتا ہے گماں ہر سو پر سر و چراں کا

اپنے وحشی کو وہ آٹے دیکھنے  
مانگوں رو رو کر دعائیں وصل کی  
داغِ سودا نقش ہے تغیر کا  
موتیوں سے منہ بھروں تاثیر کا

کچھی جاتی ہے کیوں شمشیرِ قاتل  
بہت بھرتے ہو ٹھنڈے سانسِ تشنہ  
وہان زخم نے کچھ کھدیا کیسا  
کیسی بے مہر سے پالا چڑا کیسا

اٹھ گیا پردہ جو روئے یار سے  
اک نہ اک دن ہو ہی جائیگا صال  
دیر تک عام کا اک عالم رہا  
تیغِ قاتل کا جو دم میں دم رہا

الشر سے تابِ حسن کہ جھانکا جو ایک با  
قطارِ سبزِ خطِ رخسارِ یار کا  
خورشیدِ حشرِ روزِ دیوار ہو گیا  
زخمِ جگر کو مرہمِ زنگار ہو گیا  
اٹھ با آفتابِ حشر نمودار ہو گیا  
یارِ میں کسی چشم کا بیمار ہو گیا  
انہیں چراتے ہیں میرے دامن سے چا  
نہیں کہیں چراتے ہیں میرے دامن سے چا

نادان کس بلا میں گرفتار ہو گیا  
رشتہ رقیب پردہ رخسار ہو گیا

تشنہ شبابِ عشق حیناں؟ خدا بچائے  
بزمِ عدو میں دیکھ نہیں سکتا یار کو

ہرزہ مہرِ حشرے میرے مزار کا  
کچھ ڈھنگ اڑا لیا ہے دل بیقرار کا  
کیا پوچھتے ہو؟ شکر ہے پروردگار کا

میں جو شہید ہوں رخ تابان یا کا  
بجلی میں یہ تڑپ تھی کہاں اور تیر میں  
تشنہ فراق یا میں کیفیتِ مزاج

نظر آتا نہیں جینا اپنا -

چشمِ بیمار کی الفت میں ہمیں

تیرے عاشق کا خوش گولِ شمع شبِ پیا  
مشالِ بلبِلِ تصویر ہے دیوارِ بستاں پر  
کہ رکھتا ہوں قدم کو جان کر خاموشیاں پر

مٹوا ہے رشتہ بازی پر واہِ قہر میں  
یہ کس گلو کو دیکھا ہے جو حیرتِ ہر اکبیل  
مزا یہ پر گیا ہے کاوشِ مژگاںِ جان کا

تربت پہ بھی کبھی وہ ہمارے نہ لائے گل  
پھولوں میں اسکے اور نہ کچھ سوا گل  
کیا گل کھلا رہی ہے چمن میں ہوا گل  
کرتی ہیں بلبِلانِ چمن نائے نائے گل  
کانٹے چڑھائے قبر پر میری بجائے گل  
خنجر سے کم نہیں مجھے سوچو نائے گل

پر پھر پڑھ کے عمر بھر جھینے شکر گل  
گل کھاتے کھاتے ہو گئی بلبِلِ فدا گل  
بلبل کا چاک چاک جگر ہے برائے گل  
کیا نصل گل چمن سے اتنی بگڑ گئی  
مرنے کے بعد بھی ہیں وہی اُسکی کاوشیں  
کس گلبدن کے قبر پر تم کا ہوں شہید

بیل سے کھدواتا نہ سہر چڑھائے گل  
خوں ہے میری نگاہ میں رنگ ادا گل

کرتا ہے ہمسری رنج رنگین یار سے  
تشنہ یہ کون رشک گل آنکھوں میں بچھا گیا

میں نالہ ہجر کی صدا ہوں  
پر راہروں کا رہنما ہوں  
ہمدوش ہوں اور پھر جدا ہوں  
گویا کہ خود اپنا مدعا ہوں  
گرداب ہوں میں نہ آسیا ہوں  
میں شپیر سایہ ہما ہوں

درد و غم و رنج سے بنا ہوں  
گو خاک میں شل نقش پا ہوں  
اُس گل سے بزرگ نگہت گل  
نحلا نہ کبھی وہ فید غم سے  
کیوں دیتا ہے مجھ کو چمنخ گردش  
سمجھو نہ سیاہ بخت مجھ کو!

آئینہ ہے خنجر فولاد میں  
الفتِ رخسارہ صیاد میں  
دن کٹے گا سب مبارکباد میں  
دمدمہ دم کا ہے آدم زاد میں  
مچھلیاں ہیں آب کتنا باد میں  
دم غنیمت ہے فرید آباد میں

موت آتی ہے نظر بیدا میں  
سُورج اک سورج مکھی کا پھول سے  
ہو گیا گر حشر میں جلوہ نصیب  
خاک کا اک دھیر ہے گر دم نہو  
دل کے ٹکڑے چشم گریاں میں نہیں  
بیج تو یہ ہے تشنہ ناکام کا

کبھی تیرا بھی پالا پڑ چکا ہے  
سمجھتے ہیں جو تو سمجھا ہوا ہے

اُسے بے مہر کیوں کہتا ہے نا صبح!  
یہ بانگی چال! یہ ترچھی نگاہیں!

<p>رشتہ عدو سے چھوٹے پھنس کر بنا غم</p>	<p>آخر جفا کا خوگر تنکو بنا کے چھوڑا</p>
<p>پھر کیوں تمھارے ساتھ نہ دن بھر کھڑا</p>	<p>کسی پر یہ جان لے پھر جا ہی رہا</p>
<p>وہ یہ سمجھتے ہیں ابھی اتنا ستم نہیں ہے آفتابِ حشر یہ نقشِ قدم نہیں فرقت کی رات روز قیامت سے کم نہیں کہتے ہیں آجکل انہیں فکرِ ستم نہیں گھر ہے خدا کا یہ کوئی بیتِ الصنم نہیں گویا کہ دل چُرانیکا مجھ پر بھرم نہیں کل کا سا کلو نہیں تیرے پیچ و خم نہیں</p>	<p>مجھ کو گر جفا کو جفا کا جو غم نہیں رفتارِ یارِ رفتہ محشر سے کم نہیں تالوں سے میرے چونک اٹھو خفتِ خاک لذت کو میرے درد کی وہ پاگئے نہوں شیشہ کی طرح توڑ نہ تو دل کو محتب یوں بچھتے ہیں یہ دلیری دل کی بات تشنہ کا دل نکل گیا کیا تیرے پیچ سے</p>
<p>صورتِ زنجیر ہے چاکِ گریباں پاؤں نہیں</p>	<p>ہو گیا ہے اس قدر کا ہیدہ اب جوشی تیرا</p>
<p>اپنے سر پر بلا بلائیں ہم جامِ می کو نہ منہ لگائیں ہم آپ کی تشنگی بجھائیں ہم</p>	<p>زلفِ جہاں کی لیں بلائیں ہم چشمِ سیگوں اگر ہو پیشِ نظر کہتے ہیں اب تیغ سے تشنہ</p>
<p>تھامے پھرتے ہیں وہ آج اپنا جگر کہتے ہیں</p>	<p>اگر کیا اُنہی اثرِ عشق میرا کہتے ہیں</p>

کل بُرا حال تھا تشنہ کا خدِ اخیر کرے  
مر گیا آج کوئی خستہ جگر کہتے ہیں

آہی! کس کی چشمِ مست یہ آنکھوں میں تپتی ہے  
کسی وصل کی خواہش ہے ہلکا آرزو مرگ  
نہ کرتا تھا جہاں دل کو میں دم بھر بھی پہنچو  
پھپھار کھاتے زلفوں نے رخ پر نور جاناں کو  
امیدِ وصلِ موج افزا فراقِ یار جاں فرسا  
کہ وقتِ سیشی <sup>اشکوں</sup> ہم ساغر کو بھرتے ہیں  
کوئی جینے پر دم دیتا یہاں مگر پرتے ہیں  
ستم ہے آپ اُسکو اسطرح پامال کرتے ہیں  
خدا کی شاں ہے ہندو بھی قرآنِ خطرتے ہیں  
عجب کچھ کشمکش میں ہیں نہ جیتے ہیں مرنے ہیں

مر کے مرنا چھٹ گیا دلدار پر  
جی گیا کیا میل گویا جی کیا

زلف کی گیسو کی خط کی خال کی خسار کی  
داغ نمائے دل کی میرے دیکھیے آکر بہار  
مہربانی بھی تمہاری کیا ستم آمیز ہے  
دل کے ویرانہ میں بستی انھیں جاکے  
سیر کرنی ہے جوئے رشکِ چمن گلزار کی  
جی کٹا جاتا ہے حالت دیکھ کر اغیار کی

ستم اندازِ نازِ آفتِ غضبِ چال  
بہت مشکل تھا عزت سے گزرنا  
تیری سہرات تجھے دربار ہے  
تیری الفت بڑی مشکل کشا ہے

اس کے تیر نگاہ کی تاثیر  
دیکھو اندھیرِ بختِ غیر میں ہے  
ایسی ہے جیسی آہ کی تاثیر  
اُس سُرخِ رشکِ ماہ کی تاثیر

دیکھ بیٹھا نگاہ کی تاثیر  
خاک اسے سوز آہ کی تاثیر  
دیکھ لی تھنے چاہ کی تاثیر

اتھ لڑتے ہی لڑ گئی قسمت  
اور وہ شعلہ رو بھڑک اٹھا  
پانی مانگا نہ مائے تشنہ نے

دیکھ لے طاقتِ نگاہ نہیں  
جب سے پہلو میں رشکِ شاہ نہیں  
زلف تیرا تو روسیہ نہیں  
تجھ کو کچھ خوفِ بادشاہ نہیں  
اب بھی کمد و کسی کی چاہ نہیں

شوقِ دیدار میں تیرے بیدید  
تارے گن گن کے راتیں کٹتی ہیں  
لے گئی کچھ نگاہِ دزدیدہ  
محب سیکشوں پہ یہ بیداد  
جھانکتے پھرتے ہو کنوئیں تشنہ

پسینہ لیں کیوں تو نہائی ہوئی ہے  
یہ دل تیری آفت اٹھائی ہوئی ہے  
کسی کی لگائی بھجائی ہوئی ہے  
بختاری ہی تو سر چڑھائی ہوئی ہے  
کہ غیروں سے اُن کی لڑائی ہوئی ہے  
لبوں پر میری جان آئی ہوئی ہے

نہیں ہے تپِ عشق گر شمعِ محفل  
خطا زلفِ مشکیں کی اسکی نہیں کچھ  
کہاں تاب تھی شمع کو ہمہ سری کی  
ہماری بلا سے جو ہے زلفِ سرکش  
مگر لڑ گئی رنج کچھ اپنی قسمت  
اب جاں فزا کی محبت میں تشنہ

دشمن کا بھی دشمن نہو بجا محبت  
یارب ترو تا زہ رہے گلزارِ محبت

یارب نہ کسی کو بھی ہوا زار محبت  
جائے نہ مری دل سے خیالِ رنجِ جانان



لے چارہ گرو چھوڑ دو تشنہ کو خدا پر  
بچتا بھی سنا ہے کہیں بجا محبت

بے وفا لکھا اُسے القاب میں  
فرق آخر آگیا آداب میں  
وصلِ مہر و اور رقیبِ رو سیاہ  
ناتے یہ اندھیر اس متاب میں  
بختِ خفتہ آنکھ لگنے دے ذرا  
وعدہ آنے کا کیا ہے خواب میں  
تیرا کشتہ زندہ جاوید ہے  
کیسا ماتم ہے مرے احباب میں

سیری صورت جو تجھ کو بیر ہے  
اب تو آ ظالم کہ صورت غیر ہے

کسی کا پاس بھی تجھ کو فغاں ہے  
نہیں ہے عشق اُس موٹے کمر کا  
سیری آنکھوں میں پھرتی ہیں نکھیز  
میرے دل میں وہ میرا دلستاں ہے  
نہیں جب طاقتِ پرواز صیاد  
تو پھر کیاں قفس اور بوستاں ہے  
گذر مجھ خفتہ طالع کا ہو کیونکر  
کہ بختِ غیر چشمِ پاسبان ہے  
عدو کو آسمان تک سایہ مہر  
میرے حق میں زمیں بھی آسمان ہے  
ہمیشہ شور و غل ہے اسے کام  
میرا دل گویا ناصح کی زباں ہے  
زمین مرقدِ مضطر کو تیسرے  
ہمیشہ چنچ مثل آسماں ہے  
خیالِ عارضِ جاناں ہے دل میں  
یہ ویرانہ بھی رشکِ گلستاں ہے

نالے کرتے ہیں ہم قیامت کے بس یہی پھل ہیں نخل الفت کے گل کھلائے ہوئے ہیں الفت کے صدمہ جھیلے ہیں تیری فرقت کے کارخانے ہیں اُس کی قدرت کے آپ بھوکے ہیں جن کی الفت کے	ہجر میں اپنے حشر قیامت کے کہتے ہیں پھول اُٹھا کے تربت کے نہیں سینہ پہ داغ حسرت کے کیا ڈریں ہم عذابِ دوزخ سے کعبہٴ دل بنے صنمِ حنا کے ہیں پیاسے وہ خون کے تشنہ
--	--

فصلِ گل کا ابھی گلشن میں اثر باقی ہے مجھ میں کیا دیکھ تو لے دیدِ تر باقی ہے راتِ آدھی ابھی لے رشکِ قمر باقی ہے	رنگِ گل باقی ہے بیل کا جگر باقی ہے خونِ دل باقی نہ اب لختِ جگر باقی ہے تیم جان چھوڑ گئے جاتے ہو کہاں عشق کو
--	---

پی بھی لیجیگا ہر صبح بادِ اباد	کیسی توبہ ! بہار ہے تشنہ
--------------------------------	--------------------------

کہیں ایسا نہو نا صبحِ یہی تدبیر کرے	رشکِ دشمن کی شکایت نہیں لانا نہیہ
-------------------------------------	-----------------------------------

دہن ہو جائیگا ثابت نہیں سے	نہ کرنا وصل سے انکار دیکھو !
----------------------------	------------------------------

وہ وہ ستم کئے کہ میرا کام ہو گیا	کرنی نہ تھی شکایت ناکامی صال
----------------------------------	------------------------------

ہم کچھ بھر کر اب نہ دیکھیں گے کسی بیدار کو  
تیری آنکھیں دیکھ کر آئے یار آنکھیں بھونکیں

آنکھوں میں پھر گئی جو دم نزع چشم یار  
تلیخی مرگ ہو گئی تنہی شراب کی

القت شعلہ رُخاں رکھتی ہے بیتاب مجھے  
ایک دم چین نہیں صورت سیما مجھے

صورت وہ بھولی بھولی کہ بکچہ نہ پوچھے  
باتیں وہ پیاری پیاری کہ میں تھے کیا کہوں

آتی ہیں یاد کیا کیا ہم کو تمھاری باتیں  
کجبت اپنے دل سے ناچار ہے نہیں تو  
وہ بھولی بھولی صورت وہ پیاری پیاری باتیں  
تشنہ اور اس طرح سے سب سے تمھاری باتیں

فراہوش میں آؤ جی کو سنبھالو!  
تمھیں آج تشنہ یہ کیا ہو گیا ہے

مر گیا آج نرا تشنہ وحشی شاید  
خاک اڑاتی ہوئی صحرا سے صبا کی ہے

اس بحرِ جہاں میں اپنی ہستی  
ہے مثلِ حباب ایک دم کی

بادِ وجہام میں!! یہ کیا؟ تشنہ!  
شیخ بے حور پی نہیں سکتے  
تم تو کہتے تھے پارسا ہوں نہیں  
اُس پہ کہتے ہیں پارسا ہوں میں

چارہ گر اُس چشم کے بیمار کو  
تشنہ مضطر کی یارب خیر ہو  
ہوگی صحت شربت دیدار سے  
چارہ گر پھرتے ہیں کچھ ناچار سے

یاد آتی ہے چشمِ ستانہ  
دورِ گردوں ہے دورِ پیما نہ

آنکھیں کھل جائیں حضرتِ ناصح  
دیکھ لو گر وہ نیمخواب آنکھیں

ساقیا جلد بھروسے ساغرِ مے  
بھڑ خائے ہمارا پیما نہ

اب روئے جاناں نہیں خنجرِ سہمی  
امتحانِ عشق اور وہ ناز نہیں  
جان دینے کے لئے کیا چاہیے  
اسکو پتھر کا کلیجہ چاہیے۔

ایک ہم ہیں کہ نہیں جو رکاشکوہ ہلکو  
ایک وہ ہیں کہ شکایت کا گلہ کرتے ہیں

یوں بے گناہ قتل ہو تشنہ سانو جو  
ہے ہے یہ کیا ستمِ فلکِ پیر نے کیا

شب کو جو اسکی زلفِ گرہ گیر کھل گئی  
اس فتنہ گر کے آتے ہی دم بند ہو گیا  
قیمت ہماری جاگ بھٹی تقدیر کھل گئی  
ناصر کی آنج خوبیِ تقدیر کھل گئی

بیٹھے بھٹاتے ہو گیا آتشہ مستہ جان کو کیا

بھر کے اک آہ گر پڑا کس لیے فرشِ خاک پر

ناصح کی بات آخر شک عدو بنا دی

کبت کش بگڑوں دم پرے شند خو بنا دی

میں چاہتا تھا جان کی تپہ فدا کروں۔

افسوس صد مہ غم ہجراں سے مر گیا

جب نہیں سے دہن یار کھلا۔

دونہی سے ہوئی ثابت اثبات

پھر گئیں آنکھیں تو اپنے دن پھر

نزع میں دیکھا بتِ بیدار کو

کام جو تجھے نکلنا تھا عدو سے نکلا

ارشکے پھیر دیا اُس سے میرا دل ناصح

میرے دلدار کی نشانی ہے

کیوں نہ دل سے لگائے رکھوں داغ

آہ بھی مجھ سی ناتواں ہے کیا ؟

دل سے لب تک بھی آنہیں سکتی

آہ کے آگے آسماں ہے کیا

ایک دم میں دھوئیں اڑا دیگی

آج یہ کیا جی میں حضرت آگئی

مسکدہ اور آپ تشنہ خیر ہے ؟

یا الہی کیا قیامت آگئی

آنہیں چکتی قیامت کس لیے

ٹپکتی ہے خوشی جام و سب سے  
نہایت تنگ ہوں اس گفتگو سے  
چڑھی پی تیوری ہیں ترشہ و  
تو حضرت ماتھ و صولو آبرو سے

کسی نے منہ لگایا ہے انہیں آج  
دہن کا بوسہ مانگا تو وہ بولے  
کسی کا نشہ اترے گا ضرور آج  
یہی گر گر یہ دزاری ہے تشنہ

آبرو ابر کی گھٹاتے ہیں  
اُلٹے - سیدھی ہیں سناتے ہیں  
کیوں ہمیں شمع روجلاتے ہیں  
وجہ پوچھو تو آزماتے ہیں -  
گلبدن تیوری چڑھاتے ہیں  
ناز بھی پھر وہ کیوں دکھاتے ہیں  
کس کی باتوں پہ آپ جاتے ہیں  
ایسے مشکل سے ماتھ آتے ہیں

دُر دنداں مجھے رلاتے ہیں  
شکوہ جور پر ستم دیکھو  
ہم نہیں ہیں جو اُنکے پروانے  
قتل کرتے ہیں عاشقوں کو وہ  
بدلے پھولوں کے قبر عاشق پر  
ہم سے آتا ہے گر حجاب اُنھیں  
شیخ ناداں ہے پی ہی لو تشنہ  
قدر کرنی تھی شکو تشنہ کی

آتشیں رخ دکھا دیا کس نے ؟  
ہنستے ہنستے رُلا دیا کس نے ؟  
اسکو چہرہ دکھا دیا کس نے ؟  
تکو ایسا پڑھا دیا کس نے ؟

آگ سی لگ رہی ہے سینہ میں  
آگیا کس کا مُکرا نا یاد ؟  
آئینہ بن گیا ہے کیوں تصویر ؟  
بھول کر بھی نہ مجھکو یاد کیا

نہ چکیگا مہاراجن دودا آہ کے لگے

نہیں دیکھا کہ چھاتی ہے بدلی شہنشاہ

گرچہ آنکھوں میں رانخت جگر کی صورت  
شیخ عروں نے کہاں پائی بشر کی صورت  
دیکھو ادیکھو گئے خیر تم میرے سر کی صورت  
نظر آتی نہیں آنکھوں سے نظر کی صورت  
پردہ رہا یگانے پردہ نشین میرا بھی  
خند سے یاس ہوئی جاتی ہے لے خانہ خراب  
دماغ کھاتا ہے قمر شمع جلی جاتی ہے  
اور بھی خاک میں گردوں نے ملایا ہمو  
ہائے یوں قتل ہو تشنہ سا جواں شوخ مزاج

صورت اسکی نظر آئی نہ نظر کی صورت  
اور صورت ہی میرے رشک قمر کی صورت  
سامنے سی میری آنکھوں کے جو سر کی صورت  
ہے تیرا محو کمر تیری لہر کی صورت  
در پہ رہنے دے پڑا پردہ دور کی صورت  
گھر کئے لیتی ہے دل میں تیرے گھر کی صورت  
دیکھ لی ہو کہیں اُس رشک قمر کی صورت  
اُس کے ملنے کی کوئی ہمنے اگر کی صورت  
پھرتی ہے آنکھوں میں اُس خستہ جگر کی صورت

میں تپہ مروں اور تم اغیار کو چاہو  
بے مہری میں شہور ہو گو ماہ لقا ہو  
غش غمیر یہ ہو ایسی کہ اپنا بھی نہیں ہش  
دشمن کو کرو قتل کہ میں رشک جانوں  
اغیار میں تمہیں نہیں ہجر میں مڑپوں  
ہو سہ کی سزا ہے یہ معین کیونکہ نہ منہ سے  
دل دینا بڑا ہوتا ہے دیکھو مجھے دیکھو!

سب ایسی ہی ہو جائیں میری جان تو کئی  
تم عید کے ہو چاند پر انگشت نما ہو  
ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم ہوش رہا ہو  
وہ ظلم کرو تم جو کسی نے نہ کیا ہو  
جی جاتا ہے کاش دل آنیلکی سزا ہو  
دشمن بھی یو نہیں گایا کھائیں قمر مزاج  
گر اپنا بھلا چاہو تو غیروں کو نہ چاہو

تم حور ہو غلمان ہو انسان ہو کیا ہو  
گلشن میں کوئی آج نیا گل نہ کھلا ہو  
لے شیخ اگر دیکھ لو اس بت کو تو کیا ہو  
پتچاؤ گے۔ باز آؤ۔ وہ ظالم ہے۔ بچا ہو

یہ نازیہ انداز یہ غمزہ یہ کمر شہر  
کیوں ہوش اٹھے جاتے ہیں مرغ خان چرن کے  
حوروں کی محبت میں جب آیا ہی خدا یاد  
نادان ہوش نہ جو سمجھتے ہو وفادار

نہیں ہے قابو میں دل یار دلتا کی طرح  
انہیں بھی چین نہیں ہے دل تیاں کی طرح  
مزا ہی ہونے زبان ہی اگر دانا کی طرح  
لگے تو ملتا ہے وہ یار مہرباں کی طرح

ترپ رہا ہوں پڑا مرغ نیم جاں کی طرح  
ہمیشہ رہتے ہیں فکر ستم میں سرگرداں  
میں اُنکے بوسے کوں کچھ نہ کہہ سکیں مجھ کو  
بلا سے تشنہ عوں ہے جو خنجر قاتل

پھر نئے سرے بلا میں مبتلا ہونے لگے  
پھر تحاری چال سے فتنہ بپا ہونے لگے  
پھر ترے وحشی گرفتار بلا ہونے لگے  
پھر کسی کی تیغ ابرو پر فدا ہونے لگے  
پھر بلند آہ و فغان شور و مکا ہونے لگے  
پھر نہ کہنا ہم کسی پر کیوں فدا ہونے لگے

پھر اسیر الفت زلف و تما ہونے لگے  
عاشقوں کی جان و دل پر حیر قیامت آگئی  
پھر وہی ہندھنے لگا زنجیر گیسو کا خیال  
پھر کسی کی کامل مشکیت کا سودا ہو گیا  
پھر کسی کی خامشی نیچی نظر یاد آگئی  
تشنہ ناشاد پیرتے ہو جگر تھامے ہوئے

دیکھنا غفلت نہ دیکھا آٹھا آٹھا کر کسی  
دیکھنا غفلت نہ دیکھا آٹھا آٹھا کر کسی



# صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	تہمت	تہمتن	۳	۱۳	در	دو
۲	۸	حامل	عامل	۴	۱۰	لکان	مکان
۳	۲۷	ساحت	ساعت	۵	۱۱	سگڑوں	سگڑوں
۴	۵	ثراند	زند	۶	آخر	کھیل	کھیل
۵	۱	صلاح	اصطلاح	۷	۵	شنوی	منوی
۶	۸	جوہر	جوہر	۸	۱۳	معنی سے	ایک معنی سے
۷	۵	ند	x	۹	۱۰	تفت و نشر	تفت و نشر
۸	۱	تعریفیں	تعریفیں	۱۰	۱۶	لاتے	لانے
۹	۱۰	شرکت	شوکت	۱۱	۱۳	جگ نوقل	جگ نوقل
۱۰	۱۳	درجہ کا	کے	۱۲	۱۵	زہر	زہر
۱۱	۲۷	یا	کا	۱۳	۱۶	برنجیر فیل	برنجیر فیل
۱۲	۴	جوہر	جوہر	۱۴	۲۰	ارد آسیہ	ارد آسیہ
۱۳	۱	فرمانبرداران	فرمانبرداروں	۱۵	۵	شوہر	شوہر
۱۴	۴	جوئی	جوئی	۱۶	۵	گھڑب	گھڑب
۱۵	۱۰	گیندہ	گیندہ	۱۷	۴	پڑاودہ	پڑاودہ
۱۶	۵	اورن کی	اورن کی	۱۸	۹	سہ بندی	سہ بندی
۱۷	۲۵	جاتی ہے	گئی	۱۹	۵	کھاؤ	کھاؤ
۱۸	۸	سرایہ نامار	سرایہ نامار	۲۰	۲۱	ماضی تہا کی	ماضی تہا کی
۱۹	۳	آدازہ	آداز	۲۱	۲۲	مختلف معنی	مختلف معنی
۲۰	آخر	دلوجان	دل دجان	۲۲	۱۱	گوار	گوار
۲۱	۱۳	و آج	وہ آج	۲۳	۱۳	جالتے	جالتے
۲۲	۱۶	لڑکوں کھیل	لڑکوں کھیل	۲۴	۱	نعت	نعت
۲۳	۱	آدم کے ساتھ	آدم کے ساتھ	۲۵	۱۶	پیراسا	پیراسا
۲۴	۵	سمٹ	سمٹ	۲۶	۱۲	تلوار	تلوار
۲۵	۱	بتائے	بتائے	۲۷	۳	کا پڑھی	کا پڑھی
۲۶	۱۶	اک	ایک	۲۸	آخر	مکھوں سرگرنہ	مکھوں سرگرنہ
۲۷	۴	رنگ کے	رنگ کا	۲۹	۹	پڑھی کرنا	پڑھی کرنا
۲۸	۱۲	کا	کے	۳۰	۱۵	مکھیں سنڈنا	مکھیں سنڈنا
۲۹	۵	میشاذ	یہ شاذ	۳۱	۲	مکھیں سنڈنا	مکھیں سنڈنا
۳۰	۳	سے	ہے	۳۲	۱۵	مرک کرنا	مرک کرنا
۳۱	۱۶	میر	میرا	۳۳	۳	دم رکھنا	دم رکھنا
۳۲	۵	کی ہی	کی ہی	۳۴	۱۰	جلد کرنا	جلد کرنا
۳۳	۱۶	سناگا	سناگا	۳۵	۸	کسی نے	کسی نے
۳۴	۱۶	کیا کرتے تھے	کیا کرتے تھے	۳۶	۵	پیشا	پیشا
۳۵	۱۶	سب ایسے	سب ایسے	۳۷	۵	گل چاندنی	گل چاندنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۲	شفقی میں ہر روز	شفقی میں ہر روز	۵۷	۵	پیچھے ہٹنا	پیچھے ہٹنا
۳۹	۳	دل غم	دل سے غم	۵۸	۶	مرجان	مرجان
۴۰	۴	سر میں سے	سر سے ہیں	۵۹	۵	دل سے اے	دل سے اے
۴۱	۵	سودر	سودا	۶۰	۸	تربت پر اگر	تربت پر اگر
۴۲	۶	زہر ونداں	زہر ونداں	۶۱	۳	ساتھی بارہی	ساتھی بارہی
۴۳	۷	مٹے جاتے ہیں	مٹے جاتے ہیں	۶۲	۹	صحت	صحت
۴۴	۸	اب	اب	۶۳	۱	کسین	کسین
۴۵	۹	بھی ہے آپ	بھی ہے آپ	۶۴	۵	پھر دیگا	پھر دیگا
۴۶	۱۰	دل میں تراؤ	دل میں تراؤ	۶۵	۶	مہماں	مہماں
۴۷	۱۱	اس	اس	۶۶	۷	چھپرے	چھپرے
۴۸	۱۲	ہل میں مزید	ہل میں مزید	۶۷	۵	تو بھر	تو بھر
۴۹	۱۳	ایر برہمن	ایر برہمن	۶۸	آخر	سزائیں	سزائیں
۵۰	۱۴	منہ چھوٹا سا	منہ چھوٹا سا	۶۹	۵	کیوں	کیوں
۵۱	۱۵	جال کا پائینگا	جال کا پائینگا	۷۰	آخر	تنگ کے	تنگ کے
۵۲	۱۶	نقش دوم	نقش دوم	۷۱	۲	لے چلو	لے چلو
۵۳	۱۷	نگاہ	نگاہ	۷۲	۹	قاتل کے	قاتل کے
۵۴	۱۸	خوشخبری	خوشخبری	۷۳	۸	نبیا اپنا	نبیا اپنا
۵۵	۱۹	دبوان	دبوان	۷۴	۶	بلیبل کا	بلیبل کا
۵۶	۲۰	سیاہ	سیاہ	۷۵	۱۲	اشکوں سے	اشکوں سے
۵۷	۲۱	ماسکا	ماسکا	۷۶	۲	کسی کی	کسی کی
۵۸	۲۲	جان میں وصول	جان میں وصول	۷۷	۱۵	تپ بید ہ	تپ بید ہ
۵۹	۲۳	وعدہ کو جو	وعدہ کو جو	۷۸	۵	جی جانا ہی	جی جانا ہی
۶۰	۲۴	ہیں تو	ہیں تو	۷۹	۱۵	سنین	سنین
۶۱	۲۵	پیشے	پیشے	۸۰	۱۶		
۶۲	۲۶	کد گس گند	کد گس گند				
۶۳	۲۷	کو بھی	کو بھی				
۶۴	۲۸	رفو	رفو				

میں کو  
مکنت

یہی نام۔ یہی زبان۔ یہی بیان۔ نہ باتوں کی طوطی مینا۔ نہ لفظوں کے گل بھول۔  
 نہ جھوٹے قصے کہانی۔ نہ شاعرانہ ڈھکوسلے۔ بلکہ محاوروں کی کان۔ صیلاحوں کا  
 مخزن۔ ضرب الامثال کا گنجینہ۔ فنِ انشاء کا سرمایہ۔ صنائعِ بدائع کا دریا۔ جدیدِ قدیم  
 خیالات کا آئینہ۔ لٹریچر کی روح۔ اہل زبان کا زینتِ نقشبیرج۔ شعر کا انیس صلیب  
 طلباء کا ادیبِ مشفق۔ روحانی تصویروں کا البم۔ الفاظ سے تصویر کھینچنے کا آلہ۔  
 خیالات کے رنگ دکھائے موٹو۔ جو کچھ کموزیا اور شایاں مخففات کتابت۔  
 مستثنیاتِ قواعد۔ لوازمِ عبارت۔ الفاظ کی تحقیقات۔ شعرا کی تشبیہات۔ شعرو  
 شاعری کی ماہیت۔ نظم کی تاریخ۔ مختصراتِ نظم کے بزرگِ موجد۔ دہلی و لکھنؤ کا قول  
 فیصل۔ دبیرِ انیس کا محاکہ۔ ہر ایک مدلل و مختصر۔ اردو کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا تھی؟  
 کیا ہے؟ کیا ہونا چاہئے؟ کیونکر ہو؟ ہر سوال کا جواب ثانی المختصر بابِ نثر پاکیزہ۔  
 ستھری میٹھی۔ ٹھکانی زبان میں فلسفیانہ رایوں کا مجموعہ ہے۔ اور بابِ نظم چالیس نو  
 کا انتخاب۔ ساتھ مشاہیر کے مانع کا پسینا۔ ہر شعر نازک۔ لطیف۔ برجستہ۔ میا ختہ۔  
 بابِ سوم۔ ہزاروں حقائق و دقائق۔ سفید ضروری۔ کتاب کیا زبان کی جان  
 ہے۔ تینوں باب گویا مجموعہ کا عطر ہیں۔ یا خریطہ جو اہر یا خیر کی آبداری نشتر میں  
 سفید کاغذ۔ ۱۶ جُز۔ قیمت صرف ۱۲۔

المث

سید سعادت علی رئیس یاد آباد ضلع ہلی

# نوٹس

Checks  
1987

- ۱۔ جس کتاب پر میرے یا مؤلف کے دستخط نہ ہوں وہ مسترد ہے۔
- ۲۔ درخواست پر واپسی کا صرف ڈاک ذمہ خریدار۔
- ۳۔ ایک جلد کے خریدار ٹکٹ بھیجیں تو گم ہونے کے وہی ذمہ واریں۔
- ۴۔ ۱۲ جلد کے خریدار کو ایک جلد مفت۔
- ۵۔ مغلس شائق طلباء کے ساتھ محصول کی تخفیف۔
- ۶۔ تاجڑں کو بیس روپیہ سینکڑہ کمیشن۔
- ۷۔ عام قاعدہ خریداروں کے واسطے۔

۵	روپے پر	..	..	..	..	..	..	۱۰	فی	روپے
۱۰	..	..	..	..	..	..	..	۲۰	..	..
۲۰	..	..	..	..	..	..	..	۳۰	..	..
۳۰	..	..	..	..	..	..	..	۴۰	..	..
۴۰	..	..	..	..	..	..	..	۵۰	..	..

۸۔ امور تصنیف طلب بذریعہ خط و کتابت طے کریں۔

المش

سیّد سعادت علی فرید آبادی صانع دہلی